کامیابی کے اسرار

تألیف

آیت اللہ سید مرتضی مجتہدی سیستانی

جلد-۱

ترجمہ

عرفان حیدر

کامیابی کے اسرار جلد۱

مؤلف:.......................آیت اللہ سید مرتضی مجتہدی سیستانی

ترجمہ:.........................عرفان حیدر

نظر ثانی:....................مختار حسین رحیمی،سلمان نامدار

کمپوزنگ:...................... شاذان حیدر، ذیشان مہدی

طبع:............................... اوّل

تاریخ طبع.....................۲۰۱۰ء

تعداد...........................۲۰۰۰

قیمت:...........................۲۰۰

ناشر..............................الماس(قم)

ملنے کا پتہ:

جامعہ امام صادق بک سینٹر علمدار روڈ کوئٹہ بلوچستان،فون نمبر:۰۸۱_۲۶۶۴۳۵

مؤلف کی ویب سائٹ: www.almonji.com

info@almonji.com

ایمیل: irfanhaider014@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف مترجم:

الحمد للّٰہ الذی جعلنا من المتمسکین بولا یۃ علی بن ابی طالب و صلّ اللّٰہ علی محمّد و آلہ الا ئمۃ المعصومین

تمام تعریفیں پروردگار عالم کے لئے ہیں جو عالمین کا خالق و مالک ہے اور بے شمار درود و سلام ہو اس کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ اور ان کی عترت طاہرہ پر جنہوں نے اپنی تعلیمات کے ذریعے بشریت کی راہنمائی فرمائی اور انسانوں کو گمراہی و ضلالت سے نکال کر ہدایت کا راستہ دکھایا۔

قارئین کرام! کامیابی کی خواہش انسان کی فطرت میں شامل ہے ہر انسان کامیاب زندگی کا خواہاں ہے لیکن اکثر صحیح راہنما میسر نہ آنے سے انسان کی یہ خواہش پوری نہیں ہوتی اور اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ آپ کے پیش نظر یہ کتاب آیت اللہ سید مرتضیٰ مجتہدی سیستانی مدظلہ کی فارسی کتاب "اسرار موفقیت" کا ترجمہ ہے یہ کتاب کامیابی کی تلاش و جستجو کرنے والوں کے لئے انمول تحفہ اور یاس و نا امیدی میں مبتلا افراد کے لئے امید کی کرن ہے۔

اس کتاب میں معاشرے کی ضروریات کے مطابق کچھ موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ موضوعات کی مناسبت سے خاندان عصمت و طہارت علیہم السلام کے فرامین نے کتاب کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ ترجمے کے دوران آسان، عام فہم اور سلیس زبان استعمال کی گئی ہے۔ ثقیل اور غیر مانوس کلمات سے پرہیز کیا گیا۔ البتہ اس بات کا فیصلہ تو قارئین فرمائیں گے کہ میں مفاہیم و مطالب کو منتقل کرنے میں کس حد تک کامیاب رہا پھر بھی آپ سے استدعا ہے کہ ترجمے میں نقائص سے ضرور مطلع

فرمائیں۔

میں اپنے والدین، اساتید جناب محمد جمعہ اسدی، جناب ابراہیم حلیمی اور جناب اکبر حسین زاہدی صاحب کا ممنون ومشکور ہوں جن کی شفقت اور تعلیم وتربیت نے مجھے مکتب اہل بیتؑ کی خدمت کرنے کا شرف بخشا۔

نیز جناب مختار حسین رحیمی صاحب اور جناب سلمان نامدار صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنھوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر کتاب پر نظر ثانی فرمائی۔

آخر میں اپنے تمام رفقاء دوستوں ادیب علی آدابی، سید علی شاہ عابدی، مشتاق حسین عمرانی، ذیشان مہدی اور بالخصوص برادر عزیز علی اسدی اور عمران حیدر شاہد کا شکر گزار ہوں کہ جنھوں نے اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں تعاون فرمایا۔ خدا ان سب کی توفیقات خیر میں اضافہ فرمائے۔

خدا کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ پروردگارا! محمد وآل محمد کے طفیل اس ناچیز کاوش کو شرف قبولیت عطا فرما اور ہمیں حقیقی معنوں میں دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما۔

عرفان حیدر

قم المقدس (ایران)

۱۸ ذالحجہ روز عید سعید غدیر ۱۴۳۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش گفتار:

عظیم لوگوں کی کامیابی کا راز تفکر و تدبّر ہے ۔اگر آپ بھی ان کے نقش قدم پر چلیں تو سعادت اور کامیابی و کامرانی آپ کے قدم چومے گی ۔لیکن اس کے لئے فکر کی طاقت سے بہرہ مند ہونا ضروری ہے ۔آپ مثبت سوچ کے ذریعے اپنے اندر کی کا جبران کریں تا کہ اپنے عالی اہداف تک پہنچ کر اپنے معاشرے کو مثبت افکار سے آشنا کروا سکیں ۔جب بھی آپ کو صحیح فکر کرنے کے لئے مدد کی ضرورت ہو تو آگاہ اور مخلص افراد سے مشورہ کریں کہ جن میں مشاور کی شرائط موجود ہوں ۔

ایسے افراد کی سوچ و فکر سے استفادہ کریں ۔ان کے مشورے سے استفادہ کرتے ہوئے اعلیٰ اہداف سے آشنا ہوں اور بہترین اہداف کا انتخاب کریں پھر ترقی اور کامیابی کی اہم شرط یعنی پختہ ارادے اور بلند ہمت کے ذریعہ اپنے اہداف کے مطابق منشور تشکیل دے کر انہیں عملی جامہ پہنائیں کیونکہ صحیح پروگرام اور نظم وضبط ہدف اور منزل تک پہنچنے کا آسان راستہ ہے ۔جو آپ کو جلد اپنی منزل تک پہنچا تا ہے ۔وقت سے استفادہ کریں اور فرصت کے لحات میں نیک اور صالح افراد کی صحبت میں بیٹھ کر مستفید ہوں ان کی ہمنشینی وصحبت سے آپ کی روح تازہ اور ان کی دل نشین گفتار سے آپ کا دل منور ہو جائے گا آپ ان بزرگان کی صحبت سے ان کی روحانی و معنوی قوت سے خود بھی قدرت حاصل کریں اور انہیں نفس کی مخالفت اور سالوں کی محنت و کوشش سے حاصل ہونے والے تجربات سے استفادہ کریں ۔

آپ کو اپنے نفس پر اختیار ہو تو صبر و استقامت کو اپنا ہتھیار بنا کر اپنی روحانی قوت کو متمرکز کریں پھر آپ کی معنوی قدرت پروان چڑھے گی ۔کیونکہ نفسانی خواہشات کے مقابل میں صبر کرنے سے آپ کا باطن برائیوں سے پاک ہو جائے گا پھر آپ کو اسرار خدا میں سے ایک راز یعنی اخلاص کا مقام حاصل ہو جائے گا۔اس صورت میں آپ کا دل رحمانی الہامات سے روشن ہو جائے گا آپ کی زبان پر

علم وحکمت کے چشمے جاری ہوں گے اور پھر علم ودانش سے بہرہ مند ہوں کہ جو عالی درجات کی جانب ارتقاء اورخدا کے تقرب کا ذریعہ ہے۔اگر باب علم سے وابستہ ہو جائیں تو آپ کی شرافت وفضیلت میں اضافہ ہوگا اس طرح آپ معارف اہل بیتؑ سے اپنے دل کو منور کریں اور ایک شمع کی طرح آپ اپنے معاشرے کو روشن کریں اور انہیں اہل بیتؑ کے حیات بخش مکتب سے آشنا کریں اور زنگ آلود قلوب کو ان کے نورانی افکار وگفتار سے منور کریں۔

ایسی خدمات کو انجام دینے کے لئے کوشش کریں تا کہ توفیق الٰہی آپ کے شامل حال ہو۔کیونکہ توفیق کے حصول کے علاوہ دعا،سعی وکوشش اور تلاش وجستجو بھی ضروری ہے۔جب تک خدا کی توفیق ہماری دستگیری نہ کرے،ہم حقیقت کے کاروان تک نہیں پہنچ سکتے۔

کاروان رفت و تو در خواب وبیابان در پیش

کی روی ؟ رہ ز کہ پرسی ؟ چہ کنی ؟ چون باشی ؟

کاروان چلا گیا اور تم سوتے رہے،تمہارے سامنے بیابان ہے اور تم تنہا رہ گئے ہو۔اب تم کب جاؤ گے؟ کس سے راستہ پوچھو گے اور کیا کرو گے؟

اگر آپ حقیقت تک پہنچنا چاہو تو اغیار کے طعنوں سے نہ گھبراؤ۔بلکہ منزل کی جانب گامزن رہو کسی جگہ تھک کر نہ بیٹھو اور عظیم لوگوں کی اہم ترین صفت یعنی مقام یقین حاصل کرو۔

معاشرے کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے معاشرے کے لئے مفید موضوعات پر روشنی ڈالی،انہیں مفید موضوعات کے ضمن میں،میں نے خاندان رسالتؐ کے فرامین اور بالخصوص صاحب ولایت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کے ارشادات کو بیان کیا ہے اور انہیں عوام الناس کے اختیار میں قرار دیا امید ہے کہ یہ کتاب معصومین علیہم السلام کے نورانی اور تابناک فرامین کے وجہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ اور معنوی تکامل اور روحانی افزائش کے لئے مددگار ثابت ہوگی۔

سید مرتضیٰ مجتہدی سیستانی

پہلا باب

فکر

حضرت امیر المومنین علیؑ فرماتے ہیں:

" علیک با لفکر فانّهُ رُشد من الضلال و مصلح الا عمال "

تم پر فکر کرنا لازم ہے. کیونکہ یہ گمراہی سے ہدایت اور اعمال کی اصلاح کرتی ہے۔

پہلا باب

فکر

فکر کی اہمیت

ہر انسان کے ذہن میں ایسے قیمتی اور گراں قدر خزانے موجود ہوتے ہیں کہ جنہیں وہ سوچ کے ذریعہ حاصل کر کے استفادہ کر سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ کچھ لوگ اپنے اندر موجود ان پُر قیمت وانمول خزانوں سے استفادہ کرنے کی بجائے خاک میں چھپے ہوئے اموال اور خزانوں کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں۔

اگر وہ یہ جان لیں کہ خداوند متعال نے زمین میں دفن خزانوں سے بڑھ کر خزانے ان کے وجود میں قرار دیئے ہیں تو وہ کبھی بھی اپنی عمر زمین کی خاک چھاننے میں ضائع نہیں کریں گے۔ وہ لوگ مال و زر کے حصول کے لئے زمین کھودتے ہیں اور غوطہ خور دریاؤں اور سمندروں کی تہہ میں موجود جواہرات کے حصول کے لئے غوطہ لگاتے ہیں۔ جبکہ مؤمن و صاحب تزکیہ حقیقی خزانے کے حصول کے لئے اپنی فکر کے عمیق دریا میں غوطہ ور ہوتا ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

"المومن مغمور بفکرته" (۱)

مؤمن اپنی افکار میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ، کلمات قصار ۳۳۵

مومن اپنی افکار کے بیکراں دریا سے ایسے گرانبھا گوہر حاصل کرتا ہے کہ سونے، چاندی کے مادی خزانے ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے افکار سے ایسے باارزش جواہر پاتا ہے کہ جو، ابدی وجاویداں ہیں کہ جن کی واقعی قیمت وارزش آخرت میں اہمیت کی حامل ہے۔

افکار میں غوطہ زن ہونا (نہ کہ توھمات میں) روح کو تقویت دیتا ہے اور چھپے ہوئے خزانوں کے حصول کے لئے آمادہ کرتا ہے۔ سوچ وفکر کے ذریعہ آپ کے روح ونفس پرورش پاتے ہیں جس طرح جسمانی ورزش انسان کے جسم کی پرورش کا باعث ہے اسی طرح مثبت سوچ وفکر انسان کے روح ونفس کو تقویت دیتی ہے۔ کیونکہ تفکر انسان کے ضمیر کے لئے ایک قسم کی آموزش ہے تفکر کے ذریعہ باطنی حالات قوی ہوتے ہیں اور انسان کی روحانی قدرت آشکار ہوتی ہے۔ کیونکہ فکر روح کے تکامل وپرورش کا باعث ہے۔

فکر کی پرواز

انسان کو چاہئے کہ وہ توہمات وتخیلات کی دنیا سے نکل کر حقیقت کا رخ کرے۔ حقائق ہستی میں فکر انسان کو عالم وہم وگمان سے نکال کر ایک حقیقی و واقعی مفکر بناتی ہے اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ اپنے ارشادات میں فرماتے ہیں:

"**غوّر.... قلبک الفکر**"(۱)

اپنے قلب کو سوچ وفکر کی عادت ڈالو۔

تفکر سے قدرت فکر وتمرکز زیادہ ہو جاتی ہے جب فکر قوی ہو تو وہم وخیال ضعیف ہو جاتے ہیں اور وہم وخیال کے ضعیف ہونے اور تقویت فکر سے شیطان اور دشمنان دین کی گمراہ کنندہ تبلیغات

۱۔ بحار الانوار:۱۴/۳۲۹، تنبیہ الخواطر:۲/۲۲۹

ضعیف ہو جاتی ہیں ۔ کیونکہ جس انسان کوتفکر وتأمل وتعقل کی عادت ہو وہ اسے اپنے اعتقادات ومعلومات کا اساس قرار دیتا ہے ۔

مولائے کائنات امیر المومنینؑ کا فرمان ہے:

"لاعلم کالتفکر "(۱)

تفکر کی مانند کوئی علم نہیں ہے۔

انسان کے ذہن میں موجود قیمتی خزانوں میں تفکر وتدبر اوران سے استفادہ کرنا بزرگ اشخاص کی صفات میں سے ہے ۔ان کے فکری پرواز اور موجودات کائنات کی شناخت سے ان کے ایمان ویقین میں اضافہ ہوتا ہے ۔اسی وجہ سے ان کے افکار و پراکندہ وبے رونق نہیں ہیں ۔پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

" من صفات المومن ان یکون جوّال الفکر "(۲)

مؤمن کی صفات میں سے ہے کہ وہ جولان فکری رکھتا ہو۔

وہ فکری پرواز کے ذریعہ اپنی روح کو بلندی پر لے جاتے ہیں اور عالی ترین ہدف رکھتے ہیں اور اس کے بعد مضبوط ارادہ اور قوی ہمت حاصل کرتے ہیں وہ قوی اور مضبوط فکر وارادہ کے ذریعہ اپنے مقدس اہداف میں کامیابی کے لئے خداوند متعال سے مدد چاہتے ہیں ۔

فکر کی اہمیت کے کچھ راز

غور وفکر حقائق جہان کی طرف مستقیم راستہ ہے جب فکر معنوی مسائل میں تداوم پیدا کرے تو یہ انسان کو معنویت کی طرف لے جاتی ہے ۔فکر میں ایک قوت جاذبہ ہے کہ جو تفکر اور اس مسئلہ کے

۱۔ بحار الانوار ۶۹/۴۰۹۔ نہج البلاغہ کلمات قصار ۱۰۹

۲۔ بحار الانوار ۶۷/۳۱۰

درمیان ایک ارتباط کو برقرار کرتی ہے کہ جس کے بارے میں متفکر فکر کرتا ہے۔ اس قوت کا وجود، غور وفکر کی اہمیت کے مہم رازوں میں سے ایک اہم راز ہے۔ اس قوت کی بناء پر انسان جب خوبیوں اور بدیوں کے بارے میں سوچتا ہے تو وہ آہستہ آہستہ خوبیوں یا ان چیزوں کو جلب کرتا ہے کہ جن کے بارے میں وہ فکر کرتا ہے۔

خاندان عصمت و رسالت علیہم السلام کی بہت سی روایات وارشادات میں اس حقیقت کی تصریح ہوئی ہے۔ اس وجہ سے پسندیدہ افکار، قلب انسان کی پاکیزگی و زینت اور انسان کے باطن کی نورانیت کا باعث ہیں۔ جس طرح ناپسندیدہ و برے افکار انسان کے دل میں تاریکی وظلمت کو ایجاد کرتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"الفکر تورث نوراً والغفلة ظلمة"(۱)

سوچ وفکر نورانیت اور غفلت ظلمت وتاریکی کو ایجاد کرتی ہے۔

اگر تفکر حق اور کمال کی جستجو کی بناء پر ہو تو یہ حقیقت کو آشکار کرتا ہے اور متفکر کے لئے کائنات کی واقعیت کو بیان کرتا ہے۔ یہ بذات خود نورانیت و پاکیزگی کو ایجاد کرتا ہے لیکن ان حقائق سے غفلت اندھیروں میں دھکیل دیتی ہے۔

انسان کے دل میں زیادہ غور وفکر سے ایجاد ہونے والے تحولات اسے عمل کے لئے تیار کرتے ہیں، اس وجہ سے تفکر قوہ عاملہ کو بھی ایجاد کرتا ہے۔ پس فکر نہ صرف انسان کو مورد تفکر مسائل کی انجام دہی کے لئے آمادہ کرتی ہے بلکہ مداوم فکر کی وجہ سے انسان میں قوہ عاملہ کو بھی ایجاد کرتی ہے اور اسے عمل کی طرف جذب کرتی ہے تا کہ سوچ وفکر عملی صورت میں ظاہر ہو۔

۱۔ تحف العقول ۹۳

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"التفکر یدعوا الی البرّ والعمل بہ"(۱)

فکر انسان کو خوبیوں اور ان پر عمل کی طرف دعوت دیتی ہے۔

انسان کی خلقت و پیدائش کے سرّ و راز اور اس کی عاقبت کے بارے میں فکر انسان کو نیکی اور مقام عبودیت عطا کرتی ہے، آپ فکر کے ذریعہ مقام عبودیت اور اپنے وجود میں پنہان و پوشیدہ عظیم قوت کو بیدار کرکے مقام فعلیت میں لا سکتے ہیں۔

گناہ کے بارے میں فکر کرنے کا اثر

انسان میں ہر اچھی و بری، نیک و بدصفت کے خلق ہونے کی آمادگی موجود ہوتی ہے۔ اچھے اور برے کے بارے میں سوچ و فکر سے ان کی فعلیت و انجام دہی میں تبدیلی آجاتی ہے۔ پھر یہ امکان کے مرحلہ سے نکل کر واقعیت کا جامہ پہن لیتی ہے۔ یہ ایک عام اور کلی حقیقت ہے کہ جو صرف اچھے اور پسندیدہ کاموں کے ساتھ مختص نہیں ہے، یعنی جس طرح انسان اچھائیوں کے بارے میں سوچنے سے ان ہی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اور انہیں انجام دیتا ہے اسی طرح حیوانی لذتوں اور گناہوں کے بارے میں سوچنا بھی انسان کو ان ہی کی طرف لے جاتا ہے اور پھر انسان ان کا مرتکب ہوتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"من کثر فکرہ فی المعاصی، دعتہ الیھا"(۲)

جو کوئی گناہوں کے بارے میں زیادہ فکر کرے تو وہ ان کی طرف آجاتا ہے۔

۱۔ بحار الانوار:۳۲۲/۷۱، اصول کافی:۵۵/۲

۲۔ شرح غرر الحکم:۳۲۱/۵

اسی طرح دوسرے فرمان میں ارشاد ہے:

"من كثر في اللذات ، غلبت عليه "(۱)

جو کوئی لذتوں کے بارے میں زیادہ سوچے تو یہ اس پر غالب آجاتی ہیں۔

اس بناء پر انسان کی سوچ وفکر اس کے مستقبل کو تبدیل کرسکتی ہے اور اس کی زندگی میں عظیم تبدیلیاں اور تحولات ایجاد کرسکتی ہے اسی وجہ سے خاندان عصمت و طہارتؑ کے دلنشین کلمات وفرمودات میں تفکر و تعقل کی اہمیت کو بیان فرمایا گیا ہے اور انہوں نے اپنے محبوں اور پیروکاروں کو اس کی اہمیت کے بارے میں توصیہ فرمایا ہے۔

کیونکہ اچھا عمل وکردار، اہم اور با ارزش موضوعات میں فکر اور سوچ و بچار کا نتیجہ ہے۔

تفکر ایمان ویقین میں اضافہ کا باعث ہے

نظام کائنات اور مخلوقات جہان کے بارے میں تفکر انسان کے دل میں ایمان ویقین کو تقویت دیتا ہے۔ پھر اس کا وجود باری تعالیٰ اور تمام مذہبی عقائد پر اعتقاد مزید محکم ہوجاتا ہے۔ کہکشانوں میں موجود اربوں ستاروں اور اس کے علاوہ آسمان پر موجود انگنت ستاروں کی خلقت اور پھر ان کا ایک منظم نظام کے تحت رواں دواں رہنا، ایک مدبر و قادر خالق کے وجود کی بہت واضح اور بڑی دلیل ہے۔ انسان کی فکر کائنات کی عظمت کو درک کرنے سے قاصر ہے۔ دنیا بھر کے محققین کو خلقت کائنات کے بارے میں تحقیق کے دوران ایسے ایسے اسرار و رموز کا سامنا ہوا کہ انہوں نے ان کی حقیقت کو درک کرنے سے اپنے آپ کو عاجز پایا۔ لیکن انہوں نے واضح آیات ونشانیوں کا مشاہدہ کیا کہ جو صاحبان عقل کے دلوں کو احیاء وجلا بخشتی ہے۔ جی ہاں! اس کائنات کی عظمت کے بارے میں تفکر کرنا

۱۔ شرح غرر الحکم:۵۲۲

خالق کائنات قادرومہربان کے وجود پریقین وایمان میں اضافہ کا سبب ہے ۔

عالم ملکوت سے لولگانا اولیاءخدا کی صفات میں سے ہے وہ غور وفکر کے ذریعہ کائنات کے رموز واسرار کوکشف کرتے ہیں ۔وہ نہ صرف عالم ملکوت کی طرف رخ کرتے ہیں بلکہ وہ اپنے دوستوں اور قرابتداروں کوبھی اسی چیز کی سفارش وتلقین کرتے ہیں ۔

حضرت لقمان کی اپنے بیٹوں کوکی گئی وصیت میں آیا ہے:

"اطل التفکر فی ملکوت السمٰوات و الارض والجبال و ما خلق اللّٰہ فکفیٰ بھذا واعظاً لقلبک" (۱)

اپنی فکرکوآسمانوں ،زمین ،پہاڑوں ،اورخدا کی دیگرخلق کردہ اشیاء کے بارے میں طولانی کرو۔ ایسی سوچ وفکرتمہارے قلب کووعظ ونصیحت کےلحاظ سے کفایت کرے گی ۔

ملکوت کے بارے میں تفکر (جس کے بارے میں لقمان نے اپنے فرزندوں کووصیت کی) کے بہت سے اثرات ہیں کہ اگر انسان ان کوانجام دینے کی توفیق پیدا کرے تواس کے مستقبل میں بہت عظیم تحولات رونماہوتے ہیں ۔کیونکہ ملکوت وآسمانوں وزمین اورخدا کی دیگرمخلوقات کے بارے میں تفکر سے اعتقادایجادہوتا ہے ۔

قرآن مجید میں ارشادخداوند ہے:

" إِنَّ فِی خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ اخْتِلافِ اللَّیْلِ وَ النَّهارِ لَآیاتٍ لِأُولِی الْأَلْبابِ،الَّذِینَ یَذْکُرُونَ اللّٰهَ قِیامًا وَ قُعُودًا وَ عَلی جُنُوبِهِمْ وَ یَتَفَکَّرُونَ فی خَلْقِ السَّماواتِ وَ الْأَرْضِ رَبَّنا ما خَلَقْتَ هذا باطِلاً سُبْحانَکَ فَقِنا عَذابَ النَّار " (۲)

بے شک زمین وآسمان کی خلقت لیل ونہار کی آمد ورفت میں صاحبان عقل کے لئے قدرت

۱۔بحارالانوار:۱۳/۴۳۱

۲۔سورہ آل عمران آیت:۱۹۰/۱۹۱

خدا کی نشانیاں ہیں ۔جو لوگ اٹھتے بیٹھتے لیٹتے اور ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان وزمین کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں کہ پروردگار تو نے یہ سب بیکار خلق نہیں کیا ہے ۔پروردگار تو پاک و بے نیاز ہے ہمیں عذاب جہنم سے محفوظ فرما۔

ان کا آسمان وزمین کی خلقت کے بارے میں غور وفکر کرنا صرف ملکی پہلو سے مختص نہیں ہے بلکہ یہ ملکوتی پہلو کو بھی شامل کرتا ہے ۔وہ کائنات کی مادی وملکوتی خلقت میں تفکر کے ذریعہ اپنے ایمان ویقین میں اضافہ کرتے ہیں ۔

تفکر بصیرت اور دور اندیشی کا وسیلہ

انسان جس کام کو انجام دینا چاہے ،اگر اس کے بارے میں غور وفکر سے کام لے تو وہ اس کام کے نتیجہ تک پہنچ جائے گا اور اسے افسوس اور پشیمانی کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑے گا۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام اپنے دلنشین گفتار کے ضمن میں فرماتے ہیں:

" اذا قدّمت الفکر فی جمیع افعالک ، حسنت عواقبک فی کل امرٍ "

اگر ہر کام کو انجام دینے سے پہلے اس کے بارے میں سوچو تو ہر کام میں تمہاری عاقبت اچھی ہوگی ۔

کیونکہ ہر کام کے بارے میں سوچنا اس کام کے بارے میں بصیرت کا باعث ہے ۔اولیاء خدا ، عظیم لوگ اور جو بارگاہ خداوند متعال میں نعمت تقرب رکھتے اور خاندان وحی کے پُر فیض محضر میں حضور رکھتے اور جوان بزرگان کے مددگار اور اصحاب میں سے تھے ۔

وہ کسی کام کو سرانجام دینے سے پہلے تفکر کی عظیم نعمت سے بہرہ مند ہوتے تھے ۔

جنہوں نے سرچشمہ ولایت سے آب حیات نوش کیا ،جنہوں نے خاندان وحی وعصمت کے تابناک انوار سے لو لگائی ،جنہوں نے اپنے دل وجان کو علوم ومعارف اہلبیتؑ سے منور کیا ۔انہوں نے خداوند کریم کی عظیم نعمت یعنی فکر سے استفادہ کیا اور وہ بصیرت اور دور اندیشی کے مالک بن گئے ۔

شناخت، ہدایت، روشن فکر اور حقائق امر سے آگاہی صرف سوچ وفکر سے ایجاد ہوتی ہے۔

حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے علمی بحر بیکراں میں سے ایک گوہر نایاب یہ ہے:

''لا بصیرۃ لمن لا فکر لہ ''(۱)

جو فکر نہیں رکھتا وہ روشن بینی وبصارت نہیں رکھتا۔

وہ بصیرت نہیں رکھتا اور اس کا قلب نورانیت سے بہرہ مند نہیں ہے۔لہذا سوچ وفکر دل کے غبار وزنگ کو مٹاتی ہے اور دل کو پاک کر کے اس کی ظلمت وتاریکی کو نورانیت وبصیرت میں تبدیل کرتی ہے۔

جس طرح حُر (رضوان اللہ علیہ) حضرت فاطمہ زہراؑ کے احترام کا قائل ہونے کی وجہ سے یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ حسینؑ سے جنگ ومقابلہ کا اس کے لئے کیا نتیجہ بر آمد ہو گا حضرت زہرا صدیقہ کبریٰ کے احترام کے قائل ہونے کی وجہ سے اس کی سوچ وفکر نے اسے گمراہی وضلالت اور ہلاکت سے نجات دلا کر کربلا کے شہداء کی صف میں قرار دیا۔

حر نے تفکر وتامل کی بنیاد پر امام حسینؑ کو جواب دیتے وقت غصے اور تندی کی بجائے تحمل وتواضع سے کام لیا۔اسی مناسبت سے امیرالمومنینؑ کا ایک کلام ہے کہ جو انسانوں کی حیات کو نجات دیتا ہے کہ جس میں مولائے کائنات فرماتے ہیں:

" دع الحدّۃ و تفکر فی الحجۃ من الخطل ، تامن الزلل ''(۲)

تندروی کو ترک کرو اور حجت ودلیل کی بناء پر تفکر کرو، اور غلط وباطل بات کہنے سے پرہیز کرو تاکہ لغزش سے امان میں رہو۔

جناب حر نے بھی اسی طرح کیا اور بصیرت ودوراندیشی سے اپنے مستقبل کو نجات دی جس

۱۔ شرح غرر الحکم ۶/ ۴۰۱

۲۔ شرح غرر الحکم ۴/ ۱۹

طرح حرؑ نے غور و فکر سے کام لیا ،کاش اسی طرح سقیفہ میں جمع ہونے والے دنیا پرست بھی اپنی عاقبت کے بارے میں سوچتے تو چہرہ خورشید پر غم کے بادل نہ چھا جاتے ۔لیکن افسوس صد افسوس!

حضرت امیر المومنینؑ بصیرت و دور اندیشی کو فکر کے آثار میں سے قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

" من فکّر ابصر العواقب "(۱)

جو فکر سے کام لے وہ امور کی عاقبت و نتیجہ سے آگاہ ہو جاتا ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

" من طالت فکرته ، حسنت بصيرته "(۲)

جس کی فکر طولانی و دقیق ہو اس کی بصیرت اچھی ہو جاتی ہے۔

کیونکہ اگر فکر شخصی اغراض سے آلودہ نہ ہو تو یہ شفاف آئینہ کی مانند حقائق کو جلوہ گر اور آشکار کرتی ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:''الفکر مرآة صافية ''(۳)

فکر ایک شفاف آئینہ ہے۔

جب فکر ایک شفاف و درخشاں آئینہ کی مانند آپ کو واقعیت سے آگاہ کرتی ہے تو پھر روزۂ فکر سے استفادہ کریں۔

روزۂ فکر

اسلام میں خاموشی اور سکوت کے روزے کا وجود نہیں ہے جیسا کہ راتوں کو کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہوئے رات کے روزے کا کوئی معنی نہیں ہے ۔لیکن جو عالی و بلند معنوی مقام و مراتب کے

۱۔ شرح غرر الحکم ۳۲۲/۵

۲۔ شرح غرر الحکم ۲۷۲/۵

۳۔ امالی الطوسی ۱۱۴/۱ اور بحار الانوار ۳۰۳/۷۷

حصول کی جستجو میں ہیں، وہ چُپ کا روزہ رکھنے کی بجائے فکر کا روزہ رکھتے ہیں اور اپنے ذہن کو زشت وناپسندیدہ افکار سے آلودہ نہیں کرتے ۔یہ خاندان رسالت علیہم السلام سے ہم تک پہنچنے والا ایک دستور ہے۔حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

" صیام القلب عن الفکر فی الاثام افضل من صیام البطن عن الطعام" (۱)

گناہوں کے بارے میں فکر کرتے ہوئے دل کا روزہ ،خوراک سے پرہیز کرتے ہوئے پیٹ کے روزے سے افضل ہے ۔

اگر خود کو برے افکار سے آلودہ نہ کریں تو یہ گویا گناہوں اور ناپسندیدہ اعمال کے لئے بیمہ ہے۔ اس صورت میں فکر شفاف ودرخشان آئینہ کی مانند آپ کو واقعیت وحقیقت دکھائے گی ۔روزہ فکر نجات لئے موثر ترین اور بہترین راہ انسان کے اختیار میں ہے اور یہ سیر معنوی کے لئے انسان کو کامران و کامیاب کرتا ہے ۔فکر کا روزہ انسان کی روح کو عالم معنیٰ کی بیکراں فضا میں پرواز کروا تا ہے اور اسے ترقی وپیشرفت کی اوج تک پہنچاتا ہے ۔

اگر آپ فکر کا روزہ رکھنے میں کامیاب ہو گئےتو آپ شیطان کو شکست دے سکتے ہیں اگر چہ مومنین کے لئے شیطان کی دشمنی بہت ضعیف ہے اور انسان کی گمراہی کے لئے اس کی قدرت وطاقت بہت کم ہے ۔لیکن وہ انسانوں کے سرکش نفس سے استفادہ کرتا ہے کہ جو ہمیشہ انسانوں کے ہمراہ ہے ۔وہ انسانوں کے نفس میں وسوسہ ایجاد کرکے نفس کو اپنا ہم عقیدہ بنالیتا ہے اور نفس کی مدد سے انسان کی ہستی کو تباہ کر دیتا ہے اور دونوں جہانوں کی سعادت سے دور کر دیتا ہے ۔شیطانی وسواس اور نفس کی غلامی سے نجات کا راستہ دنیاوی افکار کی نفی ہے جو اپنے نفس کو دنیاوی افکار سے بچالے وہ برے اعمال اور گناہوں کا مرتکب نہیں ہوتا ۔اس طرح اُسے جاویدانی سعادت حاصل ہوتی ہے ۔کیونکہ صحیح وسالم فکر انسان کو غم واندوہ اور

۱۔شرح غرر الحکم:۴/۲۱۴

دنیاوی افکار سے نجات دیتی ہے کہ جوافکار انسان کی سعادت وخوشبختی کو ویران کرتی ہیں۔

صحیح و سالم فکر کے طریقے

۱۔ دقت اور سوچ سے فکر کو سالم کرنا

دقت وتامل، افکار کی بررسی، صحیح فکر اور فاسد فکر کو ختم کرنے میں مہم کردار ادا کرتے ہیں۔خدا کے مقرب ملک جبرائیل امین پیغمبر اکرمؐ کے لئے مناجات لائے تا کہ وہ امت کے لئے مورد استفادہ قرار پائے ان مناجات میں ہے:

" والهمتني رُشدی بتفضلک و اجلیت بالرجاء لک قلبی وازلت خدعة عدوی عن لبّی و صححت با لتامل فکری "(۱)

پروردگارا تو نے اپنے فضل سے میری ہدایت کا الہام فرمایا، تجھ سے امیدواری نے میرے دل کو جلا بخشی اور تامل کے ذریعہ میری فکر کو سالم کیا۔

۲۔ پرخوری سے پرہیز کرنا

فکر کی تصحیح اور تامل پر قدرت کے لئے پرخوری سے پرہیز وخودداری کرنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ کھانا، پینا اگر اعتدال کی حد سے بڑھ جائے تو یہ فکر کو فاسد کرنے میں اثر انداز ہوتا ہے۔آسائش فکری، آسائش جسمی سے مرتبط ہے۔

فکر اس صورت میں آسائش وراحت میں ہوگی کہ جب پرخوری کا احساس نہ ہو۔اس وقت انسان کو ذہن زشت وشیطانی افکار کے طغیان سے محفوظ رہے گا۔

۱۔ بحارالانوار۹۵/۱۶۳

حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں:

" من اقتصر فی اکله کثرت صحته و صلحت فکرته " (۱)

جوکھانے میں لازم حد تک اکتفا کرے،اس کی صحت جسمی بیشتر ہوگی اور فکر میں اصلاح ہوگی ۔

پرخوری کی وجہ سے بدن کے بخارات زیادہ ہوکر دماغ کی طرف جاتے ہیں اور شیاطین کے نفوذ کی قدرت بڑھ جاتی ہے اسی وجہ سے فاسد افکار اور شیطانی وسوسے بھی زیادہ ہو جاتے ہیں ۔زیادہ کھانے سے پرہیز کی صورت میں بدن کے بخارات کم ہوکر نفوذ شیاطین کے راہ بھی کمتر ہو جاتے ہیں پھر وسوسہ شیطانی اور فاسد افکار کم ہو جاتے ہیں اور فکر اصلاح پاتی ہے ۔

۳۔فکری اشتباہات میں مبتلا افراد سے پرہیز کرنا

صحیح و سالم فکر کے لئے ایسے افراد سے پرہیز کرنا ضروری ہے کہ جو فکری اشتباہات کا شکار ہوں ۔زود باور افراد سے کنارہ گیری و دوری انسان کو ان کے فکری اشتباہات سے محفوظ رکھتی ہے جلدی باور کرنے والے سادہ لوح افراد اور جو لوگ جلدی دوسروں سے فریب کھا جائیں وہ فکری لحاظ سے ضعیف و کمزور ہوتے ہیں ۔

حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں:

" من ضعفت فکرته قویت غرّته "(۲)

جس کی فکر ضعیف ہو،اس کا فریب کھانے کا امکان قوی ہو جاتا ہے ۔

ضعیف فکر انسان کے دھوکا کھانے کے امکانات مہیا کرتی ہے ۔کیونکہ جب ایسے افراد میں غور وفکر کی قدرت کم ہو تو ان میں وہم وخیال کی قوت زیادہ ہو جاتی ہے اسی لئے وہ دوسروں کی رائے

۱۔شرح غررالحکم ۳۷۲/۵

۲۔شرح غررالحکم ۲۸۰/۵

اور نظریات کو جلدی قبول کر لیتے ہیں کیونکہ وہم وخیال کا غلبہ قبول کرنے کی حالت کو ایجاد کرتا ہے لیکن سوچ وفکر دلیل وبرہان اور قبول کرنے کی حالت کو شرائط کے ساتھ تسلیم کرتی ہے اسی وجہ سے تعلیمات وفرمائشات اہل بیت عصمت وطہارت میں فکری لحاظ سے ضعیف افراد سے مصاحبت وواسطہ سے منع کیا گیا ہے تا کہ ان کی صحبت وہمنشینی کی وجہ سے ان کے اشتباہات دوسروں تک سرایت نہ کریں۔

تمرکز فکر،غور وفکر کی قدرت میں اضافہ کا باعث ہے:

جو کوئی غور وفکر کر رہا ہو اس کے لئے ذہنی اطمینان و آرام وسکون ہونا ضروری ہے کیونکہ تشویش ذہنی،تمرکز فکر سے مانع ہے پس جب فکر متمرکز نہ ہو تو اس کی قدرت کم ہو جائے گی۔

تمرکز فکر کے لئے پر سکون اور آرام دہ محیط وماحول ہو جو محیط فکر کو پراکندہ کرے،اسی طرح ہیجان اور روحی آشفتگی کے وقت بھی فکر کو مکمل طور پر کنٹرول نہیں کر سکتے۔

اگر تمرکز فکر کی قدرت پیدا ہو جائے تو قوی وقدرتمند فکر حاصل ہوگی۔کیونکہ اس میں کوئی شک وتردید نہیں کہ تمرکز فکر کی قدرت کوئی حد تک بڑھاتا ہے۔لہذا تمرکز فکری کا طریقہ سیکھیں اور اس کے موانع کو برطرف کریں۔

تمرکز فکر انسان کے باطنی وروحی حالات سے حاصل ہوتا ہے۔لہذا اسے بہت تیزی سے حاصل کرنے کے لئے تمرین ومشق کریں تا کہ وقت کے ساتھ ساتھ ہم میں یہ قدرت ایجاد ہو سکے۔

جب تمرکز فکر کی قدرت پیدا ہو جائے اور اس سے استفادہ کریں تو آپ کے لئے کامیابی تک پہنچنے کے راستے کھل جائیں گے۔

بہت سے دانشمند وطالب علم نوابغ کی حالت میں غبطہ وحسادت کا شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ ذہین نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہوتے ہیں جب کہ بعض مصنفین معتقد ہیں:

''ایک ذہین اور عادی یا عام فردی کی فکر میں فرق ہے کہ ذہین شخص اپنے ذہن کو خاص اور بیشتر طریقہ سے مورد استفادہ قرار دیتا ہے۔آپ بھی اپنے ذہن کو خاص اور بیشتر طریقہ سے مورد استفادہ

قرار دینے پر قادر ہیں''۔

بعض گمان کرتے ہیں کہ ذہین افراد بچپن سے ہی غیر معمولی حافظے کے مالک ہوتے ہیں لیکن ان کی یہ سوچ درست نہیں ہے کیونکہ بہت سے ذہین افراد میں بڑے ہونے تک ذہانت نامی کوئی چیز موجود نہیں ہوتی ۔حتی کہ بعض اپنے والدین اور تربیت دینے والوں کی نظر میں بچگانہ ذہن کے مالک تھے ۔آئن سٹائن کہ جو اس دنیا میں ایک ذہین ترین فرد کے طور پر پہچانا جاتا ہے، وہ بھی ان ہی افراد میں سے ایک تھا۔

بہت سے ذہین افراد نے اپنی ذہانت کو اپنی عمر کے آخری حصوں میں نکھارا اگرچہ بعض ذہین افراد میں ذہانت کی علامات بچپن ہی سے جلوہ گر ہوتی ہیں ۔

لیکن یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ تمام ذہین افراد میں ذہانت کی علامات و نشانیاں بچپن سے آشکار ہوتی ہیں کیونکہ جس طرح ہم نے عرض کیا کہ ممکن ہے کہ انسان قوہ فکری سے استفادہ کرتے ہوئے ایک جدید، فوق العادہ اور استثنائی شخصیت کا مالک بن جائے ۔

تمرکز فکر ذہنی و فکری قوۃ اور قدرت فکر سے بیشتر استفادہ کرنے کا ایک موثر ذریعہ ہے ۔فکر اور تمرکز فکر اس قدر اہم ہے کہ ہم نے ابھی تک اس کے ہزاروں میں سے ایک راز کو بھی دریافت نہیں کیا۔افکار کو تجسم دینا اور فکری موجودات کو ایجاد کرنا فکر کے ناشناختہ مسائل میں سے ایک ہے جس طرح ہم روح کی حقیقت کو نہیں جانتے اسی طرح حقیقت فکر بھی ہمارے لئے مجہول ہے۔کیونکہ غور و فکر کا سرچشمہ روح انسان ہے،۔کیونکہ جو انسان اپنی روح کو کھودے وہ تفکر و تدبر پر قادر نہیں ہے ۔ بس روح سے فکر جنم لیتی ہے اور ذہن ایک وسیلہ ہے کہ جس کے ذریعہ روح انسان کے غور و فکر کو ظاہر کرتی ہے۔جس طرح آنکھ روح کے لئے وسیلہ ہے کہ انسان تسلط روح کے ذریعہ آنکھوں سے اشیاء کو دیکھتا ہے ۔

نتیجہ بحث

آپ غور وفکر،تفکر وتعقل کے ذریعہ دنیا کے عالی،عظیم ترین اور قیمتی خزانوں کواپنے ذہن سے نکالیں اور تامل ودقت کے ذریعہ اپنی افکار سے پرارزش گوہر حاصل کریں کہ جس کے سامنے بہت سے قیمتی خزانے کوئی قیمت نہیں رکھتے ۔اپنی فکرکومتمرکز کریں اورتمرکز فکر کی قدرت سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی عقلی وذہنی قوت کی افزائش کریں غور وفکر کے ذریعہ آپ نہ صرف ذہن اوراپنے آگاہ ضمیر میں تبدیلیاں ایجادکرسکتے ہیں ۔بلکہ آپ اپنے اس ضمیر میں بھی تبدیلی لاسکتے ہیں کہ جواپنے سے آگاہ نہیں ہے۔

فکر آپ کے نفس وروح کے لئے مقناطیس ہے کیونکہ آپ جس موضوع کے بارے میں سوچیں وہ آپ کواس کی طرف جذب کرے گا۔

تفکر کے ذریعہ فضائل ومناقب اہل بیت علیہم السلام سے اپنی روح کوبلندیوں پر لے جائیں تا کہ اس خاندان وحی کے لئے مجذوب بن سکیں۔

اس کائنات،ملکوت آسمان وزمین اورآیات الٰہی سے آشکار عظمتوں میں تدبر وتامل سے آپ میں عظیم تبدیلیاں وتحولات وجود میں آئیں گے۔

اشتباہات فکری کے شکارافراد کی صحبت وہمنشینی سے گریز کریں اور عالی وبزرگ فکر کے مالک افراد کی مجلس میں بیٹھیں۔

به یك تدبیر نیکو آن توانکرد   که نه توان با سپاه بیکران کرد

به رأیی لشکری را بشکنی پشت   به شمشیری یکی تا ده توان کشت

ایک اچھی سوچ وفکروہ کام بھی کرسکتی ہے کہ جسے بہت بڑالشکر بھی انجام نہیں دے سکتا۔ رائے ونظریہ کے ذریعہ لشکر کوشکست ومات دے سکتے ہیں لیکن تلوار کے ذریعہ ایک سے دس افراد کوہی قتل کیاجاسکتاہے۔

دوسرا باب

مشورہ

حضرت امیر المومنین علیؑ فرماتے ہیں:

" افضل من شاورت ذو التجارب''

تجربہ کار سے مشورہ کرنا سب سے بہتر ہے ۔

دوسرا باب

مشورہ

مشورہ کرنے کی ضرورت

سعی وجستجو اس صورت میں مفید ثابت ہوتی ہے کہ جب وہ صحیح راہ پر قرار پائے اور اس کا درست نتیجہ ہاتھ آئے ۔اگر انسان کی فعالیت وکوشش صحیح شرائط کے ساتھ انجام نہ پائے تو اتلاف عمر اور تھکاوٹ کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔لہذا ہر کام اور پروگرام کوشروع کرنے سے پہلے اس پر دقت کریں اور کامیابی وناکامی کی تمام شرائط کی تحلیل وبررسی کریں ۔اس کے بعد اگر آپ دیکھیں کہ اس کام سے اچھا اور عالی نتیجہ حاصل ہو رہا ہے تو اس کام کا آغاز کریں اگر اس کام کا نتیجہ آپ کے لئے روشن نہ ہو سکے تو کسی ایسے شخص سے مشورہ طلب کریں کہ جو آپ کا ہمدرد، دلسوز اور اس مسئلہ سے مطلع وآگاہ ہو پھر اگر اس کام میں کوئی صلاح دکھائی دے تو اس کام کا آغاز کریں ۔

حضرت رسول اکرمؐ ایک روایت میں فرماتے ہیں:

"تَواضعْ لِلّٰهِ ، يَرْفعکَ اللّٰهُ وَلاَ تَقْضِيَنّ الاّ بِعلمٍ فَانّ اشکل عليک امر فسل ولا تستحيى ، واستشر ثمّ اجتهد فانّ اللّٰه عزّ وجلّ ان يعلم منک الصدق يوفقک "(۱)

خدا کے لئے تواضع کرو، تا کہ خدا تمہیں سربلند کرے اور تم قضاوت نہ کرو مگر جس کے بارے

۱۔بحارالانوار:۲۱/۲۰۸

میں تم علم وآ گاہی رکھتے ہو۔پس اگر کوئی امر تمہارے لئے مشکل ہوتو اس کے بارے میں سوال کرواور سوال کرنے میں مت شرماؤ،اس کے بارے میں مشورہ کرواور پھراس کام کوانجام دینے کی کوشش کرو، کیونکہ خداوندمتعال اگرتم میں صداقت جانے توتمہیں کامیاب فرمائے گا۔

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ پیغمبر نے ارشادفرمایا:''مشکل امور میں دوسروں سے پوچھواور مشورہ کرواوراس کے بعداس کام کوانجام دینے کی کوشش کرو''۔

مشورہ ترقی و پیشرفت کا اہم ذریعہ

جومعنوی مقام کی اوج پر اور بندگی خداوند کے عالی درجات پر فائز ہیں اور جو راہ کمال کے حصول کے لئے کوشاں اورتقرب اہل بیتؑ کی جستجو میں ہیں وہ یہ جان لیں کہ مشورہ عظیم لوگوں کی ترقی وپیشرفت میں بہت اہم کردار کا حامل ہے۔اب جنہوں نے معنوی سفر کا آغاز کیا ہےاور جوآیات وروایات اوراہل بیت عصمت وطہارت علیہم السلام کے ارشادات سے ناواقف ہیں کہ جوانسان کو سیدھا راستہ دکھاتی ہیں۔لہذا وہ کسی عاقل،متقی اورفہمیدہ انسان سے مشورہ کریں اوران کے تجربات اوررہنمائی سے استفادہ کریں۔ایسے بزرگ افراد سے مشورہ کریں کہ جونعمت علم وفہم سے آراستہ ہوں اورجن کوصحیح راستہ مل گیا ہواوراس پر گامزن ہوں نہ کہ ان لوگوں سے مشورہ کریں کہ جوآدھے راستے میں بیٹھ گئے ہوں اورکاروان کوبھی اس پر چلنے سے روک کے رکھا ہو۔

حضرت امیر المومنینؑ ایسے افراد سے مشورہ کوہدف ومقصد تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ قرار دیتے ہیں کہ جنہیں صحیح راستہ مل چکا ہو۔

" لا ظهير كا لمشاورة " (۱)

انسان کے لئے مشورہ سے بڑھ کرکوئی مددگارنہیں ہے۔

۱۔بحارالانوار۷۵/۱۰۴

فتحی کہ جہاں از او گشادند　　در بازوی مشورت نہا دند

گر عقل تو عقدہ می گشاید　　با ناخن شور خوشتر آید

وہ فتح کہ جس کے ذریعہ دنیا کو فتح کیا وہ مشورہ کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے اور اگر آپ کی عقل گرہ کھول سکتی ہے تو یہ ناخن کے ذریعہ گرہ کھولنے سے بہتر ہے۔

کس کے ساتھ مشورہ کریں؟

امام صادق مشاور کی شرائط کے بارے میں فرماتے ہیں:

''استشیر العاقل من الرجال الورع، فانّه لا یأمر الّا بخیرٍ ...''.

عاقل مردوں کے ساتھ مشورہ کرو کہ جو پرہیز گار ہوں۔ کیونکہ وہ تمہاری راہنمائی نہیں کریں گے مگر خیر واچھائی کی طرف۔

اس امر سے بھی متوجہ رہیں کہ کبھی مشورہ، مشورہ کرنے والے کے لئے بہت نقصان کا سبب بنتا ہے کہ جب بعض موارد میں یہ اسے گمراہی وضلالت کے تاریک کنویں میں دھکیل دیتا ہے اسی وجہ سے خاندان وحی رسالت نے مشورہ کے بارے میں کچھ شرائط ذکر فرمائی ہیں تا کہ ایسی غلطیوں اور اشتباہات سے محفوظ رہ سکیں۔

آپ جس شخص سے مشورہ کرنا چاہتے ہوں اس میں مشاور کی صلاحیت ہونی چاہئے اور اس سے جس موضوع کے بارے میں سوال کیا جائے وہ اس کے جواب کے لئے مکمل آمادگی رکھتا ہو۔لہذا روایات اہل بیت علیہم السلام کی نظر میں ایسے شخص سے مشورہ کیا جائے کہ جو اس کی تمام خصوصیات کا مالک ہو۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں:

" **شاور فی امورک ممّا یقتضی الدین من فیه خمس خصالٍ عقل، و حلم، و تجربة، و نصح، و تقویٰ ...** "(۱)

اپنے امور میں کہ دین جن کا اقتضاء کرتا ہے کسی ایسے سے مشورہ کرو کہ جس میں پانچ خصوصیات موجود ہوں:

۱۔عقل ۲۔حلم ۳۔تجربہ ۴۔نصیحت کرنے والا ۵۔تقویٰ

مشکل مسائل میں فقط ایسے شخص سے مشورہ کیا جائے کہ جو فہمیدہ، تجربہ کار، تقویٰ دار، بردبار، وحلیم اور اہل نصیحت ہو اور جن افراد میں یہ خصوصیات نہ ہوان سے پرہیز کیا جائے ورنہ ممکن ہے کہ انسان ہدایت کی بجائے ضلالت وگمراہی میں مبتلا ہو جائے۔لہذا ایسے شخص سے مشورہ کیا جائے کہ جو اس کے لئے آمادگی رکھتا ہو۔

به هر کار با کاروان راز گوی　　در چاره از رأیی او باز جوی

زدن با خداوند فرهنگ رأیی　　به فرهنگ باشد تو را هنمائی

امام صادقؑ ایک اور روایت میں ایسے شخص کو بیشتر شرائط بیان فرماتے ہیں کہ جس سے مشورہ کیا جائے:

" **انّ المشورة لاتکون الّا بحدودها، فمن عرفها والّا کانت مضرّتها علی المستشیر اکثر من منفعتهاله، فأوّلها ان یکون الذی یشاوره عاقلاً، والثانیة ان یکون حُرّاً متدیناً، والثالثة ان یکون صدیقاً مواخیاً، والرابعة ان تطلعه علی السرّک فیکون علمه به کعلمک بنفسک، ثمّ یستشر ذالک و یکتمه فانّه اذا کان عاقلاً انتفعک بمشورته، واذا کان حراً متدیّناً جهد نفسه فی النصیحة لک،**

۱۔ بحارالانوار ۷۵/۱۰۳

و اذا كان صديقاً مواخياً كتمم شرك اذا طلعته عليه، و اذا اطلعته على سرك فكان علمه به كعلمك تمت المشورة و كملت النصيحة" (۱)

مشورہ کی کچھ شرائط ہیں اگر کوئی اسے جان لے تو اچھا ہے ورنہ مشورہ کرنے والے کو فائدے سے زیادہ نقصان کا سامنا ہوگا۔

۱۔مشاور عاقل وفہمیدہ ہو۔

۲۔وہ آزاد اور متدین ہو۔

۳۔آپ سے برادرانہ صداقت رکھتا ہو۔

۴۔آپ اسے اپنے راز سے آگاہ کریں تاکہ وہ آپ کی طرح موردِ مشورہ کے تمام پہلوؤں سے آگاہ ہوجائے اور پھر اسے مخفی وپوشیدہ رکھے۔

اگر وہ عاقل وفہمیدہ ہوتو اس سے مشورہ کرنا مفید ثابت ہوگا اگر وہ آزاد ومتدین ہوتو آپ کو نصیحت کی سعی وکوشش کرے گا اور جب وہ برادرانہ صداقت رکھتا ہوتو وہ آپ کے رازوں کو پوشیدہ رکھے گا۔اور جب آپ اس کو اپنے راز بتادیں کہ جس طرح آپ اس مسئلہ سے آگاہ ہیں تو وہ آپ کو کامل اور صحیح مشورہ دے گا۔پس نصیحت کامل ہوجائے گی۔

گویند که بی مشاورت کار مکن الحق سخنی خوشست انکار مکن

لیکن به کسی که از غمت غم نخورد گر دُر ز دهن بریزد اظهار مکن

کہتے ہیں کہ مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرو اور حق یہ ہے کہ کسی اچھی بات کا انکار نہ کرو، لیکن جو تمہارے غم میں غم خوار نہ ہو اگر وہ اپنے منہ سے موتی بھی نچھاور کرے تو اس کا اظہار نہ کرو۔

اس بنا پر بے خبر اور نادان افراد سے مشورہ کرنا بہت خطرناک ہوسکتا ہے کہ جن میں مشاور کی شرائط نہ ہو۔کیونکہ وہ انسان کو گمراہی وتباہی میں مبتلا کردے گا۔

امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں: "**لا تشاور من لا یصدّقه عقلک**" (۱)

جسے عقل قبول نہ کرے اس سے مشورہ نہ کرو۔

طبیبی که باشد و زرد روی — ازاو داوری سرخ روئی مجوی

جوطبیب خود ہی بیمار ہو اس سے صحت یابی کی امید رکھنا عقل مندی نہیں ہے۔

مشورہ کے بعد اس پر عمل کریں

شائستہ افراد سے مشورہ کرنے میں آپ کا ہدف و مقصد ان کی رائے کو قبول کرنا ہو اور حقیقت مل جانے کی صورت میں اسے قبول کر کے اس پر عمل کریں نہ کہ فقط اس کی صحبت میں وقت گزار کر، آگاہ افراد کی نصیحت کو ان سنا کر کے فراموش کر دیں۔ کیونکہ اس صورت میں افسوس و پریشانی آپ کا استقبال کرے گی۔

حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں: "**اما بعد فانّ معصیة الناصح الشفیق العالم لمجرب تورث الحسرة و تعقب الندامة**" (۲)

شفیق و مہربان، عالم و صاحب تجربہ نصیحت کرنے والے شخص کی مخالفت کے بعد حسرت و پشیمانی حاصل ہوگی (۳)

اس بناء پر اگر آپ کسی آگاہ و شائستہ شخص کی صحبت میں بیٹھ کر اس کی نصیحتوں کو سنیں اور اس کی باتوں اور نصیحتوں پر عمل کرنے کے لئے کمر ہمت باندھ لیں تو آپ سعادت مند ہو جائیں گے اور پھر

۱۔ بحارالانوار ۷۵/۱۰۳ ۲۔ نہج البلاغہ خطبہ ۳۵

۳۔ اگر صدر اسلام کے مسلمان کائنات کے پہلے مظلوم امیرالمومنین علی علیہ السلام کے گراں قیمت فرمان کو سنتے اور اس پر عمل کرتے تو مظلوم لوگوں پر ظالم و جابر، طاغوت اور ان کے وارثوں کی حکومت کی نوبت نہ آتی لیکن زنگ آلود قلوب پر ان تمام نصیحتوں کا کوئی اثر نہ ہوا اور افسوس کہ انسانوں کی سیاہ تاریخ اسی طرح جاری رہی۔

آپ پشیمانی،افسوس اورفکری پریشانی کا شکارنہیں ہوں گے۔

مشورہ نہ کرنے کا انجام

مختلف کاموں میں مشورہ نہ کرنے کی وجہ لاعلمی ونا آگاہی ہے یا اس کی وجہ استبدادرائے ہے۔ یعنی جواپنے کرداروں رفتار کوسو فیصد صحیح اور بے اشکال سمجھےاور کسی سے مشورہ کرنے کے لئے تیارنہ ہو،وہ استبدادرائے میں مبتلا ہے۔ایسے افراداس صفت کی وجہ سے اپنے کوخطرے میں ڈالتے ہیں حضرت امیرالمومنینؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

"والاستشارة عين الهداية و قد خاطر من استغنیٰ برأيه"(۱)

مشورہ کرناہدایت کا چشمہ ہےاوراگرکوئی اپنی شخصی رائے کی وجہ سے اپنے کودوسروں سے مستغنی سمجھےتو وہ اپنے کوخطرے میں ڈالتا ہے۔

دنیا کے بہت سے حکمرانوں میں غرور،استبدادرائے کی صورت میں ظاہرہوتا ہےجس کی وجہ سے وہ کبھی اپنے اورکبھی اپنی مملکت کونیست ونابودکردیتے ہیں۔اسی وجہ سے کائنات میں منصب امامت کے لئے پہلے شائستہ ترین امام حضرت علیؑ نے فرمایا کہ:"جواپنے کواپنی شخصی رائے کی وجہ سے دوسروں سے بے نیازو مستغنی سمجھےوہ اپنے کوخطرے میں مبتلا کرتا ہے۔

اس بناء پر جودوسروں کے ساتھ مشورہ کرنے کو بیٹھنے کے لئے تیارنہ ہواور جواپنی رائے و عقیدےکودوسروں سے بہتر وبرتر سمجھتاہو،وہ اپنی رائے میں استبدادرکھتا ہے جوکہ ہلاکت ونابودی کو سبب ہے کیونکہ ایساشخص کسی کام کوبھی انجام دیتےوقت دوسروں سےاپنی شخصی رائےاورعقیدے کے علاوہ کسی اورراہ کاانتخاب نہیں کرتااگرچہ اس کامنتخب کیاہواراستہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔

۱۔نہج البلاغہ،قصارالحکم۲۰۲

حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں:

" من استبدّ برأیه هلک و من شاور الرجال شارکها فی عقو لها "(۱)

جو اپنی رائے میں مستبدّ ہو، وہ ہلاک ہوجاتا ہےاور جو دوسرےلوگوں سےمشورہ کرے گویا وہ ان کی عقلوں میں شریک ہوجاتا ہے۔

ان فرامین وارشادات سے یہ استفادہ کرتے ہیں کہ جو کسی کام میں مشورہ نہیں کرتا اور استبداد رائے کا مالک ہو وہ بہت بڑےنقصان کا متحمل ہوتا ہےاور جو دوسروں سےمشورہ کرتے ہیں وہ نہ صرف ہلاکت سے رہائی پاتے ہیں بلکہ صاحبان نظر کی عقلوں میں بھی شریک ہوتے ہیں۔

بنای کار خود را با مشاورت ننهی   نه حق شرع گذاری نه داد عدل دهی

مکن غرور و بکن مشورت به اهل خرد   که در مشاورت از سهو و از خلل برهی

اگر اپنے کاموں کی بنیاد مشورے کےذریعہ نہیں رکھوگےتو آپ کو نہ ہی تو شرع گزاری کا حق ہےاور نہ ہی فیصلہ اور عدل کرنے کا۔غرور نہ کرو بلکہ اہل عقل وخرد سےمشورہ کرو کیونکہ مشورے سے سہو وخلل کےذریعہ نجات پاسکتے ہیں۔

مادی مسائل میں بھی کبھی مشورہ نہ کرنے سےناقبل جبران نقصان ہوتا ہےاب نمونہ کےطور پر ایک مورد کو ذکر کرتے ہیں: جب سب لوگ سونے کی تلاش وجستجو میں تھےتو ''داربی'' نامی شخص کے ایک چچا کو بھی سونے کی ہوس کا بخار ہوگیا اس نےغرب کا رخ کیا تاکہ زمین کھود کر مال وثروت حاصل کرےاس نے یہ نہیں سنا تاکہ انسان کے ذہن میں موجود سونا، زمین میں مخفی سونے سے بیش قیمت ہے وہ اجازت نامہ لےکر بیلچہ اٹھائے زمین کو کھودنے لگا ایک ہفتہ کی کوشش کےبعد وہ سونے کی سطح تک پہنچ گیا اب سے کسی وسیلہ وآلہ کی ضرورت تھی کہ جس کی مدد سےوہ زمین کا سینہ چیر کرسونے کو

۱۔نہج البلاغہ،قصار الحکم۱۵۲

نکال سکے اور کسی کو اس کی خبر بھی نہ ہو ۔لہذا اس نے اس معدن کو چھپا دیا اور واپس اپنے شہر چلا گیا اس نے اپنے رشتہ داروں اور بعض ہمسایوں کو بتایا، وہ سب جمع ہوئے اور انہوں نے مل کر زمین کھودنے کے لئے ایک مشین خریدی اور سونے کی کان والی جگہ آ گئے ''داربی'' اور اس کے چچا کام میں مصروف ہو گئے جب انہوں نے وہاں زمین کھود کر مٹی کا پہلا ٹرک نکالا تو معلوم ہوا کہ انہیں سونے کی بہت بڑی کان ملی ہے سونے والی مٹی کے چند ٹرک نکالنے کے بعد انہوں نے تمام قرض ادا کر دیئے اور پھر انہیں بہت زیادہ منافع بھی ہوا وہ جتنی زمین کھودتے داربی اور اس کے چچاؤں کی ہوس بڑھ جاتی یہاں تک کہ سونے کی وہ سطح گم ہو گئی اور پھر سونے کی کان کے کوئی اثرات نہ ملے لیکن انہوں نے اپنے کام کو جاری رکھا مایوسی کے عالم میں بھی انہوں نے سونے کی تلاش کے لئے نئے سرے سے آغاز کیا لیکن کامیاب نہ ہو سکے لہذا انہوں نے ارادہ کیا کہ اب اس کام سے ہاتھ اٹھا لیں، انہوں نے زمین کھودنے کی مشین چند سو ڈالر میں فروخت کر دی اور ریل کے ذریعہ اپنے علاقے میں واپس آ گئے ۔

جس نے وہ مشین خریدی، اس نے ایک انجینئر سے تقاضا کیا کہ وہ معدن کا معائنہ کرے انجینئر نے بتایا کہ زمین کھودنے والے معدن کے اصولوں اور قوانین سے نا آشنا تھے اور وہ ہار کر واپس چلے گئے ۔انجینئر نے بتایا کہ انہوں نے جس جگہ کام چھوڑا تھا اس سے ۹۰ سینٹی میٹر کے فاصلے پر سونے کی سطح ہے لیکن وہ ہار کر واپس لوٹ گئے ۔

جس شخص نے زمین کھودنے کی مشین خریدی تھی وہ ایک بہت اہم حقیقت سے واقف تھا کہ کسی چیز میں ہار ماننے اور کام کو چھوڑنے سے پہلے اس کے ماہر سے مشورہ کرنا ضرور کریں ۔

نتیجۂ بحث

مادی ومعنوی امور میں آگاہ، فہمیدہ وپرہیزگار شخصیات سے مشورہ ترقی وپیشرفت کا ذریعہ ہے ایسے افراد سے مشورے کے ذریعہ آپ ان باصلاحیت وصاحب نظر افراد کے افکار وتجربات سے مستفید ہو سکتے ہیں ان کی راہنمائی سے استفادہ کرتے ہوئے آپ اپنے کو حیرت وسرگردانی سے نجات دے سکتے ہیں۔ان کے خدا پسندانہ نظریات کی مدد سے عظیم اہداف سے آشنا ہو کر ان عالی اہداف ومقاصد کے لئے قدم بڑھائیں ان دلسوز اور بزرگ افراد سے مشورہ کر کے ان کی سالہا سال کی زحمت اور تلاش وکوشش سے استفادہ کریں۔

باصلاحیت افراد کے مشورہ سے استفادہ کر کے ان کی فکر سے مستفید ہوں اور اعلیٰ اہداف کی اہمیت وارزش سے آگاہ ہوں اور ان اہداف تک پہنچنے کی تلاش وجستجو کریں تاکہ آئندہ افسوس اور پشیمانی میں دچار نہ ہوں۔

مشاورت ترک کرنے سے نہ صرف معنوی مسائل بلکہ مادی امور میں بھی ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے پرہیزگار وبزرگ افراد سے مشورہ آپ کی شکست کے لئے مانع ہے۔

هر که بی مشورت کند تدبیر　　غالباً بر هدف نیاید تیر

بیخ بی مشورت چو بنشانی　　بر نیارد به جز پشیمانی

جو بھی مشورہ کے بغیر تدبیر کرے تو غالباً اس کا تیر نشانے پر نہیں لگتا۔اور اگر کسی چیز کی مشورہ کے بغیر بنیاد ڈالو گے تو پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

تیسرا باب

ھدف

حضرت امیر المومنین علیؑ فرماتے ہیں:

" جمیل المقصد یدلّ علیٰ طھارة المولد "

خوبصورت (باارزش) ہدف مولد کی طہارت پر دلالت کرتا ہے ۔

تیسرا باب

هدف

بہترین ہدف کا انتخاب کریں

اس کم فرصت اور محدود عمر میں وقت کو ضائع کرنے والے امور سے گریز کریں اور ایسے مہم اور ضروری مسائل میں وقت صرف کریں کہ جو دنیا و آخرت کے لئے سودمند ہوں ۔

ہم مہم ترین اور ضروری مسائل کو اپنا ہدف قرار دیں اور ان تک پہنچنے کے لئے کوشش کریں ۔ کیونکہ غیر ضروری اور غیر مہم مسائل میں وقت صرف کرنے سے ہم اساسی و باارزش امور بھول جائیں گے اور خلقت کے عالی ہدف و مقصد تک نہیں پہنچ پائیں گے۔

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

" من اشتغل بغير المهمّ ، ضيّع الدهمّ "(۱)

جو غیر مہم امور میں لگا رہے وہ مہتر ین امور کا ضائع کر دیتا ہے ۔

اہمیت نہ رکھنے والے غیر ضروری مسائل میں مصروف رہنے سے بزرگ واعلیٰ اہداف سے پیچھے رہ جائیں گے یہ ایک حقیقت ہے کہ جسے حضرت امیر المومنینؑ نے مختصر سے کلام کے ضمن میں بیان فرمایا ہے تا کہ اس سے بشریت بالخصوص جوان و نوجوان نسل درس لے ۔اگر بشریت مولاؑ کے اس فرمان

۱۔شرح غرر الحکم ۵/۳۳۰

سے درس لے تو دنیا میں عظیم تبدیلیاں وتحولات وجود میں آئیں گے چونکہ ہماری عمر محدود ہے اور ہم میں تمام امور کو احاطہ کرنے کی قدرت وتوانائی نہیں ہے، لہذا اسے بہترین اور باعظمت امور میں صرف کریں اور بے ارزش امور میں وقت صرف کرنے سے پرہیز کریں کہ جو عمر کے ضیاں وتباہی وبربادی کے علاوہ کچھ نہیں عمر سے اچھے طریقہ سے استفادہ کرنے اور اسے مہم وباارزش امور پر صرف کرنے کے لئے ہماری فکر جزئی مسائل کی طرف مشغول نہیں ہونی چاہیے تا کہ ہم بہترین اہداف ومقاصد کو حاصل کرسکیں۔

حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں:

" انّ رأیک لا یتّسع بکلّ شیءٍ فضرّ عنه للمهمّ "(۱)

تمہاری فکر تمام امور کو احاطہ کرنے کی وسعت نہیں رکھتی لہذا اسے مہم امور کے لئے استعمال کرو۔

ہدف کے نتیجہ پر توجہ کریں

مہم ترین وبہترین ہدف کے انتخاب کے لئے اس کا انجام ونتیجہ کاملاً واضح ومعلوم ہو لہذا ایسے کام اور پروگرام ترتیب دیں کہ جس کے انجام کو ہم اپنا ہدف قرار دیں اور اس کے بارے میں ہمیں مکمل شناخت ہو اور تحقیق وبررسی کے بعد اس کا نتیجہ ہمارے لئے روشن ہو۔

اس کے نتیجہ کو خاندان عصمت وطہارت علیہم السلام سے حاصل ہونے والی فرمائشات سے موازنہ کے بعد اپنی ہمت کو ہدف تک پہنچنے کے لئے تقویت دیں اور سستی وغفلت اور فراموشی کو ترک کردیں۔

۱۔ شرح غرر الحکم ۲/۶۰۶

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

" **اذا هممت بامرٍ فتدبّر عاقبته فان کان خیراً فاشرِع الیه و ان کان شرّاً فانته عنه** "(۱)

جب کسی کام کو کرنے کے لئے ہمت کرو تو اس کے انجام کے بارے میں تدبر کرو اگر وہ کام اچھا اور پسندیدہ ہو تو اس کو انجام دو اور اگر وہ برا اور برا ہو تو اسے انجام دینے سے باز رہو۔

جب آپ کسی کام کو اپنا ہدف قرار دیں تو اس کے انجام کے بارے میں بررسی و تحلیل کریں اور اس کے آئندہ کو اچھی طرح تشخیص دینے کے بعد اس کام کو شروع کریں پھر اسے آج کل انجام دینے کی بجائے فرصت سے استفادہ کرتے ہوئے اس کام کو انجام دیں کہ جب تک آپ کے لئے کوئی مانع درپیش نہ آئے یہ وہ راستہ ہے کہ جس پر بزرگان چلے آپ بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس مسیر کو طے کریں۔

انسان کی تخلیق کا کیا ہدف ہے؟

جس طرح ہم نے کہا کہ انسان کا زندگی میں کوئی ہدف ہونا چاہیئے لہذا اسے عالی ترین اہداف کی شناخت ہو، تا کہ ان میں سے بہترین کا انتخاب کرے خلقت انسان کے سرو راز سے آشنائی ہماری راہنمائی کر سکتی ہے اور ہمارے لئے حقیقت کو آشکار کر سکتی ہے۔

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: " **وما خلقت الجنّ والا نس الّا ما لیعبلون** " (۲)

میں نے جن و انس کو خلق نہیں کیا مگر یہ کہ وہ میری عبادت کریں۔

تفسیر نور الثقلین میں اس آیت کے ذیل میں امام صادقؑ سے ایک روایت کو ذکر کیا گیا ہے:

" **قال خرج الحسین بن علیؑ علیٰ اصحابه. فقال : ایّها النّاس انّ اللّٰه عزّ وجلّ**

۱۔ بحار الانوار ج۷۷ ص۳۴۲

۲۔ سورہ الذاریات آیت ۵۶

ذکرہ ، ماخلق العباد الاّ لیعرفوہ، فاذا عرفوہ عبدوہ ، فقال لہ رجل یابن رسول اللّٰہ بابی انت و امّی فما معرفت اللّٰہ؟ قال: معرفۃ اھل کلّ زمان امامھم الّذی تجب علیھم طاعتہ "(۱)

امام صادقؑ نے فرمایا: کہ امام حسینؑ اپنے اصحاب پر وارد ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! خدا نے بندوں کو خلق نہیں کیا مگر یہ کہ وہ اسے پہچانیں جب وہ اسے پہچان لیں تو پھر اس کی عبادت کریں اور پھر اس کی عبادت کے ذریعہ غیر کی بندگی سے بے نیاز ہو جائیں۔ ایک شخص نے آنحضرت سے عرض کی اے فرزند پیغمبر میرے ماں ، باپ آپ پر قربان ہوں معرفت خدا سے کیا مراد ہے؟ امام حسینؑ نے فرمایا: معرفت خدا سے یہ مراد ہے کہ ہر زمانے کے لوگ اپنے وقت کے امام کو پہچانیں کہ جس کی اطاعت ان پر واجب ہے۔

اس یہ آیہ شریفہ اور روایت مذکورہ سے واضح و روشن ہو جا تا ہے کہ جن وانس کی خلقت کا مقصد مقام عبودیت تک پہنچنا ہے ۔ یہ اس صورت میں متحقق ہو گا کہ جب معرفت خدا کے ہمراہ ہو جو خدا کی معرفت وشناخت رکھتا ہو وہ امام عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے مقام سے بھی آشنائی رکھے۔

پس آج کے زمانے میں ہمارا یہ وظیفہ ہے کہ ہمیں امام زمانؑ ارواحنا لہ فداہ کی معرفت و پہچان ہو اور امام کی خدمت کو اپنی زندگی کا ہدف ومقصد قرار دیں۔ کیونکہ امام صادقؑ اپنے زرین کلام میں اس زمانے کے تمام شیعوں اور مقام ولایت کے پروانوں کا وظیفہ یوں بیان فرماتے ہیں:

" لو ادرکتہ لخدمتہ ایّام حیاتی " (۲)

اگر میں انہیں (امام زمانہ) کو درک کرلوں تو ساری زندگی ان کی خدمت کروں۔

گزشتہ مطالب سے استفادہ کرتے ہو ہم مقام عبودیت تک پہنچنے اور معارف دینی کو کسب

۱۔ تفسیر نور الثقلین ۱۲۶/۵

۲۔ بحار الانوار ۱۴۸/۵۱

کرنے کے بعد امام زمان ارواحنا فداہ کی بہتر خدمت کریں تا کہ اس وجود مقدس کے لطف و کرم سے بہرہ مند ہوں اور اس بزرگوار کے خدمت گاروں میں شمار ہوں۔

جی ہاں، ہر زمانے میں دین، امام اور حجت زمان کی خدمت ان لوگوں کا شیوہ رہا ہے کہ جنہوں نے مقام عبودیت کو پالیا، سلمان، ابوذر، قنبر ومقداد اور خاندان عصمت وطہارت علیہم السلام کے تمام خاص اصحاب مقام بندگی اور پروردگار کی عبودیت کے بعد پوری زندگی اہل بیت علیہم السلام کی خدمت میں کوشاں رہے اور کامیاب ہو گئے۔

یہ ان لوگوں کی راہ ہے کہ جو ہدف خلقت کے ہدف کو پہچان گئے آپ بھی ان کے راستے پر چلیں تا کہ کامیاب ہو جائیں۔

در زندگی اگر هدف نه داری   از گنج جهان به جز خزف نداری

اگر تمہارا زندگی میں کوئی ہدف ومقصد نہ ہو تو تمہیں دنیا کے گنج وخزانے سے اینٹ کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

مقصد و ہدف تک پہنچنے کے ذرائع

ا۔ اپنے ہدف کے حصول کی امید

بہت سے لوگ علوم و معارف میں بلند مقام اور پیشرفت کے خواہاں ہوتے ہیں تا کہ وہ بھی بزرگ افراد کی طرح اپنی ملت کی تقدیر کے لئے مؤثر کردار ادا کرسکیں اور لوگوں کو معنویت کا راستہ دکھائیں اور ان کی راہنمائی کریں۔

یہ ایک ایسی چاہت ہے کہ جو بہت سے افراد میں پائی جاتی ہے لیکن وہ عظیم لوگوں کی کامیابی کے راز سے مطلع نہیں ہیں کہ جنہوں نے تاریخ کے صفحات کو اپنے نام سے روشن کیا۔

وہ اس آرزو سے ناامید ہو کر اسے صرف خام خیالی سمجھتے ہیں۔ مکتب اہل بیت علیہم السلام سے

سیکھے ہوئے انسان سازی کے دروس کو مدنظر رکھتے ہوئے اوران بزرگان کی حیات بخش راہنمائی (جو ہمارے قلوب کو منور کرتی ہے،اس سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ عالی مقاصد واہداف اور بزرگ آرزو ایسے امور میں سے ہے کہ خاندان وحی وعصمت وطہارت نے اپنے پیروکاروں اور محبوں کو اس کی تلقین کی اورانہیں یأس وناامیدی سے نکالا۔

ان عظیم ہستیوں نے نہ صرف اپنی گفتاروفرامین بلکہ اپنی دعاؤں میں بھی ہمیں امید وآرزو کا درس دیا،لہذا انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ جمعہ کے روز یہ دعا پڑھو:

" **اَللّٰھمّ اجعلنا من اقرب من تقرّب الیک** "(۱)

پروردگارا ہمیں انکے نزدیک قرار دے کہ جنہوں نے تم سے تقرب پالیا۔

ایسی دعائیں ہراس شخص کے لئے امید کا درس ہے کہ جو اپنے میں حقارت کا احساس کرتے ہیں اور یہ دعائیں مکتب اہل بیت علیہم السلام کے پیروکاروں کے دلوں میں عالی اہداف تک پہنچنے کے لئے امید کی شمع ہیں ۔

ایک نکتہ کا تذکر

اپنے اہداف کے مخالف اور ناامید افراد سے ہمنشینی نہ کریں ان کے ساتھ بیٹھنے سے یأس وناامیدی ایجاد ہوتی ہے جواورآپ کے ارادہ وہدف تک پہنچنے پراثر انداز ہوگی،اگرآپ ایسے افراد کے ساتھ بیٹھنے پر مجبور ہوں تو ان کو اپنے ارادہ وہدف سے آگاہ نہ کریں اور یہ راز اپنے دل میں مخفی رکھیں ۔

بعض لوگ دوسروں کا تمسخرومذاق اڑانے سے ان کے مستقبل کو بدل دیتے ہیں اوروہ اپنی طرح انہیں بھی عالی وعظیم اہداف تک پہنچنے سے مایوس کر دیتے ہیں اوران کی کامیابی کی راہ میں روڑے

۱۔بحارالانوار:۳۳۹/۹۰

اٹکاتے ہیں ۔ایسےافراد آپ کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں وہ چند کلمات کے ذریعہ آپ کو آپ کے اہداف وکامیابی سے منحرف کرسکتے ہیں ایسی صورت میں آپ کا یہ وظیفہ وذمہ داری ہے کہ ایسے افراد کو پہچانیں اوران کے زہر آلود کلمات سے دل سرد اور مسموم نہ ہوں ۔

۲۔ہدف کے حصول میں طلب وجستجو کا کردار

انسان کو بلند و عالی مرتبہ مقامات کے حصول سے روکنے میں شیطان کی سازشیں بھی اثر انداز ہوتی ہیں ۔ شیطان مختلف قسم کے وسواس ڈالتا ہے کہ کیا تمام مشکلات کے باوجود اس راستے پر چلنا ممکن ہے؟ کیا اپنے ہدف کو اس کی پوری عظمت کے ساتھ مکمل کر سکتے ہو؟ اور کیا....؟

کبھی شیطان نہ صرف فعالیت کو شروع کرنے سے پہلے وسوسوں اور گمراہ کنندہ خیالات سے یأس وناامیدی کو ایجاد کرتا ہے بلکہ کبھی آدھے راستے میں راہ سے گمراہ کر دیتا ہے ۔

عظیم مقاصد واہداف کے طالب توجہ کریں کہ انسان اس طرح سے خلق ہوا ہے کہ اگر کچھ مدت تک سختیوں کو برداشت کرے تو اس کی مشکلات وسختیاں ،سہل وراحت میں تبدیل ہوجاتی ہیں ۔ اگر ابتداء میں کوئی کام مشکل بھی ہو تو تکرار کے ذریعہ اس کی عادت ہو جاتی ہے ۔اس کے علاوہ خداوند متعال عظیم اہداف رکھنے والوں کی مشکلات کو آسان فرماتا ہے اور اہل بیت عصمت وطہارتؑ کی مدد ودستگیری فرما کر ان کی مشکلات کو حل فرماتا ہے ۔خداوند کریم بہت سے سنگین اور بڑے مسائل کو برطرف کر دیتا ہے ۔

حقیقت بھی ان ہی مسائل میں سے ایک ہے کیونکہ حق تلخ وسنگین ہوتا ہے بالخصوص ایسے افراد کے لئے کہ جو گناہوں کی آلودگی ہیں غرق اورنفسانی خواہشات اور شیطانی وسوسوں کے تابع ہوں ، ایسے افراد کے لئے حق بہت سنگین ہوتا ہے کیونکہ یہ ان کی چاہت سے سازگار نہیں ہوتا لیکن حقیقت کے طلبگار اور حقیقت تک پہنچنے کی خواہش رکھنے والوں کے لئے حق سنگین نہیں ہوتا ۔

حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں:

" والحق کلّه ثقیل و قد یخففه اللّٰه علیٰ اقوام طلبوه العاقبة "(۱)

تمام حق سنگین ہیں،لیکن خدا عاقبت کی جستجو کرنے والوں کے لئے اسے سبک کردیتا ہے۔

ان فرامین سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلب وجستجو مشکلات کی آسانی میں بہت مؤثر ہے بڑے اہداف کومشکل اوران تک دسترس کومحال سمجھنے والےایسے افراد ہیں کہ جوآرزو وطلب کو پانے کی ہمت نہیں رکھتے۔

جنہوں نے صمیم قلب کے ساتھ اپنی چاہت ومقصد کو پانے کی کوشش کی، وہ اپنے مقصد تک پہنچ گئے۔اگر چہ ان کا مقصد و چاہت بہت مشکل تھا،لیکن کیونکہ وہ مکمل طور پر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے بالآخران کی سختیاں اورمشکلات سہولت وآسانی میں تبدیل ہوگئیں کہ وہ خود بھی یہ تصورنہیں کرسکتے تھے کہ انہوں نے اپنے مقصد کو پالیا ہے۔

یقین کریں کہ کسی چیز کی طلب کے لئے جستجو کرنا اوراس کے حصول کی سرتوڑ کوشش سے اس کے حصول کے بعد مسرت وراحت ہوتی ہے۔

لہذا کامیابی اورعظیم مقاصد واہداف تک پہنچنے کے لئے کوشش کریں،اس کے حصول کی جستجو کریں تا کہ اس کے حصول کا زمینہ فراہم ہوسکے۔گوشہ نشینی اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے،خیالات میں کھوئے رہنے سے انسان اپنے مقصد تک نہیں پہنچ سکتا۔وہ لوگ اپنی دلی خواہشات ومقاصد حاصل کر سکتے ہیں جوان کے حصول کی کوشش کریں۔

اگر کوئی اپنے مقصد کو پانے کی جستجو وطلب کرےتو ایسا نہیں کہ اسے اس سے کچھ بھی حاصل نہ ہو، اگر وہ تمام مقصد کو نہ پا سکے تو اسے کسی حد تک ضرور حاصل ہوگا۔یہ بذات خود ایک اہم نتیجہ ہے کہ جو طلب میں پوشیدہ ہے۔

۱۔ شرح غرر الحکم ۳۰۵/۵

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

" **من طلب شیئاً ناله او بعضه**"(۱)

اگر کوئی کسی چیز کی طلب کرے تو وہ اس تمام چیز یا اس کی کچھ مقدار کو حاصل کرے گا۔

اس بناء پر بڑے اور با ارزش ہدف کا انتخاب کریں اور اس کے حصول کی تلاش و جستجو کریں اس صورت میں آپ اپنے مقصد تک پہنچ جائیں گے یا اپنے ہدف کی کچھ مقدار کو پالیں گے۔

۳۔ بزرگ ہستیوں کی خدمت میں رہنا

مکتب اہل بیت علیہم السلام میں کمال کے عالی مراتب و مراحل تک پہنچنے کو بہت اہم قرار دیا گیا ہے اسی وجہ سے آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے بہت سے ہدایت کنندہ کلمات میں اس بارے میں وارد ہوا ہے اگر انسان ان پر عمل کرے تو اس کا مستقبل روشن ہوگا۔ ان فرمائشات وارشادات میں سے ایک بزرگ ہستیوں کے ہمراہ ان کی خدمت میں رہنا ہے کہ جو عظیم اہداف کو پانے میں کامیاب ہو گئے۔ امام صادقؑ سے ایک شعر کے ضمن میں نقل ہوا ہے:

" **عَلَیْکَ بِاَهْلِ الْعُلیٰ**"(۲)

تم پر لازم ہے کہ تم اعلیٰ مرتبہ شخصیات کے ساتھ رہو۔

کیونکہ ایسے افراد کو دیکھنا، ان سے ہمنشینی ان کی صحبت اور ان کی محافل میں بیٹھنا، انسان کے افکار و رفتار پر اثر انداز ہوتا ہے اور یہ انسان کے ارادہ کو قوی بنا کر اسے بلند اہداف کی راہ دکھاتا ہے۔ ایسے افراد کی ہمت، ضعیف و کمزور ارادہ کے مالک افراد کی ہمت کو بلند کرتا ہے ان کا عالی مقام بے ہدف افراد کو بیدار کرتا ہے۔

جی ہاں، آپ ان بزرگ ہستیوں کے محضر مقدس میں با ارزش ہدف سے آشنا ہوں گے اور آپ

۱۔ شرح غرر الحکم ۲۰۵/۵

۲۔ بحار الانوار ۴۷/ ۲۴

میں ان اہداف تک پہنچنے کا اشتیاق بڑھے گا۔

۴۔عالی اہداف تک پہنچنے کے لئے نفس کی مخالفت:

جو بلند اہداف کو پانا چاہتا ہے وہ سستی و کاہلی کو چھوڑ دے اور نفسانی خواہشات سے مردانہ وار مبارزہ کرے۔

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

" من احبّ نیل الدرجات العُلیٰ فلیغلب الھویٰ "

جو بلند درجات تک پہنچنے کو دوست رکھتا ہے وہ اپنے ہوائے نفس پر غالب آئے۔

یہ ملکوتی فرمان صاحب ولایت ملک وملکوت حضرت امیر المومنینؑ کی زبان سے صادر ہوا ہے اس میں تمام انسانوں کے لئے ایک درس ہے کہ جو بلند اہداف کے حصول کی تلاش میں ہیں اور جو بلند دینی ومعنوی مقامات کے لئے کوشاں ہیں۔

یہ آسمانی فرمان تمام انسانوں بالخصوص نوجوانوں اور جوانوں کے لئے بہت بڑا پیغام ہے کہ جو روشن مستقبل کی آرزو رکھتے ہیں۔

۵۔عظیم اہداف تک پہنچنے کے لئے اہل بیتؑ سے توسل

جیسا کہ ہم بعد میں ذکر کریں گے کہ انسان کو ہر نیک اور پسندیدہ کام کو انجام دینے کے لئے تین چیزوں کی احتیاج ہوتی ہے۔

۱۔ارادہ

۲۔مورد نظر ہدف کو انجام دینے کی قدرت

۳۔خداوند متعال کی جانب سے توفیق کہ جو اس کی دستگیری فرمائے

ان تین موارد میں سے اگر کسی میں بھی ضعف ہو تو کام کو انجام دینے میں پیشرفت نہیں ہوگی اور

کام متوقف ہو جائے گا۔

ان تین شرائط کے لے اور ہدف ومقصد تک پہنچنے کے لئے خاندان وحی کو وسیلہ قرار دیں ہم زیارت امیرالمومنینؑ میں پڑھتے ہیں:

" **بک اتوسّل الی اللّٰہ فی بلوغ مقصودی** "(۱)

اپنے ہدف ومقصد تک پہنچنے کے لئے خدا کی طرف آپ کو وسیلہ قرار دیتا ہوں۔

نہ صرف کام کی ابتداء اور مذکورہ شرائط کے حصول کے لئے بلکہ ہدف ومقصد کے حصول تک متوسل رہیں اور جانشیناں خدا اور امیران کائنات کو فیوضات الٰہی اور اہداف تک پہنچنے کے لئے واسطہ قرار دیں۔

۱۔ بحارالانوار ۱۰۰/۳۳۲

نتیجۂ بحث

بہترین و عالی ترین ہدف کو پہچانیں اور اس کا انتخاب کریں پختہ و مصمم ارادے سے ہدف تک پہنچنے کی جستجو کریں۔

بے ہمت افراد سے پرہیز کریں اور بلند اہداف رکھنے والے افراد سے مصاحبت و ہمنشینی رکھیں تا کہ اس ذریعہ سے آپ کا عالی وبا ارزش ہدف مشخص ہو سکے جب آپ حقیقی وواقعی طور پر بہترین ہدف کے حصول کی سعی کریں گے تو خداوند مہربان آپ کے لئے سختیوں اور مشکلات کو آسان فرمائے گا۔

ہوشیار رہیں کہ یہ رنگا رنگ دنیا آپ کو آپ کے عالی انسانی ہدف سے دور نہ کردے اور آپ سراب کو آب نہ سمجھ بیٹھیں۔

خلقت انسان کا ہدف خداوند کریم کی عبادت وبندگی اور مقام عبودیت تک پہنچنا ہے۔ یہ اس صورت میں متحقق ہوگا کہ جب مقام ولایت کی شناخت ہو اور کسب معارف الٰہی سے مستفید ہوں کہ جو تقرب خداوند کا نتیجہ ہے۔

یقین رکھیں کہ مقام عبودیت اور معارف کو کسب کرنے کے بعد اہل بیت علیہم السلام کے حیات بخش مکتب اور بالاخص امام زمانؑ کی خدمت کریں۔ یہ تقرب خداوند کی بہترین راہ ہے خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس راہ کو اپنا ہدف قرار دیں اور اس تک پہنچنے کی سعی وکوشش کریں۔

تا رشتہ زندگی بہ کف می باشد   اقبال تو در برخ شرف می باشد

عمر تو بود صدف در این بحر وجود   درّ صدف عمر، ہدف می باشد

جب تک انسان کا زندگی سے رشتہ وناطہ رہے تمہاری عزت، شرف کی بلندیوں کو چھوتی رہے۔ تمہاری عمر وجود کے اس سمندر میں ایک صدف کی طرح ہو اور عمر کا گوہر صدف تمہارا ہدف رہے۔

چوتھا باب

بلند ہمت اور مستحکم ارادہ

حضرت امیر المومنین علیؑ فرماتے ہیں:

"ما رفع امرءً کھمّته ولا وضعه کشھوته"

ہمت سے بڑھ کر کوئی چیز انسان کو سر بلند نہیں کرتی اور شہوت
سے بڑھ کر کوئی چیز پست نہیں کرتی۔

چوتھا باب

بلند ہمت اور مستحکم ارادہ

ارادہ کی اہمیت

انسان اپنے نفس کو پہچانے اور اس کی ذات میں خداوند مہربان نے جو قوت و طاقت وتوانائی ودیعت کی ہے ، اس سے آشنا ہو اور آہستہ آہستہ انہیں قوت و طاقت کے مرحلہ سے فعلیت تک پہنچائے انہی مہم قوت وطاقت میں سے ایک قوۃ ارادہ ہے ۔اگر انسان اپنے ارادہ کی پرورش کرے اور اسے تقویت دے تو اس باعظمت قوت کے ذریعہ اپنی روحانی وجسمانی اور معاشرے کی مشکلات کو حل کرسکتا ہے ۔

جو انسان اپنے نفس کو ناپاکیوں سے پاک کرلے تو اس کا ارادہ بھی پاک ہوجاتا ہے اور خدا کے پسندیدہ کاموں میں مددگار ثابت ہوتا ہے ۔پس اگر انسان اپنے ارادہ کی پرورش کرے اور پختہ ارادے کا مالک ہو تو وہ اسے احیاء دین کے راستے اور انسانوں کو اہل بیت علیہم السلام کے انسان ساز مکتب اور لوگوں کی خدمت میں استعمال کرسکتا ہے ۔

تاریخ انسانیت پر مختصر سی نگاہ میں آپ ملاحظہ کریں گے کہ دنیا کے نامور لوگ بلند ہمت کے مالک تھے ۔جو روحانی ضعف، کم ہمت یا احساس کمتری میں مبتلا ہوں وہ کبھی بھی عظیم اہداف تک نہیں پہنچ سکتے ۔

پس وہ احساس کمتری کو چھوڑ کر روحانی ضعف سے نجات حاصل کریں اپنے ارادہ کو قوی کریں اور یقین رکھیں کہ جس خدا نے بزرگان دین کو توفیق عطا کی وہ آپ کو بھی کامیابی و کامرانی تک پہنچا سکتا ہے۔

ارادہ سے پہلے اخلاص

کسی بھی پروگرام اور کام کو انجام دینے سے پہلے اس کام کی طرف متحرک کرنے والی قوت کو پہچاننا ضروری ہے کیا آپ کو کوئی رحمانی قوت مورد نظر ہدف کی طرف دعوت دیتی ہے یا یہ انگیزہ کوئی شیطانی محرک ہے؟ یا کوئی نفسانی عامل آپ کو آپ کے ہدف کی طرف کھینچتا ہے؟

تحریک نفس اور شیطانی وسوسہ کے شکار نہ ہونے کے لئے کبھی بھی آپ کے عمل میں یہ دو محرک نہیں ہونے چاہئیں۔ ارادہ سے پہلے اپنے دل سے تمام وسوسے اور غیر رحمانی تحریکات کو نکال دیں۔ پھر رضائے الٰہی کے لئے مورد نظر پروگرام کا ارادہ کریں۔

حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

" اذا اردت الحجّ فجرّد للّٰہ من قبل عزمک من کلّ شاغلٍ وحجاب کلّ حاجب " (۱)

جب بھی حج پر جانے کا ارادہ کرو تو ارادہ کرنے سے پہلے اپنے دل سے ہر اس چیز کو نکال دو کہ جو تمہیں اپنی طرف مشغول کرے اور جو تمہارے اور خدا کے درمیان حائل ہو۔

اگر چہ یہ فرمان حج کے بارے میں صادر ہوا ہے لیکن اس میں عظیم مقصد وہدف تک پہنچنے کے خواہاں ہر شخص کے لئے ایک کلی راہنمائی ہے۔

ہر کام کو شروع کرنے سے پہلے اپنے دل کو دنیاوی اغراض سے پاک کر کے فقط خدا کی رضا کو مدنظر رکھیں۔ پھر اپنے ارادے کی ابتداء کریں اور اپنے ہدف کے لئے عملی اقدام کریں۔

۱۔ بحارالانوار ۹۹/۱۲۴

اپنے ارادہ کو صحیح سمت دیں

ہمارے ذہن میں موجود خیالات ہماری زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں نہ کہ ہم جسے زبان پر لائیں، ہمارے افکار و اعتقادات اور دل کی عمیق آرزوئیں ہماری زندگی میں تحولات ایجاد کرتی ہیں نہ کہ جن چیزوں پر ہمارا قلبی اعتقاد نہیں۔

بہت سے انسان اپنے لئے کسی ہدف کا انتخاب کرتے ہیں اور ہمیشہ اس کا دم بھرتے ہیں۔لیکن اس کے حصول کی کوشش نہیں کرتے، لہذا وہ کبھی بھی اسے حاصل نہیں ہوتا۔ان کے مقابل کچھ ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ہدف تک پہنچ جاتے ہیں اور ان کا قیل و قال کہنا واقعیت پیدا کرتا ہے اور ان کی دیرینہ آرزو پوری ہو جاتی ہے۔

کیوں کچھ لوگ اس طرح ہیں اور کچھ اپنی پوری زندگی اپنی آرزو و خواہش کے پورا ہونے کے انتظار میں گزار دیتے ہیں لیکن ان کی آرزو پوری نہیں ہوتی؟

حالانکہ ہر انسان کو ارادہ جیسی نعمت حاصل ہے کہ جس کے ذریعہ وہ اپنے اہداف تک پہنچ سکتے ہیں حتی کہ جو افراد خود کو قوۂ ارادہ سے عاری سمجھتے اور گمان کرتے ہیں کہ ان کے ارادہ کی قوت ختم ہو چکی ہے،ان میں بھی ارادہ کی قدرت ہوتی ہے مثال کے طور پر منشیات کے عادی افراد یہ خیال کرتے ہیں کہ منشیات کے استعمال سے ان کی قوت ارادہ ختم ہو گئی ہے اور وہ کسی چیز کا ارادہ کرنے کی قدرت کو کھو چکے ہیں۔لیکن اس کے باوجود جب وہ نشہ آور چیز کو حاصل کرنے کے بارے میں سوچیں تو ان کا ارادہ قوی و پختہ ہو جاتا ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں نشہ حاصل کریں گے۔

اسی طرح اگر کسی تن پرور شخص کو قید کیا جائے اور قید خانے میں اس سے مشقت لی جائے تو وہ زندان سے فرار کرنے کے لئے ہر مشکل اور خطرناک کام کو انجام دینے کے لئے تیار ہوگا۔

اس بناء پر معلوم ہوا کہ ایسے افراد بھی نعمت ارادہ کے مالک ہیں،لیکن ان کا ارادہ کوئی سمت نہیں رکھتا۔وہ بھی اپنے ارادے کو سمت دیں اور اس کی سیدھے راستے کی طرف ہدایت کریں اور ان سے

صحیح راستے میں ان سے استفادہ کریں نہ کہ اپنے ارادہ کو منشیات کے حصول یا کام سے فرار کے لئے استعمال کریں پس جو اپنے ارادہ کو صحیح سمت دیتا ہے وہ اپنی ترقی کے لئے اسباب فراہم کرتا ہے۔

بلند حوصلہ رکھیں

اگر اپنے ہدف ومقصد تک پہنچنا چاہو تو معنویت کی وسیع فضا میں پرواز کرو۔بلند حوصلے اور مردانہ ہمت کے ساتھ عالم معنی کی فضا میں سیر کرو۔جس طرح پرندے اپنے بال وپر کے ذریعہ پرواز کرتے ہیں،اسی طرح بزرگ شخصیات اپنی ہمت وارادے کے ذریعہ عالم معنی کے نورانی آسمان کی طرف پرواز کرتے ہوئے مادی دنیا سے جدا ہو جاتے ہیں۔

بزرگ اس وقعیت کو ایک چھوٹی مگر پُرمعنی مثال کے ذریعہ یوں بیان کرتے ہیں:

" المرء یطیر بهمّته " (۱)

انسان اپنی ہمت کے ذریعہ پرواز کرتا ہے۔

انسان کی ہمت جتنی بلند ہو وہ معنوی فضا میں اتنا ہی اوج پر پرواز کرتا ہے اور اگر عالی ہمت کا مالک نہ ہو تو یوں پرواز نہیں کر سکتا ہے۔

لہذا اگر انسان کا ہدف تو بڑا ہو لیکن اس ہدف تک پہنچنے کی ہمت نہ ہو تو وہ کبھی بھی اپنے ہدف تک نہیں پہنچ سکتا۔انسان عظیم ہدف کے علاوہ پختہ ارادہ،بلند حوصلہ اور ہمت کا بھی مالک ہو۔

اولیاء خدا مقامات عالیہ تک پہنچنے کے لئے قوی ارادے اور بلند ہمت سے آراستہ تھے اور انہوں نے ہمیشہ معنوی مسیر میں استقامت سے کام لیا اور ضعف وسستی سے پرہیز کیا،عظیم مقصد،مردانہ ہمت،بلند حوصلہ اور اعلیٰ ہدف ان بزرگوں کی صفات تھیں۔

۱۔ بحارالانوار/۱۸/۳۸۰

همت بلند دار که مردان روز گار   از همت بلند به جایی رسیده اند

یعنی بزرگ شخصیات بلند ہمت والے تھے اور وہ اپنی ہمت کے ذریعہ ایک مقام ومنزلت تک پہنچ گئے۔

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

" قدر الرجل علیٰ قدر همّته" (۱)

ہر شخص کی قدر و قیمت، اس کی ہمت کے لحاظ سے ہے۔

کیونکہ بلند ہمت و حوصلہ انسان کو بہت اہمیت عطا کرتا ہے ہمارے بزرگان کہ جو صاحبان اسرار اہل بیت عصمت وطہارتؑ تھے اور جنہوں نے ان کی رضا کی راہ میں جانفشانی سے کام لیا وہ کس طرح عالی مقامات پر فائز ہوئے اور کس طرح اہل بیت علیہم السلام کے معنوی چشمہ سے سیراب ہوئے؟

ان افراد کا ظرف ایسا تھا کہ اہل بیتؑ کے لطف نے جن میں کسی قسم کی خود پسندی اور تکبر ایجاد نہ کیا۔ وہ جس مقام کی جانب جائیں، ان پر عنایات بھی اتنی زیادہ ہو جاتی ہیں۔ لیکن جو ایک خواب دیکھنے یا کسی معنوی سیر کے اتفاق یا امامؑ سے کسی مادی حاجت کے پورا ہونے سے پھولے نہ سمائے، کیا وہ بلند حوصلہ و ہمت رکھتا ہے؟ یا جو کوئی خواب سننے یا معنوی سیر کے اتفاق یا مادی حاجت کے پورا ہونے پر تعجب کرے اور اس کا انکار کرے، کیا یہ اعلیٰ و بلند ہمت سے بہرہ مند ہے؟

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

" من صغرت همّته بطلت فضیلته" (۲)

جس کی ہمت کم ہو وہ اپنی فضیلت کھو دیتا ہے

۱۔ شرح غرر الحکم ۴/۵۰۰، بحار الانوار ۷۸/۱۴

۲۔ شرح غرر الحکم ۵/۲۱۰

اپنے ارادہ پر عمل کریں

بہت سے موارد میں ممکن ہے کہ انسان کسی مناسب وقت وفرصت کو ضائع کر دے اور پھر اس پر افسوس کرے اور پشیمان ہو، ایسی پشیمانیوں سے بچنے کے لئے تمام مناسب اور اچھے مکانات و سہولیات سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے تصمیم وارادہ پر عمل کریں ۔

امام صادقؑ ایک روایت میں فرماتے ہیں:

" اذا همّ احدکم بخيرٍ فلا يؤخّره " (۱)

جب بھی تم میں سے کوئی کسی اچھے کام کو انجام دینے کا ارادہ کرے تو اس میں تاخیر نہ کرو ۔

اسی طرح امام صادقؑ ایک دوسری روایت میں فرماتے ہیں:

" اذا هممت بخيرٍ فبادر فانّک لا تدری ما يُحدث " (۲)

جب بھی کسی اچھے کام کا ارادہ کرو تو اسے شروع کرو، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ بعد میں کیا چیز در پیش آجائے ۔

مختلف حوادث کے پیش آنے سے انسان بہت سی سہولیات وامکانات کو گنوا دیتا ہے جس کے نتیجہ میں ہم نے جس کام کو انجام دینے کا ارادہ کرتے ہیں اسے انجام دینے میں کامیاب نہیں ہوتے ۔

قدرت در تصمیم گیری ، عامل پیروزی

وضعف در آن ، عامل شکست است

کامیابی کا عامل ارادہ کی قدرت ہے اور اس میں ضعف شکست کا باعث ہے ۔

جس طرح نیک کام کے لئے بلند حوصلہ و ہمت مقامِ انسان کی عظمت پر گواہ ہے، اسی طرح

۱۔ بحارالانوار ۷۱/۲۱۷، مجالس شیخ مفیدؒ ۱۲۸

۲۔ بحارالانوار ۷۱/۲۲۲، اصول کافی ۲/۱۴۲

ارادہ میں کمزوری انسان کی ہار کی دلیل ہے ۔پچیس ہزار افراد کے بارے میں تحقیق ومطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ ان کے ہدف تک نہ پہنچنے اور شکست کھانے کے اکتیس اسباب میں سے اہم سبب عامل کمزور ارادہ تھا آج کے کام کو کل پر چھوڑنا اور مسامحہ مضبوط ارادہ کے مخالف ہیں اس پر غلبہ پانا ضروری ہے ۔

اپنے ہدف تک پہنچنے والے ہزاروں افراد کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوگا کہ وہ پختہ ارادہ کے مالک تھے اور اپنے عزم وارادہ پر ثابت قدم رہتے تھے ۔

اپنے ہدف ومقصد تک نہ پہنچنے والے افراد ایسے ہوتے ہیں کہ جو ارادہ نہیں کر سکتے یا اپنے ارادہ کو بہت جلد بدل دیتے ہیں ۔

پس اپنی قدرت کے مطابق قوت ارادہ کو مزید مضبوط کریں کیونکہ ارادہ جس قدر پختہ ہوگا، آپ کے لئے بیشتر آثار فراہم کرے گا پھر آپ بلند حوصلہ وہمت کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچ سکیں گے ۔

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

" من کبرت همّته عزّ مرامه " (۱)

جس کی ہمت بلند ہو وہ عزیز ومحترم ہے ۔

نه هر درخت تحمل کند جفای خزاں   غلام همّت سروم که این قدم دار

ہر درخت میں خزاں کی سختی وجفا کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہوتی ۔لیکن یہ میرا ہی سرو ہے جو خزاں کی سختیوں کو برداشت کر رہا ہے ۔

پس عالی ہمت والے ایسے افراد احترام کے لائق ہیں کہ جو اپنے مصمم ارادے کی بناء پر اپنے ہدف کو پانے میں کامیاب ہو گئے ۔لوگ ایسی شخصیات کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کی مدح وتعریف

۱۔ شرح غرر الحکم ۲۸۸/۵

کرتے ہیں ۔لوگ ایسے افراد کی رفتار وروش کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور دوسروں کی نظروں میں یہ شخصیات ممتاز و بے نظیر شمار ہوتی ہیں ۔

ایسے افراد اگر اپنی ہمت وارادے کو معنوی مسائل اور تقرب خدا کی راہ میں قرار دیں تو یہ خدا اور خاندان رسالتؑ کے نزدیک ارزش وتقرب حاصل کریں گے کہ جو دوسروں کے لئے مورد غبطہ ہو ۔

همت عالی ز فلك بگذرد　　　مرد به همت ز ملك بگذرد

اگر عالی اور بلند ہمت آسمان سے بھی آگے بڑھ جائے تو مرد اپنی ہمت کے ذریعہ ملائکہ سے بھی آگے بڑھ سکتا ہے ۔

قوت ارادہ کے ذریعہ اپنی طبیعت پر غالب آنا

انسان کی طبیعت ایسی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا کردار ورفتار اس کے خلق اور ذات کا حصہ بن جاتا ہے ۔جب اس کی عادت ہو جائے تو پھر اس سے جدا ہونا ممکن نہیں ہوتا ۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں:

" الخلق خلقان ، احدهما نيّة والآخرة سجيّة قيل فايّهما افضل ، قال : النيّة لانّ صاحب السجيّة مجبول علی امرٍ لا يستطيع غيره وصاحب النيّة يتصبّر علی الطاعة تَصَبُّراً فهذا افضل "

خلق دو قسم کا ہے:

پہلا نیت کے ذریعہ حاصل ہونے والا اخلاق ۔

دوسرا انسان کا طبیعی وذاتی اخلاق ۔

امام صادقؑ سے پوچھا گیا کہ ان میں سے کون سا اخلاق افضل ہے؟ امام صادقؑ نے فرمایا: نیت کے ذریعہ حاصل شدہ اخلاق افضل ہے ۔کیونکہ جس کا اخلاق اس کی طبیعت سے اخذ ہو تو اس کی خلقت ایسی ہے کہ جو اس کے علاوہ کسی اور کام کے انجام دینے پر قادر نہیں ہوتا ۔لیکن جو اپنے ارادہ سے پسندیدہ

اخلاق کا مالک بنے وہ صابر انہ اپنے پروردگار کی اطاعت کرتا ہے۔ پس یہ شخص افضل ہے۔

عظیم لوگ اپنے قوۃ ارادہ کے ذریعہ اخلاق حسنہ کو اپنی طبیعت کا حصہ بنا لیتے ہیں اور اپنی مضبوط نیت و پختہ ارادے کے ذریعہ اخلاق رذیلہ اور ناپسندیدہ عادات کو اپنے سے دور کرتے ہیں۔

ذوالقرنین نے دنیا کے مشرق و مغرب کو طے کیا مختلف اقوام عالم کو نزدیک سے دیکھا اور ان کے رفتار و کردار کا مشاہدہ کیا انہوں نے تمام لوگوں میں سے چند ایسے لوگوں کو بھی دیکھا کہ جن کی آسان زندگی ان کے لئے حیرت کا سبب تھی۔ وہ اعلیٰ ترین اور خوبصورت زندگی گزار رہے تھے۔ ان میں قتل و خونریزی اور خیانت کے آثار دکھائی نہیں دیتے تھے۔ صاحب ثروت، نچلے طبقے کو کچھ نہیں دیتے تھے۔

لہذا ذوالقرنین بہت حیران ہوئے اور ان سے بہت سے سوالات پوچھے اور ان سے قانع کنندہ جوابات لیئے۔ انہوں نے ان سے پوچھا:

" فما لكم لا تسبّون ولا تقتلون ؟ قالو : من قبل انّا غلبنا طبائعنا با لعزم و سنّنا انفسنا بالحلم "

ذولقرنین نے ان سے پوچھا: تمہارے معاشرے میں فحش و دشنام اور قتل و غارت کیوں اور کس وجہ سے نہیں ہے؟ انہوں نے جواب دیا: کیونکہ ہم مصمم ارادے کے ذریعہ اپنی طبیعت پر غالب آچکے ہیں اور ہم نے قوی ارادہ سے بری عادات کو اپنے سے نکال دیا ہے اور بردباری و حلم کو اپنی نفسانی روش قرار دیا ہے۔

اس بناء پر اگر انسان طبیعتاً ظالم و جنایت کار، جھوٹا یا ریا کار، سست و کاہل ہو یا اس میں کوئی اور بری صفت ہو تو وہ مضبوط عزم اور پختہ ارادہ سے انہیں برطرف کر سکتا ہے اور اپنے کو صفات حسنہ سے مزین کر سکتا ہے۔

کوه نتوان شدن سدّ ره مقصود مرد همت مردان بر آرد از نهاد کوه گرد

یعنی ایک بلند و بالا پہاڑ انسان کی منزل و مقصود میں رکاوٹ نہیں بن سکتا کیونکہ مرد کی ہمت اس

پہاڑ کو بھی خاک کے ذرات میں تبدیل کر دیتی ہے۔

پس اگر آپ خود میں کسی پہاڑ کے برابر بری صفات و عادات کو دیکھیں تو آپ قوت ارادہ اور مردانہ ہمت کے ذریعہ انہیں نابود کر سکتے ہیں ۔ بلکہ آپ انہیں اچھی صفات میں تبدیل کرنے کی بھی قدرت رکھتے ہیں۔

ملاّ صالح مازندرانی، ایک پختہ ارادہ کے مالک شخص

صالح مازندرانی ایسے صاحب تصمیم و پختہ ارادہ کے مالک تھے کہ جنہوں نے بہت کم وسائل کے باوجود اپنے مقصد کو پالیا۔ وہ علامہ مجلسیؒ اول کے داماد اور نامور شیعہ علماء میں سے تھے۔ یہ ہر اس شخص کے لئے نمونہ ہیں کہ جو اعلیٰ مقاصد و اہداف رکھتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ میں دینی علوم حاصل کرنے والوں کے لئے حجت ہوں۔ کیونکہ مجھ سے بڑھ کر کوئی فقیر نہیں تھا اور میرا حافظہ سب سے ضعیف و بدتر تھا۔ کبھی میں اپنے گھر تو کبھی اپنے فرزند کا نام بھول جاتا میری عمر کے تیس سال گزر چکے تھے کہ میں نے (الف، با) سیکھنی شروع کی اور اتنی سعی و کوشش کی کہ خدا نے فضل کیا۔

وہ فقر، کند ذہن اور ضعیف حافظہ کے باوجود پختہ ارادہ رکھتے تھے۔ جس کی بدولت انہوں نے پُرارزش کتب کی تالیف کا مصمم ارادہ کیا اور کامیاب ہوئے، وہ کتب آج بھی شیعہ علماء کے لئے مورد استفادہ ہیں۔

ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اس قدر کم حافظہ رکھتے تھے کہ اپنے استاد کے گھر کو بھول جاتے اور اتنے فقیر و غریب تھے اور اتنا پرانا لباس پہنتے کہ شرم کے مارے مجلس درس میں وارد نہ ہوتے وہ محل درس سے باہر بیٹھتے اور ہڈیوں اور چنار کے درخت کے پتوں پر درس لکھتے۔ ایک بار کوئی مسئلہ مورد اشکال قرار پایا اور وہ چند روز تک جاری رہا۔ مرحوم مجلسیؒ کے ایک شاگرد نے دیکھا کہ ملا صالح

مازندرانی نے اس اشکال کا جواب چنار کے پتوں پر لکھا ہے،اس نے درس میں مجلسیؒ کا جواب دیا۔

علامہ مجلسیؒ سمجھ گئے کہ یہ اس کا جواب نہیں ہے ۔لہذا انہوں نے اس سے پوچھا کہ یہ کس کا جواب ہے اور اس بارے میں اصرار کیا تو اس شاگرد نے بتایا کہ یہ اس کا جواب ہے کہ جو مجلس درس کے باہر بیٹھا ہوا ہے۔علامہ مجلسی نے دیکھا تو ملا محمد صالح دروازے کے باہر بیٹھے ہوئے تھے،علامہ نے ملاّ محمد صالح کو لباس دیا اور درس میں حاضر ہونے کو کہا وہ علامہ مجلسی کے اتنے مورد توجہ قرار پائے کہ وہ انہیں اپنے گھر لے گئے اور ان سے اپنی بیٹی کی شادی کی !اور انہیں کو گھر کا کتابخانہ دیا۔

به هر کاری که همت بسته گردد اگر کاری بود ، گل دسته گردد

یعنی جو کام بھی ہمت سے وابستہ ہو اور آپ اسے ہمت سے انجام دیں تو اگر وہ کام کانٹوں کی صورت میں بھی ہو تو وہ گل دستے میں تبدیل ہو جائے گا۔

اپنے ارادہ اور نیت کو تقویت دینا

علامہ صالح مازندرانی نے بہت سی مشکلات کے باوجود پختہ ارادہ کے ذریعہ علمی مراحل طے کر کے بلند مقام حاصل کیا اگر آپ چاہیں تو خدا آپ کو بھی یہ مقام عنایت فرمائے گا۔لیکن اس کے لئے اپنی نیت و ارادے میں کوتاہی نہ برتیں حضرت امیر المومنینؑ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

" فانّ اللّه یعطی العبد بقدر نیّته"(۱)

بے شک خدا ہر بندے کو اس کی نیت کے برابر عطا فرماتا ہے۔

جس قدر انسان کی نیت کی اہمیت ہو، خدا بھی اسی لحاظ سے اسے عطا کرتا ہے۔آپ کی نیت جس قدر بہتر اور خالص ہو گی، اسی لحاظ سے اجر و ثواب بھی زیادہ ہو گا۔اس بناء پر اپنی نیت کو خالص کریں نہ کہ صرف اپنے اعمال کو زینت دیں۔

۱۔ بحار الانوار ۳۳/۵۸۸

خدا کے بزرگ بندے اپنے اہداف تک پہنچنے کے لئے خدا کی توفیقات وعنایات کا دامن پکڑتے ہیں۔ایک روایت میں امام صادقؑ اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

" انّما قدّر اللّٰه عون العباد علیٰ قدر نیّاتهم ، فمن صحّت نیّته تمّ عون اللّٰه له ومن قصرت نیّته ، قصر عنه العون بقدر الّذی قصر "(۱)

خداوندتعالی لوگوں کی نیت کے مطابق ان کی مدد کومقدر کرتا ہے۔جو صحیح وکامل نیت رکھتا ہوتو خدا بھی کامل طور پراس کی مدد کرتا ہےاور جس کی نیت کم ہواسی لحاظ سےاس کی مدد میں بھی کمی آتی ہے۔

امام صادقؑ اپنے اس قول میں کامیاب لوگوں کی کامیابی اورنا کام لوگوں کی نا کامی کےراز کو بیان فرماتے ہیں: کیونکہ لوگوں کوخدا کی مددان کی نیت کےلحاظ سے پہنچتی ہے۔

نیت وارادہ اس قدر کارساز اور پُرقدرت ہے کہ اگر اپنے ارادہ کوتقویت دیں تو آپ کے جسم کا ضعف دور ہوجائے گااور آپ جسمانی لحاظ سے بھی ہر مشکل کام انجام دینے کوتیار ہوں گے۔کیونکہ نیت میں پختگی آپ کے بدنی ضعف کودور کرتی ہے۔حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

" ما ضعف بدن عمّا قویت علیه النیّة "(۲)

نیت کے ذریعہ سےقوی ہونے والے بدن کوکوئی ضعف لاحق نہیں ہوسکتا۔

بہت سے ورزش کار اور کھلاڑی جسمی تمرینات سے زیادہ روح کوتقویت دینے سے استفادہ کرتے ہیں۔کیونکہ نیت سے فکراورارادہ کوتقویت دینا،صرف بدن کوطاقتور بنانے سے بہتر ہے۔ بہت سے افرادمعتقد ہیں کہ جوانی وبڑھاپااورقوت وضعف کاسر چشمہ ایک غیرجسمی منشاء ہےاگر چہاس موضوع کوتمام قبول نہیں کرتے لیکن اس فرض کی بناء پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ فکرواندیشہ انسان کی صحت و مرض،اوربدنی قدرت وضعف حتی کہ حیات وموت میں بھی مؤثر ہے۔

۱۔بحارالانوار۷۰/۲۱۱

۲۔ امالی صدوق ۱۹۸،بحارالانوار۷۰/۲۰۵

ارادہ کو تقویت دینے کے طریقے

ا۔ ذوق وشوق آپ کے ارادہ کو تقویت دیتا ہے

شیطان گناہ کار کو گمراہی کے راستے دکھا تا ہے اور گناہ اور وسوسہ کی طرف متحرک کرتا ہے تا کہ اس کے ذریعہ انسان کو راہ راست سے بھٹکا دے اور ابدی نقصان میں مبتلا کر دے۔ گمراہی کے راستوں میں سے ایک شہوت کا فراوان شوق ہے خداوند متعال فرماتا ہے:

" و یرید الّذین یتّبعون الشّھوات ان تمیلوا میلاً عظیماً " (۱)

شہوات کی پیروی کرنے والے چاہتے ہیں کہ تمہیں بالکل ہی راہ حق سے دور کر دیں۔

ان میں شہوت کو پورا کرنے کا شوق اور نفس امارہ اور شیطان کی طرف تحرک کا اشتیاق ایجاد ہو جاتا ہے۔ جنہیں انجام دینے سے وہ بدترین وزشت ترین گناہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

جس طرح شہوت کو پورا کرنے کا اشتیاق انسان کو گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اسی طرح اپنے عالی اہداف تک پہنچنے کا ذوق وشوق انسان کو اعلیٰ علمی ومعنوی مراتب پر فائز کرتا ہے۔

پس اگر آپ اعلیٰ اہداف کے حصول کی طرف مائل ہیں اور آپ آسانی سے انہیں حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اپنے میں شدید ذوق وشوق ایجاد کریں پھر سختیاں آسانی، دشواریاں سہل اور ہدف سے دوری نزدیکی میں تبدیل ہو جائے گی۔ ذوق وشوق سے ہر قسم کے مانع ودشواری کو برطرف کر سکتے ہیں پھر آپ کا ارادہ ہدف تک پہنچنے کے لئے قوی ہو جائے گا۔ کسی موضوع کے بارے میں ذوق وشوق، بہت سے دیگر مسائل کو بھی برطرف کر دیتا ہے۔ لہذا آپ شوق کی بنیاد پر مختلف وپراکندہ مسائل سے نجات پا کر عظیم ہدف تک پہنچنے کے لئے فعالیت کریں۔ بہترین ہدف کا انتخاب کریں اور اس کے حصول کے لئے اپنے میں ذوق وشوق ایجاد کریں۔

۱۔ سورۂ نساء آیت ۲۷

امام صادقؑ سے منسوب ایک روایت میں ذکر ہوا ہے:

"مثل المشتاق مثل الغریق ، لیس له همّة الاّ خلاصه وقد نسی کلّ شیئٍ دونه "(۱)

مشتاق شخص کی مثال کسی ڈوبنے والے شخص کی مانند ہے کہ جو اپنی نجات کے علاوہ کچھ اور نہیں سوچتا اور اس کے علاوہ ہر چیز کو فراموش کر دیتا ہے۔

۲۔امید وآرزو سے ہمت میں اضافہ ہوتا ہے

انسان کی جتنی زیادہ امید ہو، اتنی ہی ہمت بیشتر ہو جاتی ہے جس انسان میں امید ہو، اس میں شوق بھی بڑھ جاتا ہے۔لہذا جو نوجوان اپنے روشن مستقبل کی امید رکھتے ہیں، ان کی آرزو معنویت اور روحانیت سے سرشار ہے انہیں بہتر مستقبل ومقام کی آرزو ہوتی ہے لہذا وہ زیادہ محنت اور کوشش کرتے ہیں۔لیکن جن لوگوں کو نہ کوئی شوق ہو اور نہ امید وہ اپنے مستقبل کے بارے میں مایوس و ناامید ہوتے ہیں۔اسی مایوسی کے عالم میں وہ اچھے مستقبل کی تلاش و کوشش کو چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ہر روشن فکر انسان کا اولین وظیفہ جستجو اور کوشش کرنا ہے اور ہر شیعہ اس امر سے آگاہ ہے مایوس و ناامید غم و اندوہ کے عالم میں صرف شب و روز گزار رہا ہوتا ہے، اس کے غموں میں مزید اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ لیکن وہ ان سے نجات کی نہ تو کوشش کرتا ہے اور نہ ہی مایوسی کے عالم میں اسے امید کی کوئی کرن دکھائی دیتی ہے۔وہ نہ تو اپنی مشکلات کی گرہوں کو کھول سکتے ہیں اور نہ دوسروں کی۔

جی ہاں، یہ ان افراد کی زندگی کا نتیجہ ہے کہ جو خدا کی رحمت سے ناامید اور اہل بیت عصمت وطہارت علیہم السلام کی حیات بخش عنایات سے مایوس ہو جاتے ہیں۔

۳۔خدا سے پختہ ارادہ و بلند ہمت کی دعا کریں:

خاندان وحی و رسالت علیہم السلام سے منقول دعائیں اور مناجات تو سلات انسان کی تربیت کی

۱۔بحار الانوار ۷۰/۲۴

بہترین روش اور زندگی کا بہترین شیوہ ہیں. عظیم اہداف ، بلند حوصلہ و ہمت اور پختہ وراسخ ترین ارادہ اہل بیت علیہم السلام کے انسان ساز مکتب سے سیکھیں۔

ان مقدس ہستیوں نے ہمیں نہ صرف اپنے اقوال وفرامین بلکہ دعاؤں اور مناجات میں بھی زندگی کا بہترین درس سکھایا ۔ امام سجاؑد اپنی مناجات میں خدا کی درگاہ میں عرض کرتے ہیں:

" **اسألک من الهمم اعلا ها** .... "(۱)

پروردگار میں تجھ سے عالی ترین ہمت کا طالب ہوں ۔

امام سجاؑد اپنی مناجات کے اس جملہ سے اپنے تمام پیروکاروں کے دلوں میں امید کی شمع روشن فرماتے ہیں اور بے ہمت انسانوں کو دعا و درخواست کے ذریعہ بلند ہمت کی امید دلاتے ہیں ۔

یہ گفتار تمام لوگوں کو بیدار کرتی ہے سب یہ جان لیں کہ عالی ہمت افراد کے کسی خاص گروہ سے مختص نہیں ہے بلکہ مکتب تشیع کے تمام پیروکار خداوند متعال سے بلند ہمت کی دعا کریں اوراس کے حصول کی کوشش کریں ۔

۱۔ بحارالانوار۹۴/ ۱۵۵

نتیجہ بحث

پختہ ارادہ اور بلند ہمت خدا کی عظیم نعمتوں میں سے ہے ان کے ذریعہ آپ معنویت کے آسمان کی اوج پر پرواز کر سکتے ہیں خود میں یہ قدرت ایجاد کرو اور ضعف، کاہلی و سستی سے پرہیز کرو تا کہ آپ کی شرافت وعظمت میں اضافہ ہو قوۃ ارادہ کا کمزور ہونا آپ کے توقف و ٹھہراؤ کا باعث ہے، قوہ ارادۃ کو تقویت دینے سے آپ کامیابی کے نزدیک ہو سکتے ہیں. امام صادقؑ کے فرمان کی رو سے آپ مصمم ارادہ کے ذریعہ اپنے اندر پائی جانے والی بری عادات اور ناپسندیدہ اخلاق کو ختم کر کے اچھے اور پسندیدہ اخلاق و عادات کو حاصل کر سکتے ہیں ہدف تک نہ پہنچنے میں ناکامی سے آپ کا ارادہ کمزور نہیں ہونا چاہئے بلکہ ناکامی سے عبرت کا درس لیں اور اپنی قوہ ارادہ کو مزید مضبوط بنائیں۔

پختہ ارادے اور مردانہ ہمت سے آپ صرف اعلیٰ انسانی مقامات حاصل کر سکتے ہیں بلکہ ملائکہ کے درجات بھی حاصل کر سکتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر وہ مقام و مرتبہ بھی حاصل کر سکتے ہیں کہ جب ملائکہ آپ کی خدمت کر کے فخر و مباہات محسوس کریں پس فرصت سے استفادہ کریں اور پختہ ارادے کے ذریعہ اپنی خلقت کے ہدف و مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

به زندگانی اگر عزم آهنین داری   به زیر پا شودت کوه چون زمین هموار

اگر آپ زندگی میں پختہ عزم و ارادہ رکھتے ہوں تو آپ کے پاؤں تلے پہاڑ بھی ہموار زمین کی مانند ہو جائے گا۔

پانچواں باب

نظم وضبط

حضرت امیر المومنین علیؑ نے فرمایا:

"اوصیکما و جمیع ولدی و اهلی و من بلغه کتابی بتقوی اللّٰه ونظم امرکم"

تمہیں وصیت کرتا ہوں ...تقویٰ الٰہی اختیار کرو اور اپنے امور میں نظم وضبط کی رعایت کرو۔

پانچواں باب

نظم وضبط

نظم وضبط کی اہمیت

نظم وضبط اہداف تک پہنچنے کے لئے ایک بہترین وسیلہ ہے اپنے اہداف تک پہنچنے کے لئے آپ منظم پروگرام تشکیل دے کراپنی زندگی کے لحات کوخوشگوار اور پُرثمر بنا سکتے ہیں ۔کوشش اور مصمم ارادے سے ایک صحیح اور منظم پروگرام تشکیل دے کراس پرعمل کریں ،صحیح منشور پرعمل انسان کومنظم، متعہد اورانجام دیئے جانے والی چیز کا معتقد بنا تا ہے کوشش کریں کہ زندگی کا ہر کام آپ کے منظم پروگرام کے مطابق ہوتا کہ اپنی زندگی کے لحات سے بہتر طور پر استفادہ کرسکیں اور زندگی میں سرخرو ہوں ۔یہ وہ راستہ ہے کہ تاریخ کے عظیم ترین افراد نے جس کی پیروری کی اوراس کے پابند رہے آپ بھی ان کے راستے کومنتخب کریں اور کسی بھی لمحے خداپسند، منظم اور صحیح آئین کی تشکیل اوراس پرعمل پیرا ہونے میں غفلت نہ کریں جس حد تک ممکن ہو، کوشش کریں کہ آپ کا آئین ومنشور اور پروگرام خاندان وحی وعصمت علیہم السلام کے حیات بخش مکتب کی ترویج کا باعث ہو س صورت میں آپ اپنے سرپران ہستیوں کا کریمانہ شفیقانہ ہاتھ محسوس کریں گے۔

حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے زندگی کے آخری لحات میں اپنے تمام فرزندوں،اہل خانہ اور ہر اس شخص کو یہ وصیت فرمائی، کہ جو ان کی اس وصیت سے مطلع ہوجائے ،انہوں نے فرمایا کہ کاموں میں نظم وضبط کی رعایت کریں اور منظم پروگرام بنا کراپنی زندگی کو کامیاب بنائیں۔

" قال امیر المو منینؑ : عند وفاته للحسن و الحسین علیهما السلام . اوصیکما و جمیع ولدی و اهلی و من بلغه کتابی بتقوی اللّٰه ونظم امرکم " (۱)

حضرت امیر المومنین نے اپنی وفات کے وقت امام حسنؑ اور حسینؑ سے فرمایا کہ: آپ، میرے تمام فرزندوں اور اہل وعیال اور ہر اس شخص کو کہ جس تک میرا یہ فرمان پہنچے یہ وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ الٰہی اختیار کرو اور اپنے امور میں نظم وضبط رکھو...۔

یہ کائنات کے پہلے امام امیر المومنین علیؑ کا پیغام ہے کہ جس سے نظم وضبط کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

نظم وضبط آشفتگی کو ختم کرتا ہے

جب آپ اپنی زندگی کے امور اور کاموں میں نظم وضبط رکھتے ہوں اور پختہ ارادے سے اس پر عمل کریں تو آپ بہت سے باطنی تضاد اور بے حاصل سوچ وفکر سے نجات پا جائیں گے۔

نظم وضبط عدم تضاد اور افراد کی آراء وافکار میں اختلاف کی بہترین دلیل ہے ۔حکومتوں یا اداروں کے منشور میں اختلاف حکومتی یا اداری نظام میں نظم وضبط کے نہ ہونے کی واضح دلیل ہے جہاں بڑے یا چھوٹے اجتماع میں اختلاف ہو وہاں نظم وضبط نہیں ہوتا. ہر جگہ نظم ہونا چاہئے کیونکہ یہ اس جگہ پر قدرت تدبیر کے موجود ہونے کا پتہ دیتا ہے. کائنات کے نظام میں موجود نظم، اس بات کی دلیل ہے کہ کائنات کا نظام ایک منظم تدبیر کے تحت چل رہا ہے ۔اگر آپ نظام کائنات میں دقت کریں تو معلوم ہو گا کہ جس طرح کائنات کے چھوٹے چھوٹے ذرات میں نظم ہے ۔اسی طرح کہکشانوں میں نظم ہے انیسویں صدی کے وسط میں انسان کو ذرات کے بارے میں تحقیقات سے کچھ

۱۔ نہج البلاغہ، مکتوب ۴۷، بحار الانوار ۷۵/۴۲

معلومات حاصل ہوئی کہ ذرات کے اندر بھی ایک نظم وقانون کارفرما ہے کہ جس میں تعطل نہیں ہوتا، ایٹم میں موجود الیکٹرون ہر سکینڈ میں تین کاڑیلیون (۳۰۰۰۰۰،۰۰۰۰۰۰،۰۰۰۰) مرتبہ ایٹم کے گرد گردش کرتا ہے کہ کوئی چیز بھی اس گردش کو نہیں روک سکتی۔

لوہے کے ایک ذرّے میں موجود الیکٹرون بھی ہر سکینڈ میں تین کاڑیلیون مرتبہ اپنے مرکز کے گرد گردش کرتا ہے۔

جب لوہے کو اس قدر حرارت دیں کہ وہ گیس میں تبدیل ہو جائے تو پھر بھی الیکٹرون تین کاڑیلیون مرتبہ ایٹم کے گرد گردش کرے گا۔

فقط ایک صورت میں ممکن ہے کہ اس دائمی حرکت کو مختل کیا جا سکتا ہے کہ جب ایٹم کو توڑ دیا جائے اس صورت میں الیکٹرون اپنے مرکز سے دور ہو جائے گا۔ لیکن یہ نہیں کہ وہ حرکت نہیں کرے گا بلکہ اس صورت میں وہ ایک جدید مرکز ومدار کے گرد گردش شروع کرے گا۔

جس قانون ونظام کے تحت الیکٹرون، ایٹم کے گرد اتنی تیزی سے حرکت کرتا ہے اسی طرح زمین، سورج کے گرد اور سورج تمام ستاروں کے گرد اور یہ سب کہشاں اور کہشاں کسی دیگر چیز کے گرد گردش کرتے ہیں کہ جس سے ہم آگاہ نہیں ہیں لیکن اس میں کوئی شک وشبہہ نہیں کہ وہ بھی گردش کرتے ہیں۔

کائنات کا یہ عجیب نظم اس بات کی دلیل ہے کہ امر خلقت میں کسی قسم کی آشفتگی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اس میں تضاد و آشفتگی ہوتی تو کائنات کا نظم درہم برہم ہو جاتا ہے۔

امام صادقؑ مفضل سے فرماتے ہیں:

"والتضاد لا یأتی بالنّظام"(۱)

تضاد سے نظم وجود میں نہیں آتا۔

۱۔ بحار الانوار ۳/۶۳

جس طرح خلقت کائنات میں نظم اس بات کی دلیل ہے کہ کائنات کی تدبیر میں کوئی اختلاف نہیں ہے ۔اسی طرح چھوٹے، بڑے اجتماعات میں نظم ،ان میں عدم اختلاف کی دلیل ہے .پس نہ صرف خلقت کے مسئلہ میں بلکہ جس مورد میں بھی نظم کی ضرورت ہو وہاں کسی صاحب تدبیر شخص کی بھی ضرورت ہوتی ہے، پس تضاد و اختلاف اس امر کی دلیل ہے کہ وہاں کوئی مدبّر کے ذریعہ نظم قائم کرنے والا نہیں ہے۔

اس بناء پر اختلاف و تضاد کو رفع کرنے کے لئے عملی پروگراموں میں نظم برقرار رکھیں اور فردی و اجتماعی زندگی سے اختلافات کا قلع قمع کریں۔

صرف اجتماعی و خانوادگی پروگراموں میں ہی نظم و ضبط افکار میں عدم تضاد کی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ شخصی پروگراموں میں بھی نظم و ضبط کے وجود پر دلالت کرتا ہے کہ انسان کی زندگی میں تضاد و آشفتگی نہیں ہے اور یہ ایک منظم آئین کی پیروی کر رہا ہے ۔جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ انسان کی زندگی تضاد سے بھری پڑی ہے ۔مختلف نفسانی افکار خواہشات اور عقلی دستورات انسان میں تضاد ایجاد کرتے ہیں بہت سے موارد میں افکار میں آشفتگی اور مشوش ہونا انہی تضاد کی وجہ سے ہے ایسے تضاد کبھی باعث بنتے ہیں کہ انسان کام کو چھوڑ دے اور اپنی زندگی حوادث کے سپرد کر دے۔

نظم و برنامہ ایسے تضاد و اضطرابات کو ختم کرتا ہے اور افکار و تخیلات کی تشویش کو ایک صحیح منشور کی راہ دکھاتا ہے وقت گزرنے کے ساتھ مضطرب فکر کو ایک صحیح آئین و منشور کا سایہ فراہم ہو جاتا ہے۔

نوجوانوں کی صحیح نظم و ضبط میں مدد کریں

مختلف تخیلات و افکار کی وجہ سے عموماً نوجوان امور میں نظم و ضبط اور پروگرام تشکیل دینے کی مکمل قدرت نہیں رکھتے ان کے سرپرست روزانہ کے پروگرام کو منظم کرنے میں ان کی مدد کریں تا کہ عمر کے لحاظ سے رشد پانے کے ساتھ ساتھ انہیں امور میں نظم و ضبط برقرار کرنے کی قدرت بھی حاصل ہو جائے۔

جب جوانوں میں پینتیس سال کی عمر میں اندرونی تضاد اور جنسی وشہوانی خواہشات میں کمی آجاتی ہے تو ان کے لئے اس دور میں منظم پروگرام اور نظم کی پیروری کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

امام رضا علیہ السلام کا فرمان انسان کے نفسانی امور پر اس کے جسمانی حالات کی کیفیت وتاثیر کی تشریح کرتا ہے۔

"قال مولانا الرضا صلوات اللّٰه علیه فی الرسالة الذهبیّة ... ثمّ یدخل فی الحالة الثالثة الیٰ ان تتکامل مدّة العمر ستین سنة فیکون فی سلطان المرّة السّوداء وهی سنّ الحکمة والموعظة وا لمعرفة والدرایة و انتظام الامور وصحّة النظر فی العواقب و صدق الرّأیی"(۱)

پھر انسان اپنی تیسری حالت، یعنی پینتیس سال سے ساٹھ سال کی عمر تک، میں سوداء انسان پر مسلط ہوتا ہے اور یہ حکمت وموعظہ، معرفت ودرایت کا دور ہوتا ہے۔اسی طرح یہ امور میں نظم وضبط اور انسان کی صحیح دوراندیشوں اور درست رائے کا وقت ہوتا ہے۔

اس بناء پر انسان اپنی زندگی کے تیسرے مرحلہ میں داخل ہونے سے پہلے صحیح پروگرام اور نظم و ضبط کا زیادہ نیازمند ہوتا ہے تاکہ اس دوران نفسانی تحرکات سے واقع ہونے والے انحرافی مسائل سے محفوظ رہا جا سکے اور جوانان ونوجوانان کی حیاتی مسائل کی طرف ہدایت وراہنمائی ہو۔

حضرت امام رضا علیہ السلام زندگی کے تیسرے حصے، یعنی ساٹھ سال کی عمر تک کو انتظام امور کا دور قرار دیتے ہیں اور اس دور کو معارف وحکمت کے حصول کا زمان سمجھتے ہیں امام کے فرمان کی رو سے اس وقت انسان کو اس طرح سے پیش آنا چاہیئے کہ اپنے آئندہ کے کاموں کو صحیح طور پر پرکھ سکے اور اس کی رائے وعقیدہ بھی درست ہو۔

۱۔بحارالانوار:۶۲/۳۱۷

نظم وضبط

وقت سے استفادہ کرنے کا بہترین طریقہ

زندگی کے لمحات اور وقت کو ضائع نہ کرنے کے لئے ایک منظم پروگرام ترتیب دیں اور اس کے مطابق عمل کرنے کا تعہد کریں اگر آپ کے اصل اعمال صحیح ہو اور صحیح و مرتب پروگرام کے مطابق عمل کریں تو آپ کی زندگی پُر برکت و خوشگوار ہوگی۔

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: "**برکة العمر فی حُسن العمل**"(۱)

زندگی کی برکت، عمل کی اچھائی میں ہے۔

عمل کی اچھائی صرف اصل عمل کے نیک ہونے پر ہی نہیں، بلکہ اس کی روش کے نیک ہونے پر بھی دلالت کرتی ہے۔اسی وجہ سے ہمارے بزرگان ایک منظم و مرتب پروگرام کے پابند تھے۔لہٰذا وہ پُرثمر و باارزش زندگی سے بہرہ مند ہوئے۔مثال کے طور پر ہم دنیائے تشیع کی معروف شخصیت مرحوم شیخ انصاریؒ کی زندگی کے کچھ حصے کو بیان کرتے ہیں:

مرحوم شیخ انصاریؒ کا منظّم پروگرام

مرحوم شیخؒ کی سیرت میں سے یہ تھا کہ ان کی ماں ایک عبادت گزار خاتون تھیں جنہوں نے مرتے دم تک نمازِ شب ترک نہیں کی ،مرحوم شیخ اپنی ماں کے لئے تہجد کے لوازم وسائل خود انجام دیتے تھے حتی کہ ضرورت کے وقت ان کے لئے وضو کا پانی بھی گرم کرتے ، کیونکہ ان کی والدہ اپنی عمر کے آخری ایام میں نابینا ہوگئیں تھیں،لہٰذا شیخ انصاری انہیں مصلا پر کھڑا کرنے کے بعد خود نوافل شب میں مشغول ہوجاتے۔

مرحوم شیخؒ کی ایک یہ عادت تھی کہ وہ تدریس سے واپس آنے کے بعد سب سے پہلے اپنی ماں

۱۔ شرح غرر الحکم ۳/۲۶۲

کے پاس جاتے اوران کا دل جیتنے کے لئے ان سے گفتگو کرتے اورلوگوں کی طرز زندگی اور حکایات کے بارے میں پوچھتے ،مزاح کرتے اوراپنی والدہ کو ہنساتے اور پھر عبادت ومطالعہ کے کمرے میں چلے جاتے ایک دن شیخ نے اپنی ماں سے کہا: آپ کو یاد ہے کہ جب میں مقدمات میں مشغول تھا اور آپ مجھے گھر کے کاموں کے لئے بھیجتی تھیں اور میں درس ومباحثہ کے بعد انہیں انجام دیتا تھا آپ ناراض ہوکر کہتی تھیں کہ میرا فرزند نہیں ہے اوراب تمہارا بھی فرزند نہیں ہے؟ ماں نے مزاح میں کہاہاں !اب بھی کیونکہ تم اس وقت گھر کی ضروریات کو پورا نہیں کرتے تھے اوراب تم اس اعلیٰ مقام پر فائز ہو لیکن تم وجوہات شرعیہ میں صرف جوئی اوراحتیاط سے مجھے تحت تاثیر قرار دیتے ہو۔

ایک روزان کی ماں نے شیخ پر اعتراض کیااور کہا !اطراف کے شیعہ تمہارے پاس اتنی زیادہ مقدار میں وجوہات شرعیہ لاتے ہیں تم اپنے بھائی منصور سے کچھ رعایت کیوں نہیں کرتے اوراسے لازم اخراجات کیوں نہیں دیتے ۔مرحوم شیخ نے فوراًاس کمرے کی چابی ماں کو دی کہ جس میں وجوہات شرعیہ رکھی تھی ،اور کہا آپ جتنا مناسب سمجھتی ہیں اپنے فرزند کو دے دیں ،لیکن روز قیامت آپ خود اس کا جواب دیں ۔کیونکہ وہ ایک صالحہ وعابدہ خاتون تھی ،انہوں نے یہ کام نہیں کیااور کہا کہ میں کبھی بھی اپنے بیٹے کی چند دن کی فلاح کے لئے قیامت میں اپنے کوگرفتار ومبتلا نہیں کروانا چاہتی ۔

شیخ کی والدہ ۱۲۷۹ قمری کونجف اشرف میں اس دنیا سے کوچ کر گئیں ۔ان کی موت نے شیخ کی زندگی پر بہت گہرا صدمہ واثر چھوڑا ، یہاں تک کہ ان کے بعض اصحاب نے اعتراض کیا شیخ نے ان کے جواب میں فرمایا: میں اپنی ماں کی موت پر نہیں روتا ، بلکہ اس لئے روتا ہوں کہ ان کی وجہ سے مجھ پر سے بہت سی بلائیں اور مصیبتیں رفع ہوجاتی تھی ۔خداان کے وجود کی وجہ سے مجھ پر رحم فرماتا تھا۔(۱)

مرحوم شیخ انصاری اپنے منشور اور آئین میں اس حد تک احتیاط کرتے کہ ان کے استاد مرحوم صاحب جواہر انہیں کثرت احتیاط سے منع فرماتے ۔صاحب جواہر نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حکم

۱۔زندگی وشخصیت شیخ انصاری:۵۸

دیا کہ ایک ایسی مجلس کا اہتمام وانعقاد کیا جائے کہ جس میں نجف اشرف کے تمام جید علما شرکت کریں مجلس منعقد کی گئی لیکن ان میں شیخ انصاری موجود نہیں تھے۔ صاحب جواہر نے فرمایا کہ شیخ انصاری کو بھی حاضر کریں تلاش کرنے کے بعد دیکھا گیا کہ شیخ انصاری حرم میں یا صحن مبارک میں رو بہ قبلہ کھڑے ہو کر صاحب جواہر کی شفایابی کے لئے دعا گو تھے شیخ کی دعا کے بعد انہیں مجلس میں لے جایا گیا۔ صاحب جواہر نے شیخ کو اپنی بالین پر بیٹھایا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دل پر رکھا اور کہا: "**الآن طاب لِي الموت**" اب موت میرے لئے گوارا ہو گئی ہے اور حاضرین سے کہا کہ: "**هذا مرجعكم من بعدي**" یہ میرے بعد تمہارے مرجع ہیں۔ اور شیخ سے فرمایا: "**قلل من احتياطك، فان الشريعة سهلة**" یعنی اپنی احتیاط کو کم کرو کیونکہ اسلام آسان دین ہے۔

صاحب جواہر کا یہ عمل اس لئے تھا کہ شیخ کی شہرت اور زیادہ ہو جائے ورنہ مقام مرجعیت کے لئے یہ لازم نہیں کہ پہلے والا مرجع کسی کو معین کرے۔(۱) حالانکہ صاحب جواہر نے انہیں کم احتیاط کرنے کی سفارش کی مگر مرحوم شیخ اپنی احتیاطات پر عمل کرتے۔ چالیس میلین شیعوں کی طرف سے آنے والی وجوہات شرعیہ کے باوجود فقیرانہ زندگی گزارتے حتی کہ اگر انہیں کوئی تحفہ یا ہدیہ کے عنوان سے کوئی مال دیتے تو وہ اس مال کو طلاب وضرورت مندان میں تقسیم کر دیتے۔ ان میں سے کچھ مال مشہد کے راستے ترکمانیوں کے ہاتھوں اسیر ہونے والے زواروں کی رہائی کے لئے بھیجتے۔(۲)

مرحوم شیخ نے اپنے عبادی پروگرام کو سن بلوغ سے آخر عمر تک برقرار رکھا فرائض اور نوافل شب وروز، ادعیہ اور تعقیبات کے علاوہ ہر روز ایک جزء قرآن، نماز جعفر طیار، زیارت جامعہ اور زیارت عاشورہ پڑھتے یہ شیعہ مکتب کے ایک درخشان چہرے کے عملی پروگرام کا ایک حصہ تھا۔(۳)

ہمارے مکتب کی تاریخ میں ایسے بہت سے نمونے ملیں گے بزرگان کی زندگی کے بارے میں پڑھ کر ان کی زندگی کے آئین سے آشنائی حاصل کریں۔

۱۔ ایضاً: ۷۳ ۲۔ ایضاً: ۸۵

۳۔ ایضاً: ۹۰

نتیجۂ بحث

ہمارے مکتب کی برجستہ وبزرگ شخصیات کی راہ وروش یہ تھی کہ وہ اپنی زندگی نظم وضبط اور مرتب پروگرام کے تحت گزارتے تھے ۔خاندان عصمت وطہارتؑ کے تمام پیروکار وشیدائی معنوی پیشرفت اور کائنات کے حقائق سے آشنائی کے لئے نظم وضبط قائم کریں اور ایک صحیح منشور کی پیروی کریں ۔

اسی لئے حضرت امیرالمومنین نے اپنی وصیت میں ہمیں اور ہراس شخص کو پیغام دیا کہ جوان کی اور اپنی وصیت سے آگاہ ہونے والے ہرشخص کو پیغام دیا کہ تقویٰ وپرہیز گاری اختیار کرو اور امور میں نظم رکھو، لہذا ہمیں ایک منظم ومرتب پروگرام ترتیب دے کر اس پر عمل کرنا چاہیئے تاکہ سرگردانی تضاد اور اندرونی تشویش سے نجات پاکر بہتر مستقبل کو حاصل کرسکیں ۔

آپ اپنے مستقبل کی فکر کریں .روشن مستقبل کے حصول کے لئے منظم پروگرام تشکیل دے کر اس پر عمل کریں نیز کوشش کریں کہ اپنے آئین ومنشور کے ذریعہ اہل بیت اطہارؑ کے جاویدانی وحیات بخش مکتب کی تبلیغ وترویج کریں ۔اس صورت میں آپ کی زندگی کے لمحات صفاومعنویت کی اوج پر پہنچ جائیں گےاور روحی ومعنوی راہ کے تکامل میں کامیاب ہوجائیں گے ۔

از جهان عبرت انگیز   این در سخن به گوشت آویز

خواهی بکمال راه یابی   با صبغه نظم ، عمل بیامیز

دنیا سے عبرت حاصل کرواور اس قیمتی بات کو اپنے ذہن میں بٹھالو ۔اگر کمال تک پہنچنا چاہو تو نظم وضبط اور منظم پروگرام کے ذریعہ عمل انجام دو ۔

چھٹا باب

وقت سے استفادہ کرنا

حضرت امیر المومنین علیؑ نے فرمایا:

”تدارک فی آخر عمرک ما اضعته فی اوّله تسعد بمنقلبک“

جس چیز کو ماضی میں نابود و تلف کر دیا ہو اس کا مستقبل میں جبران کرو تا کہ روز قیامت سعادت مند ہو جاؤ۔

چھٹا باب

وقت سے استفادہ کرنا

وقت سے استفادہ

انسان محدود زندگی کا مالک ہے اس کے برعکس اسرار وعلوم اور اطلاعات کی ایک دنیا ہے۔ ہمارا محدود ذہن حیاتی مسائل، ارزش مند موضوعات اور دیگر تمام امور کو کس طرح احاطہ کرسکتا ہے؟ ہماری فکر محدود ہے اس محدود مدت میں ہمیں زندگی کے مہم امور کو اہمیت دینی چاہیئے اور بے ارزش مسائل کی طرف توجہ نہیں کرنا چاہیئے۔

بے جا تفریحات، بے ارزش کتب کا مطالعہ، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے مختلف پروگرامز بہت آسانی سے ذہن اور فکر کو مشغول کرتے ہیں اور اسے زندگی کے اہم امور کی جانب توجہ دینے سے روکتے ہیں عالی اہداف کے حصول کے لئے ایسے بے ارزش امور سے چشم پوشی کریں اور اپنے ذہن کو ان چیزوں میں مشغول نہ کریں تا کہ مہم امور کو وقت دے سکیں۔

حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں:

" **احذروا ضیاع الاعمار فیما لا یبقیٰ لکم ففائتها لا یعود** "(۱)

اپنی عمر کو ان چیزوں میں ضائع کرنے سے گریز کریں کہ جو آپ کے لئے باقی نہیں رہتیں کیونکہ

۱۔شرح غررالحکم ۲/۲۸۲

گزری ہوئی زندگی واپس نہیں آتی۔

آپ ابھی سے یہ تعہد کریں کہ آپ کا مستقبل، ماضی کی بنسبت بہتر ہو اور اگر آپ اپنے ماضی پر پشیمان ہوں تو کوئی ایسا کام نہ کریں کہ مستقبل میں بھی افسوس و پشیمانی کا سامنا ہو۔

حضرت امیر المومنین فرماتے ہیں:

" بادر الفرصة قبل ان تكون غصة "(۱)

فرصت سے استفادہ کریں اس سے پہلے کہ پشیمانی و افسوس ہو۔

جہاں پر بھی ضرر کا اندیشہ ہو، وہاں سے واپس لوٹنے میں ہی آپ کے لئے فائدہ ہے پس آپ جہاں بھی ہوں، سعی و کوشش کریں کہ آنے والا وقت، گزرے ہوئے وقت سے بہتر ہو، آپ وقت اور فرصت سے استفادہ کریں، جب تک مہلت ہو اپنی زندگی کے لمحات سے بہتر طور سے استفادہ کریں۔

علامہ مجلسیؒ کا وقت سے استفادہ کرنا

تاریخ کے نامور معروف اور بزرگ شخصیات نے اپنے نیک اور خدا پسندانہ کردار کے ذریعہ وقت سے بہترین طریقے سے استفادہ کیا اور اپنے نام کو نیک و جاویدان بنایا۔ آپ بھی شائستہ اعمال اور نیک کردار کے ذریعہ اور زندگی کے لمحات سے استفادہ کرتے ہوئے دائمی نتیجہ حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

" الايّام صحائف آجالكم فخلّدوها احسن اعمالكم "(۲)

ایام تمام اموات کے لئے صحائف کی طرح ہیں. پس نیک اعمال کے ذریعہ انہیں جاویدان بناؤ۔

علامہ مجلسی ایک بے نظیر شخصیت ہیں کہ جنہوں نے اس طرح عمل کیا اور اپنے نام کو جاویداں بنایا

۱۔ نہج البلاغہ مکتوب ۳۱

۲۔ شرح غرر الحکم ۲/۱۲۰

انہوں نے اپنی گرانبھا زندگی سے بہت بہتر طریقے سے استفادہ کیا اور وقت وفرصت کو اعلیٰ طریقے سے استعمال میں لائے .علامہ مجلسی حامی دین اسلام ،مجدد شرائع وسنن رسول اکرمؐ اور اہل بیتؑ کے آثار کو زندہ کرنے والے ہیں .انہوں نے اپنے قلم سے اسلام ومسلمین کی خدمت کی ۔

مرحوم علامہ بحر العلومؒ سے نقل ہوا ہے کہ ان کی آرزو تھی کہ ان کی تمام تالیفات مجلسی کے دیوان عمل میں درج ہوں اور اس کے عوض ان کی فارسی کتب میں سے ایک کتاب ان کے دیوان عمل میں درج کی جائے ۔ مرحوم علامہ مجلسیؒ کی فارسی کتب کے فارسی زبان والوں کے دلوں پر بہت گہرے اثرات ہیں۔

ایک دن صاحب جواہر نے جلسہ درس میں فرمایا کہ کل رات ایک خواب دیکھا کہ جیسے کسی بہت بڑی مجلس میں داخل ہوا ہوں کہ جس میں علماء کا گروہ جمع ہے ، دروازے پر دربان کھڑا تھا، اس کی اجازت سے مجلس میں وارد ہوا اور دیکھا کہ وہاں متاخرین ومتقدمین علماء تشریف فرما ہیں اور مجلس کی صدارت علامہ مجلسی فرما رہے ہیں. میں نے تعجب کیا ور دربان سے ان کے تمام علماء پر مقدم ہونے کی علت دریافت کی ،اس نے کہا کیونکہ آئمہ معصومینؑ کے نزدیک علامہ مجلسی باب العلماء کے نام سے معروف ہیں۔

علامہ مجلسی کے شاگردوں کی تعداد ہزار افراد سے زیادہ تھی .علامہ مجلسی سن ۱۰۳۷ھ میں متولد ہوئے ستائیس رمضان سن ۱۱۱۰ھ کی رات دنیا سے رحلت فرما گئے ۔ان کی قبر مبارک جامع مسجد اصفہان میں ان کے والد کی قبر کے نزدیک واقع ہے جو لوگوں کے لئے زیارت گاہ ہے ۔(۱)

جی ہاں ،علامہ مجلسی نے وقت سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی زندگی نیک کردار، بہترین کتب کی تالیف اور مکتب اہل بیتؑ کی ترویج میں بسر کی اور رہتی دنیا تک اپنے نام کو درخشاں اور زندہ وجاوید بنا گئے ۔

۱۔زندگانی وشخصیت شیخ انصاری: (حوالہ)۴۱

وقت ضائع نہ کریں

انسان حدود وقیود میں محدود ومقید ہے ان میں سے ایک قید زمان ہے ہمارے تمام بزرگان نے محدود زمان میں پیشرفت وترقی کی اوراعلیٰ اہداف کو حاصل کیا۔اگر ہم نے گزشتہ زندگی ،ان کے مطابق نہیں گزاری تو باقی ماندہ مہلت کو کافی جان کر اس کی اہمیت وارزش کو سمجھیں۔

فرصت غنیمت است حریفان دراین چمن　　فرداست ہمچوگل ہمہ بربا درفتہ چمن

ہم زندگی کے لحات کو گزار رہے ہیں اور آہستہ آہستہ مہلت کو ہاتھ سے کھو رہے ہیں۔عقل مند اور ذہین وہ ہے کہ جو فراغت کو غنیمت شمار کر کے اس سے بہترین طریقے سے استفادہ کرے۔

حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں:

" لو صحّ العقل لا غتنم کلّ امرءٍ مهلة"(۱)

اگر عقل سالم ہو تو ہر شخص موجود مہلت کو غنیمت شمار کرتا ہے۔

ہمیں اس امر کی جانب متوجہ رہنا چاہیئے کہ وقت ہماری زندگی کا اہم ترین سرمایہ ہے عقل اس حقیقت کی شاہد ہے اسی وجہ سے ہر انسان کو مہلت اور فرصت کو غنیمت سمجھ کر اس سے استفادہ کرنا چاہیئے۔

آنچه ندارد عوض ای هوشیار　　عمر عزیز است غنیمت شمار

جس چیز کا کوئی عوض نہیں ہے وہ انسان کی زندگی ہے لہٰذا اسے غنیمت شمار کرو۔

جی ہاں ،! اہلبیت اطہارؑ نے وقت کی اہمیت وارزش کے بارے میں بہت سے ارشادات وفرامین بیان فرمائے ہیں انہوں نے اپنے ارشادات میں ہمیں آگاہ کیا ہے کہ اپنی زندگی کے لحظات کے بارے میں ہوشیار رہیں اور زندگی کے کسی لمحے کو بھی استفادہ کئے بغیر نہ گزاریں۔نیز توجہ کریں کہ ہم جس لمحے کو بھی گزار دیں تو اسی قدر ہماری زندگی کم ہوجاتی ہے۔

۱۔شرح غرر الحکم ۱۱۲/۵

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

" **العمر تفنيه اللحظات** "(۱)

لحظات کا گزرنا عمر کو فانی بناتا ہے۔

ہمارے سانس لینے اور لمحات کے گزرنے سے ہماری زندگی بتدریج کم ہوتی جاتی ہے۔

روز را رایگان زدست مده نیست امید آن که باز رسد

کسی بھی دن کو رائیگاں نہ جانے دو۔ کیونکہ اس کے دوبارہ واپس آنے کی امید نہیں ہے۔

جو اپنے دن رات، نیک اور پسندیدہ کاموں کو انجام دینے میں گزارتے ہیں اور وقت کو ضائع کرنے اور زندگی کو تلف کرنے سے گریز کرتے ہیں وہ اپنے صحیفہ اعمال میں درخشاں صفحات کا اضافہ کرتے ہیں اور ابدی و جاویداں نتیجہ حاصل کرتے ہیں۔

کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم بھی ایسے افراد میں سے ہوں؟

بیکاری کا نتیجہ

بیکار شخص کا کوئی ہدف و مقصد نہیں ہوتا کہ جس کے حصول کی وہ کوشش و ہمت کرے۔ لہذا وہ بیکار بیٹھا رہتا ہے وہ اپنا قیمتی وقت خیالات، توہمات یا بے فائدہ و حرام گفتگو میں گزارتا ہے اور اپنے دل کو شیاطین کی آماج گاہ قرار دیتا ہے۔ باایمان شخص کو کبھی بھی بیکار نہیں بیٹھنا چاہئے تا کہ اس کا دل شیاطین کی جایگاہ اور اس کا ذہن زشت اور پست افکار کا مرکز قرار نہ پائے۔

حضرت امیر المومنینؑ اپنے کلمات قصار میں فرماتے ہیں:

" **المومن مشغول وقته** "(۲)

۱۔ شرح غرر الحکم ۱/۹۲

۲۔ نہج البلاغہ کلمات قصار ۳۲۵

مومن کا وقت ہمیشہ مشغول ہے ۔ یعنی مومن ہمیشہ مصروف رہتا ہے ۔

کیونکہ وہ یا ضروریات زندگی کو مہیا کرنے کے لئے مادی کاموں میں مشغول ہوتا ہے یا پھر خداوند کریم کی عبادت وذکر سے اپنی آخرت کو آباد کرتا ہے ۔اتنی مصروف زندگی کے باعث اسے ناشائستہ اور زشت اعمال کو انجام دینے کی فرصت نہیں ہوتی ۔اکثر وبیشتر افراد بیکاری وفراغت کے وجہ سے برے کاموں کے مرتکب اور غلطیوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔

مخصوصاً جوانوں کو کبھی بیکار اور فارغ نہیں بیٹھنا چاہیئے تاکہ ان کے لئے غلط کاموں کو انجام دینے کا ذریعہ ووسیلہ فراہم نہ ہو۔

روایات میں وارد ہوا ہے:

" انّ اللّٰہ یبغض الشباب الفارغ"

خداوندتعالی بے کار اور فارغ جوانی سے عداوت رکھتا ہے ۔

وقت تلف کرنا یا تدریجی خودکشی

ہم نے جو کچھ عرض کیا ،اس کی بناء پر اس مہم ترین نکتہ کی جانب توجہ کریں کہ وقت گزارنا اور ضروری برناموں میں آج کا کام کل پر چھوڑنا اور ضروری کاموں کو انجام دینے میں تاخیر کرنا انسان کے لئے بہت سے محرومیوں کا باعث ہے۔

یہ جان لیں کہ ہمارا گزرا ہوا کل اور آج، ہمارے آنے والے کل کے لئے ثمر ہے ۔ماضی اور حال ایک جڑ کی طرح ہمارے مستقبل کی زندگی کے درخت کو تشکیل دیتا ہے۔

مکن در کارها زنهار تاخیر   که در تاخیر آفتها ست جانسوز

بفردا افکنی امروز کارت   ز کند بهای طبع حیلت آموز

قیاس امروز گیر از کار فردا   که هست امروز تو فردای دیروز

اپنے کاموں میں ایک دن کی بھی تاخیر نہ کرو کہ اس تاخیر میں زندگی کو برباد کرنے والی آفات ہیں. آپ اپنے آج کے کام کو کل پر نہ چھوڑیں بلکہ آج ہی انجام دیں کیونکہ آپ کا آج گزرے ہوئے کل میں آنے والا کل تھا، یعنی آپ نے گزشتہ کل بھی یہ ہی کہا تھا کہ آپ آج وہ کام انجام دیں گے. مگر آج بھی گزر گیا. لہذا کبھی بھی اپنا آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔

زندگی اور وقت کو تلف کرنے سے آپ نہ صرف اپنے ماضی سے بہرہ مند نہیں ہو سکتے ہیں، بلکہ اپنے مستقبل کو بھی بے ثمر بناتے ہیں۔ درحقیقت اتلاف وقت کو تدریجی خودکشی سمجھیں۔

اپنے ماضی سے عبرت حاصل کریں

دنیا کے اتار، چڑھاؤ اور سرد وگرم سے عبرت لینا بزرگ شخصیات کی صفات میں سے ہے وہ دوسروں کے حالات زندگی کی بررسی اور اپنے گزشتہ امور پر دقت سے بہت بڑا سبق لیتے ہیں اور اسی کی بناء پر وہ اپنے مستقبل کو بہتر بناتے ہیں. وہ اپنے اور دوسروں کے ماضی سے عبرت لے کر اپنے مستقبل کو روشن ودرخشاں بناتے ہیں۔

اپنے گزرے ہوئے وقت اور فراغت کے گزرے ہوئے لمحات سے عبرت لینا بقیہ زندگی کی قیمت وارزش کو روشن کرتا ہے اور انسان کو متنبہ کرتا ہے کہ اپنے مستقبل کو بھی ماضی کی طرح تباہ نہ کرے اور اپنی باقی ماندہ زندگی سے ایسا نتیجہ حاصل کرے کہ گزرے ہوئے وقت کا جبران ہو سکے۔

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

" لو اعتبرت بما اضعت من ماضی عمرک لحفظت مابقی "(۱)

اگر اپنے ماضی سے عبرت لو گے کہ جسے تم نے ضائع کردیا تھا تو تم اپنی بقیہ زندگی کو محفوظ کرسکتے ہو۔

۱۔شرح غرر الحکم ۱۱۵/۵

اگر آپ نے ابھی تک اپنی زندگی کے بہت سے لحظات و لمحات سے مستفیض و مستفید ہوئے بغیر گزار دیئے ہوں تو اپنی بقیہ زندگی کی بیشتر اہمیت وارزش کے قائل ہوں اور بے حاصل ماضی کا بابرکت و روشن مستقبل کے ذریعہ جبران کریں۔ اگر آپ نے گزشتہ زندگی کو رائیگاں گزار دیا ہو تو اپنی بقیہ زندگی کی زیادہ قدر کریں۔

دوسروں کے ماضی سے سبق سیکھیں

ہم نے تجربہ کی بحث میں عرض کیا کہ ہم نہ صرف اپنے بلکہ دوسروں کے تجربات سے بھی سبق سیکھیں۔ تاریخ کا مطالعہ کریں اور مکتب تشیع کی بزرگ شخصیات کے بارے میں بررسی کریں۔ ان کی فعالیت و تجربات اور ان کی فردی و اجتماعی کوششوں سے استفادہ کریں۔

دوسروں کے تجربات سے استفادہ کرنے کے فوائد میں سے ایک وقت سے فائدہ اور فراغت سے استفادہ کرنا ہے دوسرے جس راستے پر چلے، دوسروں نے جو برنامے انجام دیئے اور انہوں نے جو نتیجہ حاصل کیا، ہمیں ان سے تجربہ لینا چاہیئے۔ گزشتگان کی راہ و روش اور ان کے پسندیدہ کاموں کو بہتر اور جلد اپنائیں اور انہوں نے جس غلط راستے اور کاموں کا مشاہدہ کیا، انہیں ترک کریں۔ اپنی قیمتی زندگی کو غلط کاموں میں تجربہ کر کے ضائع نہ کریں کہ جسے دوسروں نے انجام دیا ہو۔

جس چیز کے بارے میں ہمیں مکمل آشنائی نہ ہو، اس کے بارے میں تجربات سے اپنی زندگی تلف نہ کریں بلکہ گزشتگان کے حالات زندگی اور ان کے بارے میں مطالعہ سے اس کام کے نتیجہ کو حاصل کریں۔ دوسروں کے اشتباہات کو تکرار کر کے اپنی زندگی کی قیمتی گھڑیوں کو ضائع نہ کریں۔ عظیم لوگ وہ ہیں کہ جو اپنی کوششوں سے تاریخ کو متحول کریں نہ کہ وہ جو دوسروں کی غلطیوں کو دہرا کر تاریخ کو دہرائیں

پس دوسروں کی غلط راہوں کے بارے میں آشنائی حاصل کرنے کی کوشش کریں کہ جنہیں دوسروں نے انجام دیا ہے آپ اپنا قیمتی وقت ان غلط پروگراموں کو تکرار کر کے ضائع نہ کریں۔

اپنا وقت دوسروں کے شخصی اہداف کے لئے ضائع نہ کریں

بہت سے لوگ اپنی زندگی کے با ارزش لحات کو مختلف کاموں اور فعالیت میں گزارتے ہیں سستی وکاہلی سے گریز کرتے ہیں اور کوشش وتلاش کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ لیکن اپنی سرمایہ زندگی سے نہ تو کوئی سود حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی ان کی زحمات کا کوئی ثمر و فائدہ ہوتا ہے۔

اس بارے میں حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

"یفنی عمرہ فی منفعۃ غیرہ"(۱)

اپنی زندگی کو دوسروں کی منفعت میں گنوا دیتے ہیں۔

دنیا کے اجتماع میں بہت سے کاریگر، طالب علم اور مادی امور میں کئی پریشان حال افراد ایسے ہی افراد میں سے ہیں۔

وہ بہت سی زحمات، سختیاں اور تلخیاں برداشت کرتے ہیں مگر ان کی کوششوں کا کوئی ماحصل نہیں ہوتا۔ وہ دوسروں کے ہاتھوں استعمال ہوتے ہیں کائنات میں بہت سے ایسے مظلومین ہیں کہ جو اپنے اوپر ہونے والے ظلم وستم سے بھی آگاہ نہیں ہیں۔

حضرت امیر المومنینؑ جو کہ مظلومین کے دادرس اور رنجیدہ لوگوں کی پناہگار ہیں، اپنے مختصر سے کلام میں تمام لوگوں کو آگاہ کررہے ہیں کہ اپنی زندگی کو دوسروں کی منفعت میں ضائع نہ کریں۔

فرصت سے استفادہ کریں

عالی اہداف تک پہنچنے والی تمام بزرگ شخصیات کہ جنہوں نے اپنی پوری زندگی میں بہت سے کامیابیاں حاصل کیں۔ انہوں نے اپنی زندگی سے استفادہ کیا اور وقت کو غنیمت سمجھا انہوں نے وقت

۱۔ نہج البلاغہ کلمات قصار ۲۶۱

کوتلف کرنے سے گریز کیا اور فرصت وفراغت سے بہترین طریقے سے استفادہ کیا۔

تمام لوگوں کو فراغت کے لمحات میسر آتے ہیں۔لیکن انہیں غنیمت سمجھ کر ان سے عالی طور پر مستفید ہونا چاہئے۔

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں یہ صورت حال ہے کہ وقت کی اہمیت کے بارے میں زیادہ توجہ نہیں دی جاتی اور فرصت کے ایام ضائع ہو جاتے ہیں اگر ان کے ضائع ہونے کے بعد ان کی طرف متوجہ ہوں اور اس پر پشیمان ہوں تو پھر اس پشیمانی کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

" الفرص خُلس "(۱)

فرصت سے مراد کسی چیز کو جذب کرنا ہے۔

یعنی میدان عمل میں فرصت کو سعادت سے گزاریں۔فراغت بہت جلد گزر جاتی ہے لیکن فرصت کے ایام ضائع کرنے کے بعد پچھتانے کا کیا فائدہ ہے؟ ہماری زندگی کا ہر دن اور ہر لمحہ ہمارے لئے فرصت ہے کہ اسے غنیمت سمجھ کر اس سے استفادہ کریں۔

آخری سانس تک زندگی سے استفادہ کریں

ہمیں آخری سانس اور آخری لحظہ تک اپنے وظیفہ کو انجام دینے کی کوشش کرنی چاہئے اور اپنی زندگی کے لحظات کو ایسے امور میں ضائع نہ کریں کہ جن میں خدا کی رضایت شامل نہ ہو۔

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

" انّ انفاسک اجزاء عمرک ، فلاتفنھا الاّ فی طاعةٍ تزلفک "(۲)

۱۔ شرح غرر الحکم ۱/۴۹

۲۔ غرر الحکم ۲/۴۹۹

تمہاری سانسیں تمہاری زندگی کے اجزاء ہیں لہذا انہیں ضائع نہ کریں مگر ایسی عبادت میں کہ جو تمہارے لئے بیشتر تقرب کا باعث بنے۔

ہمارے بزرگان نے زندگی کے آخری لمحات اور آخری سانسوں تک فرصت اور وقت سے بہترین استفادہ کیا۔

شیعہ تاریخ کے علماء و بزرگ شخصیات میں سے برجستہ شخصیت آیت اللہ العظمٰی حاج سید محمد حجت ایسے افراد میں سے تھے۔

مرحوم آیت اللہ العظمٰی شیخ مرتضی حائری اس بزرگوار کے بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ وہ آیت اللہ العظمٰی بروجردیؒ کے زمان میں تقریباً مرجع مطلق یا اکثر آذربائیجان کے مرجع تھے تہران میں مقیم آذربائیجانی اور بعض غیر آذربائیجانی ان کی طرف مراجعہ کرتے تھے۔

جس سال سردیوں کے اوائل میں وہ مرحوم ہوئے، اس وقت موسم ابھی تک مکمل طور پر سرد نہیں ہوا تھا، وہ گھر کی تعمیر میں مشغول تھے گھر کے ایک حصے کو توڑ چکے تھے تا کہ جدید گھر تعمیر کر سکیں اور گھر کے دوسرے حصے میں کاریگر دوسرے کاموں میں مصروف تھے جیسے کنویں کی کھودائی یا اس میں پتھر لگانا، ان تعمیرات کے بانی ان کے ایک ارادتمند تھے۔ ایک دن صبح کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ تخت پر تشریف فرما تھے اور ان کی حالت عادی تھی۔ وہ اکثر دمہ کی وجہ سے سردیوں میں نفس تنگی کا شکار ہوتے تھے۔ لیکن اس وقت سرد موسم کے باوجود ان کی حالت عادی و معمول کے مطابق تھی۔ مجھے اطلاع ملی کہ انہوں نے ٹھیکے دار اور دیگر کاریگروں کو کام سے فارغ کر دیا ہے۔ میں نے کہا کہ آغا آپ نے انہیں کیوں جواب دے دیا؟ انہوں نے بڑے وثوق و صراحت سے کہا کہ! مجھے لگتا ہے کہ میں مر جاؤں گا تو پھر یہ گھر کی تعمیر کس لئے؟

پھر میں نے بھی کچھ نہ کہا دوسرے دن شاید بروز چہارشنبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا سید احمد زنجانی ان کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے جائیداد کے کاغذات و اسناد آغا زنجانی کو دیئے اور ایک

چھوٹے صندوق میں پڑھی نقد رقم مجھے دی کہ اسے معین مصارف میں صرف کروں اور اس میں سے کچھ حصہ مجھے عطا فرمایا۔

اس سے پہلے انہوں نے وصیت کو چند نسخوں میں لکھا تھا کہ جن میں سے ایک انہوں نے مجھے بھجوایا تھا جواب بھی موجود ہے۔انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کے اوران کے وکلا کے پاس تمام موجود رقم سہم امام ہے۔

انہوں نے جو زمین مدرسہ کے نام پر خریدی تھی، وہ ان کے نام پر تھی کہ جس کا یک بڑا حصہ بعد میں آغا بروجردی کی مسجد میں شامل ہوگیا انہوں نے وصیت نامہ لکھا تھا کہ وہ زمین بھی سہم مبارک امام سے جوارث میں نہیں دی جاسکتی اور اگر آغا بروجردی نے چاہا تو انہیں مسجد کے لئے دے دیں۔

ان کی رقم وہ ہی صندوق میں موجود رقم میں ہی منحصر تھی اور چند دن سے وجوہات شرعیہ نہیں لیتے تھے انہوں نے جب وہ رقم مجھے دی کہ میں وہ ان کے موارد میں صرف کروں تو انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے اور کہا کہ خدایا میں نے اپنی تکلیف پر عمل کیا اب تو میری موت کو پہنچا دے۔

میں نے ان کی طرف دیکھا اور کہا کہ آغا آپ ویسے ہی اس قدر ڈر رہے ہیں آپ ہر سال سردیوں میں اسی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں اور پھر ٹھیک ہوجاتے ہیں انہوں نے کہا کہ نہیں میں ظہر کے وقت فوت ہوجاؤں گا میں خاموش رہا اوران کے فرمان کے مطابق کاموں کو انجام دینے کے لئے نکل پڑا میرے دل میں خیال آیا کہ کہیں یہ اسی دن ظہر کے وقت وفات نہ پا جائیں اوران پیسوں کے بارے میں تکلیف معلوم نہ ہو کہ کیا ورثہ کو دیں یا ان موارد میں خرچ کریں۔اسی شک میں میں سوار ہوا اور ظہر تک ان کو انجام دیا وہ اس دن ظہر کے وقت فوت نہ ہوئے بلکہ اس چہارشنبہ کے بعد آنے والے ہفتہ کو ظہر کے وقت اپنے خالق حقیقی سے جا ملے میں گھر سے باہر آیا تو اسی وقت مدرسہ حجتیہ سے اذان کی صدا بلند تھی۔

انہیں راتوں میں سے ایک رات انہوں نے مجھے کہا کہ مجھے قرآن دو انہوں نے قرآن کھولا صفحہ

اول پر یہ آیت شریفہ تھی: ''له دعوة الحق '' ظاہراً انہوں نے گریہ کیا اور انہوں نے اسی رات یا دوسری رات اپنی مُہر توڑ دی۔

وفات کے نزدیک ایک دن وہ اپنی آنکھیں دروازے پر لگائے بیٹھے تھے اور ایسے لگتا تھا کہ وہ کسی چیز کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔انہوں نے کہا! آغا علی تشریف لائیں لیکن کچھ دیر بعد وہ عادی حالت پہ واپس آ گئے۔آخری دو تین دن وہ ذکر اور خدا سے راز و نیاز میں زیادہ مشغول ہوتے تھے۔

ان کی وفات کے دن میں نے بڑے اطمینان سے گھر میں مکاسب کا درس دیا اور پھر ان کے چھوٹے کمرے میں گیا کہ جہاں وہ لیٹے تھے۔اس وقت فقط ان کی بیٹی وہاں موجود تھی کہ جو میری زوجہ بھی تھیں لیکن آغا کا چہرہ دیوار کی طرف تھا اور وہ ذکر و دعا میں مشغول تھے۔انہوں نے کہا کہ آغا آج کچھ مضطرب ہیں ظاہراً ان کے اضطراب کی دلیل وہ ہی زیادہ ذکر و دعا تھا میں نے سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا ور کہا آج کیا دن ہے میں نے کہا، ہفتہ، انہوں نے فرمایا کہ آج آغا بروجردی درس پہ گئے تھے؟ میں نے کہا جی ہاں،انہوں نے صمیم قلب سے چند بار کہا۔الحمدللہ۔

غرض یہ کہ ان کی بیٹی نے کہا کہ انہیں تھوڑی سی تربت امام حسینؑ دیں۔میں نے کہا ٹھیک ہے وہ تربت لائیں میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ نوش فرمائیں وہ بیٹھ گئے میں ان کے سامنے گلاس لے گیا انہوں نے سوچا غذا یا دوا ہے انہوں نے کچھ تلخ لہجے میں کہا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا، تربت امام حسینؑ۔ان کا چہرہ کھل گیا اور تربت اور پانی نوش فرمایا اس کے بعد میں نے ان سے یہ کلمہ سنا کہ انہوں نے کہا'' آخر زادی من الدنیا تربة الحسین '' دنیا سے میرا آخری توشہ تربت امام حسینؑ ہے۔وہ دوبارہ لیٹ گئے میں نے دوسری مرتبہ ان کی فرمائش پر دعاء عدیلہ قرائت کی۔ان کے دوسرے بیٹے آغا سید حسن رو بہ قبلہ بیٹھے تھے اور آغا تکیہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے پڑھ رہے تھے اور وہ خداوند متعال کے سامنے بڑی شدت اور صمیمیت سے اپنے عقائد کا اظہار کر رہے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ وہ امیر المومنین علیؑ کی خدمت کے اقرار کے بعد ترکی زبان میں یہ کہہ رہے تھے

''بلا فصل، ھیچ فصلی ،بخدی، لاپ بلا فصل ،کیمین بلا فصل وار؟

آئمہ معصومین علیہم السلام کے بارے میں انہوں نے اس آیت کی تلاوت فرمائی'' الم تر کیف ضرب اللّٰہ مثلاً کلمۃً طیّبۃً کشجرۃٍ طیّبۃٍ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء ''(۱)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح کلمہ طیبہ کی مثال شجرہ طیبہ سے بیان کی ہے جس کی اصل ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان تک پہنچی ہوئی ہے۔

میں وہاں کھڑا اس معنوی منظر کا مشاہدہ کر رہا تھا میرے ذہن میں آیا کہ ان سے کہوں کہ آغا میرے لئے بھی دعا فرمائیں لیکن شرم مانع ہوئی کیونکہ وہ اپنے حال میں مشغول تھے اور کسی دوسری جانب متوجہ نہیں تھے کیونکہ وہ موت سے پہلے اپنے خدا کے ساتھ راز و نیاز کر رہے تھے اور معنوی وظائف انجام دے رہے تھے اور ثانیاً یہ تقاضا کرنا اس چیز کی طرف اشارہ تھا کہ ہم بھی آغا کی موت کی طرف متوجہ ہیں اور ان کی موت کے سامنے تسلیم ہو چکے ہیں۔

میں خاموشی سے کھڑا اس ماجرا کو دیکھ رہا تھا وہاں آغا سید حسن، ان کی بیٹی اور خاندان کے دوسرے افراد موجود تھے۔ میں نے یہ بھی سنا کہ آغا کہہ رہے تھے! خدایا میرے تمام عقائد حاضر ہیں وہ تمام تجھے سپرد کر دیئے اب مجھے لوٹا دو۔

میں وہیں کھڑا ہوا تھا اور وہ بھی اسی حالت میں تکیہ پر ٹیک لگائے رو بہ قبلہ بیٹھے تھے ۔ اچانک انکی سانس رک گئی ہم نے سوچا کہ شاید ان کا دل بند ہوا ہے ہم نے ان کے منہ میں کرامین کے چند قطرے ڈالے لیکن دوا ان کی لبوں کی اطراف سے باہر نکل آئی ۔ وہ اسی وقت وفات پا گئے تھے اس پانی اور تربت امام حسینؑ کے بعد کرامین کے چند قطرے بھی ان کے حلق تک نہیں پہنچے تھے۔

مجھے یقین ہو گیا کہ آغا فوت ہو گئے ہیں میں گھر سے باہر آیا تو مدرسہ حجتیہ سے اذان کی آواز سنی

ا۔ سورہ ابراہیم آیت ۲۴

ان کی وفات اول ظہر کے قریب تھی جس کے بارے میں انہوں نے چہارشنبہ کو کہا تھا کہ میری موت ظہر کے وقت واقع ہوگی۔

یہ مرد بزرگوار وہ تھے کہ جنہوں نے زندگی کے اس سفر میں، سفر کی تمام قید و شرط کی رعایت کی اور وجوہات شرعیہ کے مصرف کو بھی کاملاً واضح کر دیا کہ اس میں ورثہ کو کچھ بھی نہ ملا۔

ایک ایمان محکم شخص کی یہ گزشتہ داستان چند چیزوں پر مشتمل ہے:

۱۔ ان کا ظہر کے وقت اپنی موت کے بارے میں خبر دینا اور پھر حقیقتاً ان کی موت ظہر کے وقت واقع ہوئی۔

۲۔ وہ مکاشفہ کہ جس میں انہوں نے حضرت امیر المومنینؑ کو دیکھا تھا۔

۳۔ ان کا یہ خبر دینا کہ ان کا آخری تو شہ تربت امام حسینؑ ہوگا اور پھر ایسا ہی ہوا۔

مرحوم آیۃ اللہ العظمیٰ آغا حجت مولا امیر المومنینؑ کے فرمان کے واضح مصداق ہیں کہ:

''انّ انفاسک اجزاء عمرک فلا تفنها الّا فی طاعة تزلفک''۔

انہوں نے زندگی کے آخری لمحے اور آخری سانس کو راہ عبادت اور اطاعت خداوند میں بسر کیا۔

جو لوگ شیعہ بزرگوں کی زندگی سے درس لیتے ہیں وہ آخری لحظہ تک مقام عبودیت اور اپنی ذمہ داری کو انجام دیتے ہیں آخرت میں خداوند کریم کا خاص لطف ان کے شامل حال ہوگا اور اہل بیت علیہم السلام کے جوار رحمت میں قرار پائیں گے۔

نتیجہ بحث

وقت اہم ترین نعمت ہے کہ جو خداوند تعالیٰ نے آپ کو عنایت کی ہے یہ آپ کی زندگی اور وجود کا بہترین اور بزرگترین سرمایہ ہے اسے بہترین راہ اور عالی ترین ہدف میں مصرف کریں ۔

آپ کی موجودہ وضعیت ، آپ کے گزشتہ اعمال و کردار کا نتیجہ و محصول ہے اور آپ کا مستقبل ، آپ کے حال کی رفتار و کردار کا ثمرہ ہوگا۔

اگر آپ ارزشمند اور اعلیٰ اہداف کے خواہاں ہیں اگر آپ روشن مستقبل کے امیدوار رہیں تو اپنے وقت کو فضول ضائع نہ کریں۔

آپ متوجہ رہیں کہ اگر آپ نے اپنے ماضی سے استفادہ نہ کیا ہو اور آپ کو گزرے ہوئے کل پر افسوس ہو تو آپ اب اس طرح سے زندگی بسر کریں کہ آپ کو آئندہ اپنے آج پر شرمندگی و افسوس نہ ہو۔

جستجو اور کوشش کے ذریعہ اپنے ماضی کا جبران اور باقی ماندہ فرصت سے بہترین طریقے سے استفادہ کریں اور جو لوگ اپنے گزرے ہوئے وقت سے درس عبرت لیتے ہیں اپنے لئے درخشاں اور روشن مستقبل کا انتخاب کرتے ہیں۔

قدر وقت از نشناشی تو و کاری نکنی

پس خجالت که از این حاصل اوقات بری

اگر آپ وقت کی قدر و اہمیت کو نہیں پہچانیں گے اور کوئی کام انجام نہیں دیں گے تو وقت ضائع کرنے کے بعد صرف شرمندگی حاصل ہوگی ۔

ساتوں باب

اہل تقویٰ کی صحبت

حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا:

''اکثر الصّلاح و الصّواب فی صحبة اولی النھیٰ والا لباب''

اکثر وبیشتر اصلاح اور درستی صاحبان عقل وخرد کی صحبت میں ہے۔

ساتوں باب

اہل تقویٰ کی صحبت

صالحین سے ہمنشینی کی اہمیت کا راز

معنوی مقاصد تک پہنچنے کے بہت سے راستے ہیں لیکن ان میں سے کون سا راستہ اہم ترین ہے کہ جوانسان کو جلد منزل و مقصد تک پہنچا دے۔

اس بارے میں مختلف عقائد و نظریات ہیں ہر گروہ کسی راہ کو اقرب الطرق کے عنوان سے قبول کرتا ہے اور اسے نزدیک ترین، بہتر اور سریع ترین راہ سمجھتے ہیں ان میں سے بعض نیک اور صالح افراد کے ساتھ ہمنشینی کو اقرب الطرق سمجھتے ہیں۔

ان میں سے جو نظریہ صحیح لگتا ہے وہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے ہمنشینی کہ جو خدا کو خدا کے لئے چاہیں نہ کہ اپنے لئے، اور ان کی صحبت کہ جو اپنے اندر حقیقت ایمان کو واقعیت کے مرحلہ تک پہنچائیں ۔یہ فوق العادہ اثر رکھتا ہے۔

اسی وجہ سے کائنات کے پہلے مظلوم حضرت امیر المومنینؑ اپنے دل نشین کلام میں فرماتے ہیں:

" لیس شیء اوعیٰ لخیر و انجیٰ من شرّ من صحبة الا خیار "(۱)

اچھے افراد کی صحبت سے بڑھ کر کوئی ایسی چیز نہیں کہ جو انسان کو بیشتر خوبیوں کی دعوت دے اور

۱۔شرح غرر الحکم ۵/۸۷

برائیوں سے نجات دے ۔

کیونکہ معاشرے کے شریف اور صالح افراد کے ساتھ بیٹھنا انسان کے لئے شرف وہدایت کا باعث ہوتا ہے جو زنگ آلود دلوں کو صاف اور منور کرتا ہے اور انسان کو معنویت کی طرف مائل کرتا ہے۔

حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں:

" مجالسة الصالحين داعية الى الصلاح "(۱)

صالح افراد کی صحبت انسان کو صلاح کی دعوت دیتی ہے ۔

ایسے افراد میں معنوی قوت وطاقت، ان کے ہمنشین حضرات میں بھی نفوذ کرتی ہے ۔ وقت گزرنے کے ساتھ ان کے اعمال وکردار ورفتار ان ہی کی مانند ہوجاتے ہیں ۔

کبھی ایسے افراد کا دوسروں میں معنوی نفوذ جلد ہوتا ہے جس میں طولانی مدت کی صحبت کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ بلکہ ایک نشست یا ایک نگاہ یا ایک دلنشین جملہ دوسروں کی فکری واعتقادی وضعیت کو بدل کر ان میں حیات جاویداں ایجاد کرتا ہے۔

جی ہاں، نیک افراد کے مجمع میں دوسرے بھی ان سے معطر ہوکر نیک اور اچھے لوگوں کی صف میں آجاتے ہیں نیک لوگوں کی نورانیت وپاکیزگی دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے اور ان کے قلب کی آلودگی وظلمت کو دور کر کے اپنی طرف جذب کرتی ہے ۔

نیک اور پاکیزہ افراد کی صحبت سے قلب کی پاکیزگی میں اضافہ ہوتا ہے ۔اچھے لوگوں کے ساتھ رہنا اچھائی سکھاتا ہے اور نیک اور خودساختہ افراد کے ہمراہ رہنا، انسان بناتا ہے اور ان پر ہونے والی توجہات ان کے ہمراہ رہنے والوں کو بھی شامل ہوتی ہیں ۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کی طرف دعاؤں میں بھی اشارہ ہوا ہے ۔ مرحوم شیخ مفیدؒ کتاب مزار میں ایک دعا نقل فرماتے ہیں کہ آئمہ معصومینؑ کی زیارت کے بعد اس دعا کو پڑھنا مستحب ہے

۱۔ اصول کافی ۱/۲۰

اس دعا کے ایک حصے میں یوں بیان ہوا ہے:

" یا ولیّ اللّٰہ عزّ و جلّ حظّی من زیارتک تخلیطی بخالصی زوّارک الّذین تسأل اللّٰہ عزّ و جلّ فی عتق رقابھم و ترغب الیہ فی حُسن ثوابھم "

اے ولی خدا! اپنی زیارت سے مجھے اپنے خالص زواروں میں سے قرار دے۔ جن افراد کی خداوند کریم سے آزادی چاہتے ہو اور جن کے لئے خدا سے نیک ثواب اور جن کے لئے خدا کی رغبت چاہتے ہو۔۔

جس طرح خشک وتر ایک ساتھ جل جاتے ہیں جس طرح پھول اور کانٹے ایک ہی چشمہ سے سیراب ہوتے ہیں جس طرح باغبان کی گلستان پر پڑنے والی محبت آمیز نگاہ میں باغ میں موجود کانٹوں کو بھی شامل کرتی ہے اور پھول کی خوشبو سے کانٹے بھی معطر ہو جاتے ہیں جس طرح پھول فروخت کرنے والے پھول کو کانٹوں کے ساتھ فروخت کرتے ہیں اسی طرح خریدار بھی پھول کو کانٹوں سمیت خریدتا ہے اسی طرح جو نیک افراد کی خدمت میں حاضر ہو وہ ان پر پڑنے والے تابناک انوار سے بھی بہرہ مند ہوتا ہے۔

اسی لئے زیارت کے بعد پڑھی جانے والی دعا میں امامؑ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اے ولی خدا! مجھے اپنی زیارت سے اپنے خالص زواروں میں سے قرار دے۔

نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا ایک ایسے نسخۂ کیمیا کی مانند ہے کہ جو اولیاء خدا کے اطراف بدن میں موجود ہوتا ہے کہ جو ان کے ہمراہ اور ان کی صحبت میں بیٹھنے والے شخص میں موجود ضعف کو ختم کر کے اسے شہامت و اچھائی عطا کرتے ہیں اسے بال و پر عطا کرتے ہیں تا کہ وہ معنویت کی بیکراں فضا میں پرواز کر سکے اور عالم معنیٰ کی لذّتوں سے مستفید ہو۔

انسان ایک دوسرے کی صحبت اور ہمنشینی سے ایک دوسرے پر مثبت و منفی اثرات مرتب کرتا ہے انسان کی نفسیات اور اعتقادات مختلف ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان میں کیفیت کے لحاظ سے بہت

تفاوت ہوتا ہے۔اسی طرح ان افراد میں ایک دوسرے پر اثر گزاری کی مقدار وکیت کے لحاظ سے بھی درجات کا اختلاف ہوتا ہے۔

افراد کی ایک دوسرے سے مصاحبت، ہمنشینی اور رفاقت سے افراد کی فکری اور اعتقادی خصوصیات ایک دوسرے کی طرف منتقل ہوتی ہیں۔

عام طور پر صاحب یقین افراد دوسروں پر زیادہ اثر چھوڑتے ہیں کیونکہ یہ ارادہ ونفوذ رکھتے ہیں لہذا یہ اپنی فکری اور اعتقادی خصوصیات دوسروں میں ایجاد کرتے ہیں یا انہیں تقویت دیتے ہیں۔ معنوی افراد کی صحبت ،صرف مقابل کی فکری خصوصیات میں تحول ایجاد کرتا ہے اور غیر سالم اور غلط افکار کو صحیح اعتقادات میں تبدیل کرتا ہے ۔لیکن یہ ایک قانون کلی ہے کیونکہ جس طرح دین ایک آ گاہ و عالم شخصیت کو دستور دیتا ہے کہ جاہل اور نا آ گاہ افراد میں جا کر انہیں دین و مذہب کی طرف لائیں اور انہیں تشیع کے حیات بخش دستورات سے آشنا کروائیں ۔اسی طرح وہ دستور وحکم دیتا ہے کہ پست اور منحرف افراد سے ہمنشینی سے دور رہو کہ جب ان کے ساتھ آمد ورفت تم پر اثر انداز ہو۔

یہ تشخیص دینا عالم اور باخبر شخص کی ذمہ داری ہے کہ جاہل افراد کی ہمنشینی کس حد تک منفی یا مثبت اثرات رکھتی ہے؟ کیا وہ دوسروں میں نفوذ کرتا ہے اور ان افکار وعقائد کو کمال کی طرف لے جا رہا ہے یا ان کی نفسیات اس پر مسلط ہو چکی ہے اور ان کی صحبت اس پر منفی اثرات مرتب کر رہے ہے؟ کیا وہ دوسروں پر اثر انداز ہو رہا ہے یا دوسرے اس پر اثر انداز ہو رہے ہیں؟

لہذا اہل علم کا یہ وظیفہ وذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو تبلیغ کریں اور اپنے روحانی ونفسانی حالات کی جانب بھی متوجہ رہیں تا کہ دوسروں کے تحت تاثیر قرار نہ پائیں۔

جن افراد کی صحبت روح کی تقویت کا باعث ہے

ہم جلد ایسے افراد کے بارے میں بحث کریں گے کہ جن کی صحبت انسان کی علمی وعملی پیشرفت

وترقی کے لئے نقصان دہ ہے اب ہم نمونہ کے طور پر چند ایسے افراد کا ذکر کرتے ہیں کہ جن کی صحبت اور ہمنشینی معنوی سیر اور پرواز کا باعث ہے:

۱۔علماءربانی کی صحبت:

ان افراد کی صحبت اور ہمنشینی کے بہت زیادہ آثار اور فوائد ہیں مخصوصا اگر انسان ان کے لئے خاص احترام ومحبت کا قائل ہو۔

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

" لا تجلسوا عند کلّ عالمٍ الاّ عالم یدعوکم ... الی الاخلاص "(۱)

ہر عالم کے پاس نہ بیٹھو مگر اس عالم کے پاس کہ جو تمہیں ریا سے روکے اور اخلاص کی طرف لے کر جائے۔

جو آپ کو صحیح راستہ کی طرف لے جا کر اللہ کی طرف دعوت دے اس کی رہنمائی اور گفتار کا ہدف اپنی طرف دعوت دینا نہیں ہے۔ایسے ربانی علماء کی صحبت آپ پر اثر انداز ہوگی اور آپ کو اہل بیتؑ کے نورانی معارف سے آشنا کرے گی .وہ تمہارے دل کو خاندان وحی کی محبت سے پیوند لگا دیں گے اور تمہیں منافقین تاریخ کی کالی کرتوتوں سے آگاہ کر کے تمہارے دلوں میں ان کے لئے نفرت کو زیادہ کریں گے۔

۲۔صالحین کی صحبت

پیغمبر اکرمؐ اپنے ارشادات میں مجالست ومصاحبت کے مورد میں اپنے محبوں اور دوستوں کی رہنمائی فرماتے ہیں اور انہیں تاکید فرماتے ہیں کہ پرہیزگار اور مومن افراد میں سے اپنے ہمنشینی منتخب کریں اور بے ہدف اور دنیا پرست افراد کی صحبت سے پرہیز کریں۔آپ نے اپنے ایک مفصل ارشاد

۱۔بحارالانوار ۱/۲۰۵

میں عبداللہ بن مسعود سے یوں فرمایا:

" یابن مسعود فلیکن جلساؤک الا برار واخوانک الا تقیاء والزّھاد ، لانّ اللّٰہ تعالیٰ قال فی کتابہ : الاخلّاءُ یو مئذٍ بعضھم لبعضٍ عدوّ والاّ المتّقین "(۱)

اے ابن مسعود، تمہارے ہمنشین نیک افراد ہوں اور تمہارے بھائی متقی اور زاھد ہوں کیونکہ خداوند تعالٰی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: آج کے دن صاحبان تقویٰ کے علاوہ تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے۔

رسول اکرمؐ نے جناب ابوذر کو کی گئی وصیت میں ارشاد فرمایا:

" یا اباذر لا تصاحب الاّ مومناً "(۲)

اے ابوذر! اپنے لئے کسی مصاحب کو منتخب نہ کرو، مگر یہ کہ وہ مومن ہو۔

کیونکہ زندگی کا لطف، اولیاء خدا اور نیک لوگوں کی صحبت میں ہے حضرت امیر المومنینؑ اپنے ایک حیات بخش فرمان میں رسولؐ سے فرماتے ہیں:

" ھل اُحبّ الحیاۃ الاّ بخدمتک والتّصرّف بین امرک و نھیک ولمحبّۃ اولیائک "(۳)

کیا زندگی کو دوست رکھتا ہوں مگر آپ کی خدمت، آپ کے امر و نہی کی اطاعت اور آپ نے اولیاء و محبین سے محبت کے لئے؟

دنیا کی ارزش واہمیت صرف اولیاء خدا اور نیک وخودساختہ افراد کی وجہ سے ہے ورنہ زندگی صرف رنج وغم کا نام ہے جیسا کہ حضرت امیر المومنینؑ کی نظر میں دنیا کی کوئی ارزش وواقعیت نہیں ہے زندگی

۱۔سورۂ زخرف، آیت ۶۷، بحار الانوار ۷۷/۱۰۲

۲۔بحار الانوار ۷۷/۸۶

۳۔بحار الانوار ۱۹/۸۱

میں کچھ بے ارزش، رنج آور اور نا راحت کرنے والے واقعات ہوتے ہیں لہذا صرف اولیاء خدا کا وجود ہی خدا کے بندوں کے لئے دنیا میں زندگی گزارنے کا سبب ہے نہ کہ دنیا کی زرق برق رونقیں اس بناء پر خدا کے بندوں کے لئے جو چیز دنیا میں زندگی بسر کرنے کو شیریں بناتی ہے وہ اولیاء خدا اور نیک لوگوں کا وجود ہے کہ جن کی صحبت انسان کے دل میں یادِ خدا اور اہل بیتؑ کو زندہ کرتی ہے یہ چیز ان شخصیات کے لئے دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے شیرینی، مسرت و فرحت کا باعث ہے کہ جنہوں نے دنیا کو فروخت کر دیا ہو۔

اپنے ہمنشینوں کو پہچانیں

ان دو قسم کے افراد کے درمیان فرق کو مدنظر رکھیں کہ جن میں سے بعض کا ہدف اپنے نام کو چمکانا ہوتا ہے اور کچھ کا ہدف اہل بیت عصمت وطہارت علیہم السلام کے نام کی نشر واشاعت کے علاوہ کچھ نہ ہو، انہیں ایک دوسرے سے تشخیص دیں۔ افراد کی پہچان اور ان کو آزمانے سے پہلے ان پر اطمینان ہلاکت وگمراہی یا توقف کا باعث بن سکتا ہے۔

حضرت جواد الائمہ امام تقیؑ فرماتے ہیں:

"من انقاد الیٰ الطّمانینة قبل الخُبرة ، فقد عرض نفسه للهلكة و لعاقبة المتعبة"(۱)

جو کسی کو آزمانے سے پہلے ان پر اطمینان کرے وہ اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالتا ہے جس کا انجام بہت سخت ہوگا۔

اکثر دھوکا کھانے والے یا پھر آسمان سے گرنے اور کھجور پر اٹکنے کے مصداق وہ افراد ہیں جو حسن ظن، جلدی فریفتہ ہونے والے اور تحقیق کے بغیر اطمینان کرنے کی وجہ سے دھوکا دینے والوں کے چکر میں پھنس جاتے ہیں۔ اگر وہ مکتب اہل بیتؑ کی پیروی کرتے ہوئے کسی سے دل لگی اور محبت سے

۱۔ بحار الانوار ۷۸/۳۶۴

پہلے ان کو آزمالیں تو وہ کبھی بھی ہلاکت اور گمراہی میں مبتلا نہ ہوں ۔

اسی وجہ سے ہمیں اپنے دوستوں اور ہمنشین افراد کو پہچاننا چاہیئے ۔ان کی کامل پہچان کے بعد ان پر اطمینان واعتماد کریں اور یہ صحیح وکامل شناخت انہیں آزمانے کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے ۔

حضرت امیر المؤمنینؑ فرماتے ہیں:

" **یعرف النّاس بالا ختیار** "(۱)

لوگوں کو امتحان اور آزمائش کے ذریعہ پہچانو ۔

پس کیوں سب پر بھروسہ کریں؟

کیوں ہر قسم کے افراد کے ساتھ ہمنشینی و رفاقت کے لئے تیار ہو جائیں؟

ہمیں اپنی زندگی کا برنامہ اہل بیتؑ کے ہدایت کرنے والے ارشادات کے مطابق قرار دیں اور ان کے فرامین پر عمل پیرا ہو کر اپنے مستقبل کو درخشاں بنائیں ۔

جن افراد کی صحبت ترقی کی راہ میں رکاوٹ

خاندان وحیؑ نے ہمیں اپنے فرامین میں لوگوں کے چند گروہوں کی صحبت و رفاقت سے پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے:

۱۔ چھوٹی سوچ کے مالک افراد کی صحبت

جو معاشرے میں اپنا مقام ومرتبہ اور شخصیت بنانا چاہتے ہیں وہ اپنے اطرافی اور دوستوں کی شناخت کی سعی وکوشش کریں کہ ان کا ماضی اور اس پر لوگوں کے اعتبار کو مدنظر رکھیں ۔انجان دوست، یا جو لوگوں میں اچھی صفات سے نہ پہچانا جاتا ہو، وہ نہ صرف مشکل میں انسان کی پشت پناہی نہیں

۱۔ اصول کافی، ۱/۳۰

کرے گا بلکہ اس کی مشکلات میں مزید اضافہ کرے گا۔

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

" واحذر صحابة من يفيل رايه وينكر عمله فانّ الصّاحب معتبر بصاحبه "(۱)

کمزور وضعیف الرأی شخص کی ہمنشینی اور صحبت اختیار نہ کرنا کہ جس کے اعمال ناپسندیدہ ہوں کیونکہ ساتھی کا قیاس اس کے ساتھی پر کیا جاتا ہے۔

کیونکہ لوگ ظاہر کو دیکھ کر قضاوت کرتے ہیں۔ ہمیشہ انسان کی اہمیت اس کے دوستوں کی اہمیت کے مانند ہوتی ہے۔لہذا معاشرے میں بے ارزش اور ضعیف الرأی افراد کی دوستی سے دور رہیں تا کہ ان کے منفی روحانی حالات سے محفوظ رہیں۔نیز اجتماعی و معاشرتی لحاظ سے بھی ان کے ہم ردیف شمار نہ ہوں۔

یہ کائنات کے ہادی و رہنما حضرت امیر المومنین علیؑ کی راہنمائی ہے جس سے درس لے کر اور زندگی کے برنامہ میں اس پر عمل پیرا ہوکر آپ اپنے آئندہ کو درخشاں بنا سکتے ہیں۔اپنے روزانہ کے برنامہ واعمال اور رفتار کو تشیع کے غنی ترین مکتب کی بنیاد پر قرار دیں تا کہ ابدی سعادت حاصل کر سکیں۔

ملاحظہ فرمائیں کہ سید عزیز اللہ تہرانی کس طرح چھوٹی فکر والے افراد سے کنارہ کش ہو کر عظیم معنوی فیض تک پہنچ گئے، وہ کہتے ہیں کہ میں نجف اشرف میں شرعی ریاضتوں مثلاً نماز، روزہ اور دعاؤں میں مشغول رہتا اور ایک لحہ کے لئے بھی اس سے غافل نہ ہوتا۔ جب عید الفطر کی مخصوص زیارت کے لئے کربلا مشرف ہوا تو میں مدرسہ صدر میں ایک دوست کا مہمان تھا۔بیشتر اوقات حرم مطہر حضرت سید الشہداء امام حسینؑ میں مشرف ہوتا اور کبھی آرام و استراحت کی غرض سے مدرسہ چلا جاتا۔

۱۔ نہج البلاغہ مکتوب ۶۹

ایک دن کمرے میں داخل ہوا تو وہاں چند دوست جمع تھے اور واپس نجف جانے کی باتیں ہو رہی تھیں، انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کب واپس جائیں گے؟ میں نے کہا کہ آپ چلے جائیں میں اس سال خانہ خدا کی زیارت کا قصد رکھتا ہوں اور محبوب کی زیارت کے لئے پیدل جاؤں گا۔ میں نے حضرت سیدالشہداءؑ کے قبہ کے نیچے دعا کی ہے اور مجھے امید ہے کہ میری دعا مستجاب ہوگی۔

میرے دوست مجھے مذاق کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ سید ایسا لگتا ہے کہ عبادت و ریاضت کی کثرت سے تمہارا دماغ خشک ہوگیا ہے۔ تم کس طرح توشہ راہ کے بغیر بیابانوں میں ضعف مزاج کے ساتھ پیدل سفر کر سکتے ہو۔ تم پہلی منزل پر ہی رہ جاؤ گے اور بادیہ نشین عربوں کے چنگل میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

جب ان کی سرزنش حد سے بڑھ گئی تو میں غصہ کے عالم میں کمرے سے باہر چلا آیا اور شکستہ دل اور پُرنم آنکھوں کے ساتھ حرم کی طرف روانہ ہوگیا کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کر رہا تھا۔ حرم میں مختصر زیارت کی اور بالاسر حرم مطہر کی جانب متوجہ ہوا جس جگہ ہمیشہ نماز اور دعا پڑھتا وہاں بیٹھ کر گریہ و توسل کو جاری رکھا۔

اچانک ایک دست ید اللٰہی میرے کندھے پر آیا، میں نے دست مبارک کی طرف دیکھا وہ عربی لباس میں ملبّس تھے۔ لیکن مجھ سے فارسی زبان میں فرمایا کہ کیا تم پیادہ خانہ خدا کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا! جی ہاں۔ انہوں نے فرمایا! کچھ نان جو تمہارے ایک ہفتہ کے لئے کافی ہوں؟ ایک آفتابا اور احرام اپنے ساتھ لے کر فلاں دن فلاں وقت اسی جگہ حاضر ہو جاؤ اور زیارت وداع انجام دو تا کہ ایک ساتھ اس مقدس جگہ سے منزل مقصود کی طرف حرکت کریں۔

میں ان کے حکم کی بجا آوری و اطاعت کا کہہ کر حرم سے باہر آیا۔ کچھ گندم لی اور بعض رشتہ دار خواتین کو دی کہ میرے لئے نان تیار کر دیں۔ میرے تمام دوست نجف واپس چلے گئے اور پھر وہ دن بھی آ گیا۔ اپنا سامان لے کر معین جگہ پہنچ گیا، میں زیارت وداع میں مشغول تھا کہ میں نے ان

بزرگوار سے ملاقات کی، ہم حرم سے باہر آئے، پھر صحن اور پھر شہر سے بھی خارج ہو گئے ۔کچھ دیر چلتے رہے نہ تو انہوں نے مجھے اپنے شیرین سخن سے سرفراز فرمایا اور نہ ہی میں نے ہی ان سے بولنے کی جسارت کی کچھ دیر کے بعد پانی تک پہنچے ۔انہوں نے فرمایا: یہاں آرام کرو۔اپنا کھانا کھاؤ اورانہوں نے زمین پر ایک خط کھینچا اور فرمایا یہ خط قبلہ ہے نماز بجالاؤ عصر کے وقت تمہارے پاس آؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گئے میں وہیں ٹھہرا رہا، کھانا کھایا، وضو کیا اور پھر نماز پڑھی ۔عصر کے وقت وہ بزرگوار تشریف لائے اور فرمایا: اٹھو چلیں، چند گھنٹے چلنے کے بعد پھر اک جگہ اور پانی تک پہنچے، انہوں نے پھر زمین پر خط کھینچا اور فرمایا: کہ یہ خط قبلہ ہے رات یہیں ٹھہرو، میں صبح آؤں گا اورانہوں نے مجھے کچھ ذکر تعلیم فرمائے ۔ یہاں تک کہ سات دن اسی طرح گزر گئے دوران سفر نہ تو مجھے کوئی تکلیف ہوئی اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی تھکاوٹ ہوئی۔

ساتویں صبح انہوں نے فرمایا: اس پانی میں میری طرح غسل کرو اور احرام باندھ لو اور جس طرح میں لبیک کہوں تم بھی کہو۔ میں نے تمام امور میں اس بزرگوار کی پیروی کی ۔پھر کچھ دیر چلنے کے بعد ایک پہاڑ کے پاس پہنچے میری سماعتوں سے کچھ آوازیں ٹکرائیں ۔ میں نے عرض کی! یہ آوازیں کیسی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اس پہاڑ پر چڑھنے کے بعد تم ایک شہر کو دیکھو گے، اس شہر میں داخل ہو جاؤ پھر وہ مجھ سے جدا ہو گئے میں آگے بڑھا اور تنہا پہاڑ سے اتر کر ایک بڑے شہر میں داخل ہو گیا۔

وہاں لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟

انہوں نے کہا: مکہ اور وہ بیت اللہ الحرام ہے ۔

اس وقت میں اپنی حالت سے آگاہ ہوا ۔ میں جان گیا کہ میرا بخت بیدار تھا لیکن میں خواب غفلت میں تھا ۔ مجھے بہت افسوس ہوا کہ میں نے اس مدت میں ان بزرگوار کو کیوں نہیں پہچانا اس وقت پشیمانی کا کوئی فائدہ نہیں تھا پشیمان ہوا اور عقل کو اپنے جہل کی وجہ سے شکوہ کیا۔(۱)

۱۔ معجزات و کرامات آئمہ اطہار علیہم السلام ۱۱۰

مرحوم سید عزیز اللہ تہرانی کے اس واقعہ پر دقت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں حاصل ہونے والی عظیم زیارت معنوی مسائل میں چھوٹی سوچ رکھنے والے دوستوں سے کنارہ کشی کرنے کی وجہ سے نصیب ہوئی ۔اگر وہ ان دوستوں کے وسوسوں اور باتوں میں آجاتے تو کبھی بھی اس عظیم زیارت سے مشرف نہ ہوتے ۔ان کی انجام دی گئی ریاضت و زحمات نے چھوٹی فکر رکھنے والے دوستوں سے کنارہ کشی کے لئے آمادہ کیا اور اس کو امام زمانؑ ارواحنا لہ فداہ کی زیارت اور ان کی ملاقات نصیب ہوئی ۔

۲۔گمراہوں کی صحبت

جب دین کے دشمنوں سے مبارزہ اور برسر پیکار ہونے کا امکان نہ ہو تو منفی مبارزہ سے مدد لیں آپ منفی مبارزہ کے ذریعہ دشمنان دین کو نقصان پہنچا سکتے ہیں انہیں ان کے مذموم مقاصد تک پہنچنے سے روک سکتے ہیں ان سے بے اعتنائی، کنارہ کشی اور ان سے صحبت نہ کرنا منفی مبارزہ کی ایک نوع شمار ہوتا ہے ۔ایسا کرنا اگر ان کی شکست کا وسیلہ نہ ہو تو کم از کم ان کے شرّ سے ایک طرح کی حفاظت ہے ۔

امام صادقؑ ایک روایت میں فرماتے ہیں:

" لا تصحبوا اهل البدع ولا تجالسوهم فتصيروا عند النّاس كواحدٍ منهم ، قال رسول اللّٰه ، المرءُ علىٰ دين خليله و قرينه " (۱)

بدعت گزاروں سے صحبت نہ کرو اور ان کے ساتھ نہ بیٹھو ۔کیونکہ ان کی مصاحبت و مجالست سے تم بھی لوگوں کی نظروں میں ان ہی میں سے ایک شمار ہو گے ۔پھر انہوں نے فرمایا: رسول اکرمؐ نے فرمایا: انسان اپنے دوست اور نزدیکی فرد کے دین پر ہوتا ہے ۔

اس بناء پر ان لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرنا اور ان سے دوری سے انسان بدنامی کے خطرے

۱۔اصول کافی ۲/۳۷۵

سے اور تاثیر فکری کے لحاظ سے بھی امان میں ہوتا ہے۔

۳۔خواہش پرستوں کی صحبت

خواہش پرست دوستوں کی ہمنشینی اور ایسے افراد کی کہ جنہیں اصلاً عالم معنی و آخرت سے کوئی سروکار نہ ہو، مومن افراد کے دلوں سے ایمان کو نکالنے اور گمراہ کرنے والے شیاطین کے حضور کا باعث بنتے ہیں ۔ہوا و ہوس پرست جو مجلس تشکیل دیتے ہیں اور جب وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھتے ہیں تو یہ حق و حقیقت کو نابود کرنے کی ایک چال ہوتی ہے ابتداء اسلام سے اہل بیتؑ کے دشمنوں نے ایسی مجالس اور اجتماعات تشکیل دے کر اپنے شیطانی اور مذموم مقاصد حاصل کیئے ۔

کائنات کے پہلے مظلوم حضرت امیر المومنینؑ ایسے اجتماعات کو شیاطین کی مجمع گاہ قرار دیتے ہیں اور نہج البلاغہ میں اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں:

" مجالسة اهل الهوىٰ منسأة للايمان و محضرة للشّيطان"(۱)

خواہش پرستوں کی ہمنشینی ایمان والی ہے اور شیاطین کو ہمیشہ سامنے لانے والی ہے ۔

حضرت امیر المومنینؑ خدا کے بہترین بندوں کی صفات میں سے ایک ہوس پرست لوگوں سے دوری کو قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

" احبّ عباد الله اليه عبداً ...خرج من صفة العمىٰ و مشاركة اهل الهوىٰ "(۲)

خدا کے نزدیک اس کے محبوب ترین بندے وہ ہیں کہ جو کوردلی کو چھوڑ کر ہوا و ہوس پرست لوگوں کے ساتھ شرکت کرنے سے گریز کریں ۔

اہل فسق و فجور کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا اور ان کے ساتھ انس نہ صرف عام لوگوں کی زندگی پر اثر انداز

۱۔نہج البلاغہ خطبہ ۸۶

۲۔نہج البلاغہ خطبہ ۸۶

ہوتا ہے بلکہ کبھی یہ معاشرے کے نیک افراد کے کردار ورفتار پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے ۔ان سے نیک صفات سلب کر کے انہیں معاشرے کے شریر افراد کے ردیف میں قرار دیتا ہے ۔

حضرت امیر المومنین فرماتے ہیں:

" مجالسة الابرار للفجّار تلحق الا برار بالفجّار " (۱)

نیک افراد کا اہل فسق وفجور سے ہمنشینی ،انہیں فجار کے ساتھ ملحق کر دیتا ہے۔

دوسری روایت میں فرماتے ہیں:

" ایّاک و مصاحبة الفسّاق "(۲)

فساق افراد کی مصاحبت سے پرہیز کرو ۔

یہ خاندان عصمت وطہارتؑ کے فرامین وارشادات کے کچھ نمونے ہیں کہ جو تمام انسانوں کی ہدایت کا سبب فراہم کرتے ہیں ۔

اس بناء پر جو لوگ حقیقت کی جستجو میں ہو اور عالی مقاصد کے حصول کے لئے کوشاں ہوں ،وہ ایسے افراد کی دوستی سے گریز کریں کہ جن کا ہدف ومقصد صرف مادیات تک پہنچنا ہو اور جو ذکر اللہ اور یاد خدا سے غافل ہوں کیونکہ جن کا مقصد صرف دنیا کی زندگی ہو اور جو آخرت کے بارے میں فکر نہ کرتے ہوں ،وہ دوستی ورفاقت کی صلاحیت نہیں رکھتے ۔خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

" فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا "(۳)

لہذا جو شخص بھی ہمارے ذکر سے منہ پھیرے اور زندگانی دنیا کے علاوہ کچھ نہ چاہے ،آپ بھی

۱۔ بحارالانوار۷۷/۱۹۷

۲۔شرح غرر الحکم۲/۲۸۹

۳۔سورہ نجم آیت ۲۹

اس سے کنارہ کش ہو جائیں ۔

کیونکہ اس گروہ کا ہدف صرف مال و دولت اور مادی دنیا سے استفادہ کرنا ہے وہ جتنا مال بھی جمع کر لیں ان کی ہوس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے ۔ گویا وہ قارون کے خزانے کی تلاش میں ہیں قرآن اس واقعیت وحقیقت کی یوں تصریح کرتا ہے:

"قَالَ ٱلَّذِينَ يُرِيدُونَ ٱلْحَيَاةَ ٱلدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاأُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُوحَظٍّ عَظِيمٍ"(۱)

جن لوگوں کے دل میں زندگانی دنیا کی خواہش تھی ،انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ کاش ہمارے پاس بھی یہ ساز و سامان ہوتا، جو قارون کو دیا گیا ہے ۔ یہ تو بڑے عظیم حصہ کا ملک ہے ۔

اگر فرض کریں کہ ایسے افراد کو قارون کا خزانہ بھی مل جائے تو یہ پھر بھی بیشتر ثروت وقدرت کی جستجو کریں گے کیا ایسے خواہش پرست لوگوں کی دوستی ہمنشینی اور صحبت انسان کو خدا سے نزدیک کرتی ہے یا فانی دنیا کی طرف لے جاتی ہے؟

ایسے افراد اس ننگی اور تیز تلوار کی طرح ہیں کہ جو انسان کے پیکر وبدن سے اس کی جان کو نکال دے،اسی طرح یہ افراد بھی اپنے ہمنشینوں کی اہمیت اور ارزش کو ختم کر دیتے ہیں ۔

حضرت امام جوادؑ فرماتے ہیں:

"ايّاک ومصاحبة الشرير فانّه کالسّيف الملول يحسن منظره و يقبح اثره"(۲)

شریر لوگوں کی صحبت و ہمنشینی سے پرہیز کرو کیونکہ وہ اس ننگی تلوار کی مانند ہے کہ جو ظاہراً اچھی ہے، لیکن اس کا اثر قبیح ہے۔

با بدان کم نشین که بدمانی خو پذیر است نفس انسانی

من ندیدم سلامتی ز خسان گر تو دیدی سلام ما برسان

۱۔ سورہ قصص آیت ۷۹

۲۔ بحار الانوار ۷۸/ ۳۶۴

یعنی برے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو، کیونکہ انسان کا نفس دوسروں کے اثرات کو قبول کرتا ہے۔

میں نے برے اور کمینہ صفت افراد کے ساتھ بیٹھنے میں کوئی اچھائی اور فائدہ نہیں دیکھا اگر تم نے ایسا کوئی فائدہ دیکھا ہو تو اس تک ہمارا سلام پہنچانا۔

جس طرح اولیاء خدا اور بزرگان کی صحبت انسان کی عقل وفہم کی دلیل ہے۔اسی طرح اشرار کی صحبت اس کے برعکس ہے۔

حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں:

" لیس من خالط الا شرار بذی معقول "(۱)

اشرار افراد کی صحبت و ہمنشینی میں بیٹھنے والا صاحب عقل اور معقول فرد نہیں ہے۔

کیونکہ شریر افراد کی ہمنشینی زندگی کی ارزشوں کو ویران کر دیتی ہے اور انسان کو اولیاء خدا کی نسبت سے بدگمان کرنے کا باعث بنتی ہے۔

مہذب، نیک اور صالح افراد کے بارے میں حسن ظن گمراہ وشریر افراد کی صحبت کی وجہ سے ان افراد کے بارے میں سوءظن میں تبدیل ہو جاتا ہے۔اس واقعیت کو حضرت امیرالمومنینؑ یوں بیان فرماتے ہیں:

" صحبة الا شرار تورث سوء الظنّ با لا خیار "(۲)

شریر افراد کی صحبت، اہل خیر افراد کے بارے میں سوءظن کا باعث بنتا ہے۔

کیونکہ نہ صرف ان کے پاس تنہا رہنا اور ان سے ملاقات منفی اثرات رکھتی ہے بلکہ ان کی زہر آلود باتیں اور مسموم افکار بھی گمراہی وضلالت کا سبب بنتے ہیں۔

۱۔شرح غررالحکم ۸۶/۵

۲۔بحارالانوار ۸/۷۸

۴۔شکّی لوگوں کی صحبت

بہت سے افراد گمراہ اور کثیر الشک افراد کی ہمنشینی اور دوستی کی وجہ سے واضح مسائل میں بھی مشکل میں دچار ہو جاتے ہیں یہ روایت امام صادقؑ سے منسوب ہے کہ انہوں نے فرمایا:

" **لاتجالس من یشکل علیه الواضح** "(۱)

جس کے لئے واضح امر بھی مشکل ہو،اس سے مجالست و مصاحبت نہ کرو۔

ایسے افراد میں دین کے بارے میں بہت کم اطلاعات کی وجہ سے شیطانی وسوسے رسوخ کر جاتے ہیں اور وہ اسے اپنے دوستوں اور ہمنشینوں میں القاء کرتے ہیں انکے دوست بھی کمزور اعتقاد کی وجہ سے ایسے شبہات کو قبول کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں پاک لیکن سادہ لوح افراد شکاک افراد کی دوستی اور ہمنشینی کی وجہ سے ان ہی کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔

حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

" **من جالس اهل الریب فهو مریب** "(۲)

جو اہل شک کی صحبت میں بیٹھے وہ بھی شک میں مبتلا ہو جائے گا۔

گویند زمرگ سخت تر چیزی نیست   باور منما که هست ، گویم به تو چیست

با مردم بد سر شت محشور شدن   سخت است ز صد هزار مردن و زیست

یعنی کہا جاتا ہے کہ کوئی چیز موت سے بڑھ کر اذیت ناک اور تکلیف دہ نہیں ہے مگر اس بات کا یقین نہ کرو میں بتاتا ہوں کہ اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ چیز کون سی ہے؟ برے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا ہزار بار مرنے سے بھی زیادہ اذیت ناک اور تکلیف دہ ہے۔

۱۔ بحار الانوار ۷۵/۳۰۷

۲۔ بحار الانوار ۷۴/۱۹۷

نتیجۂ بحث:

خوبیوں کوجذب کرنے کے لئے بزرگ، نیک وصالح افراد کی صحبت اختیار کرو۔اس کے بہت سے مثبت اثرات ہیں ۔ایسے افراد کی صحبت سے استفادہ کریں اوراپنی روحانی قوت کومزیدقوی بنائیں خدااورآل رسول اللہ کی طرف دعوت دینے والی بزرگ شخصیات کی صحبت ومجالست روح کی بالیدگی وبلندی اورمعنوی قوت کی افزائش کاباعث ہے ۔یہ ایک ایسی عظیم حقیقت ہے کہ جسے ہم نے مکتب اہل بیتؑ سے سیکھاہے ۔اس بناء پراس سے غافل نہ رہیں اوربزرگان دین کے محضرمیں بیٹھ کر ان کے دستورات اورارشادات اوران کی رہنمائی سے اپنے قلبی اعتقادات کومحکم بنائیں اورانہیں اپنے دل کی گہرائیوں میں بسالیں۔

چھوٹی فکر،شکاک،خواہش پرست اورگمراہ افرادکی صحبت سے بچوتاکہ آپ کااعتقادی سرمایہ تاراج نہ ہوجائے اورشیاطین،جن وانس کے شرسے محفوظ رہیں۔

جب آپ افرادسے ہمنشینی وصحبت کی شرائط کی رعایت کریں گےتو آپ عالی مقاصدکی طرف اپنی راہ ہموارکرسکیں گے۔

با بداں کم نشین کہ صحبت بد   گر چہ پاکی ، تورا پلید کند

آفتابی بہ این بزرگی را   پارہ ای ابر نا پدید کند

یعنی برےلوگوں کی صحبت میں مت بیٹھوان کی بری صحبت تمہاری اچھائیوں پراثر انداز ہوکر انہیں ختم کردے گی،جیساکہ اتنے بڑےسورج کوبادل کاچھوٹا ساٹکڑاچھپادیتا ہے۔

آٹھواں باب

تجربہ

مولائے کائنات علیؑ نے فرمایا:

" من عنی عن التجارب عمی عن العواقب "

جوتجربات سے مستفید ہووہ کبھی بھی امور کے نتائج پر پشیمان نہیں ہوگا۔

آٹھواں باب

تجربہ

روحانی تکامل کے لئے تجربہ کی ضرورت

نہ صرف تحصیل علم و دانش اور اعلیٰ علمی مقامات تک پہنچنے اور نہ ہی معنوی و روحی مراتب کے حصول بلکہ ہرقسم کے ہدف تک پہنچنے کے لئے تجربہ کی ضرورت ہے کہ جن تک پہنچنا مشکل ہو۔

اس بارے میں حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

" کلّ معونة تحتاج الی التجارب " (۱)

ہر مشکل امر تجربہ سے مدد لینے کا محتاج ہے۔

جوانسان بلند مقامات واہداف تک پہنچنے کی جستجو میں ہو وہ مختلف شخصیات اور ایسے لوگوں کے تجربات سے استفادہ کریں کہ جو اس مقام تک پہنچ چکے ہوں تاکہ جلد اپنے مقصد تک پہنچ سکیں۔

تجربہ اور سرپرستی و حکومت

عدالت کے پیکر اور تاریخ کی مظلوم ترین شخصیت امیر المومنینؑ سرپرستوں اور حکمرانوں کے تجربہ کو لازمی شرائط میں سے قرار دیتے ہیں حضرت امیر المومنینؑ ،حضرت مالک اشتر کو اپنے ولایت نامہ (جس میں تمام ملتوں اور نسلوں میں عدالت کو قائم کرنے کی راہنمائی موجود ہے) میں یوں فرماتے ہیں:

۱۔ بحارالانوار۶/۷۸

" ثمّ انظر في امور عمّالک فاستعملهم اختباراً ، ولا تولّهم محاباة و اثرة ، فانّهما جماع من شعبِ الجور والجيانة و توّخ منهم اهل التجربة والحياء من اهل البيو تات الصالحة "(۱)

اس کے بعد اپنے عاملوں کے معاملات پر نگاہ رکھنا اورانہیں امتحان کے بعد کام سپرد کرنا اور خبردار انہیں تعلقات یا جانبداری کی بناء پر عہدہ نہ دے دینا کیونکہ یہ باتیں ظلم اورخیانت کے اثرات میں شامل ہوتی ہیں ان میں بھی مخلص تجربہ کار اور غیرت منداور جو اچھے گھرانے کے افراد تلاش کرنا۔

اس فرمان میں مولائے کائنات علیؑ کسی کام میں سرپرستی کے لائق ہونے کے لئے چند امور کو شرط سمجھتے ہیں ۔وہ غیرت مند و صاحب حیاء ہونے کے علاوہ اس کام میں تجربہ رکھتا ہو کہ جو اسے سونپا جائے تا کہ اپنے تجربہ سے استفادہ کرتے ہوان کاموں کو اچھے طریقے سے انجام دے اوران سے عہدہ برآ ہو سکے اوراحسن طریقہ سے اپنی ذمہ داری کو نبھا سکے حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے فرمان میں افراد کے انتخاب میں حیا اور تجربہ کو اس لئے شرط قرار دیا ہے کہ کوئی ناخوش گوار و نا شائستہ واقعہ در پیش نہ آئے۔

علمی و صنعتی مسائل میں تجربہ

تجربہ نہ صرف مملکتی امور میں بلکہ علم و دانش اور علمی مسائل میں بھی مؤثر نقش رکھتا ہے اسی وجہ سے جابر بن حیان علمی مقامات تک پہنچنے کے لئے تجربہ کو اہم شرط سمجھتے ہیں ۔انہوں نے آج کے دور میں رائج لفظ تجربہ کی بجائے ،لفظ تدبیر کو استعمال کیا ان کے نزدیک ایک حقیقی دانش مندی کی اساسی شرط تدبّر ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ حقیقی اور واقعی دانش مند وہ ہے کہ جو تجربہ سے استفادہ کرے اور جو اس روش کو

۱۔ نہج البلاغہ مکتوب ۵۳

استعمال میں نہ لائے اسے دانشمند نہیں سمجھا جا سکتا۔ ہر علوم وصنائع میں تجربہ کی اہمیت کے لئے یہ ہی کافی ہے کہ جو صنعتگر اپنے کام میں تجربے سے استفادہ کرتا ہے اس کی مہارت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے لیکن جو تجربے کو استعمال میں نہ لائے وہ اسی طرح راکد ہی رہتا ہے۔

تجربہ عقل کی افزائش کا باعث

تجربہ سے نہ صرف انسان کی علمی قوت ومہارت کو بڑھ جاتی ہے بلکہ یہ انسان کی عقلی قدرت کو بھی بڑھاتا ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ انسان کے لئے ذاتی وطبیع عقل کے علاوہ تجربی عقل کو اہم قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس طرح طبیع عقل سے استفادہ کر سکتے ہیں، اسی طرح تجربی عقل سے بھی بہت سے فوائد لے سکتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین علیؑ فرماتے ہیں:

" العقل عقلان : عقل الطبع عقل التجربة ، وكلا هما يؤدى الى المنفعة ، وا لمو ثوق به صاحب العقل والدين "(۱)

عقل کی دو قسمیں ہے:

۱: عقل طبیع

۲: عقل تجربی

عقل کی یہ دونوں قسمیں سود ومنفعت کا سبب ہیں اور صاحب عقل ودین پر اعتماد واطمینان کرنا چاہیئے

اس بناء پر جتنا انسان کا تجربہ بڑھتا جائے اتنا ہی اس کی عقل تجربی بھی بڑھتی ہے. عقل وتکامل میں اضافہ کے لئے تجربے سے استفادہ کریں اور تجربہ حاصل کرنے اور حاصل شدہ تجربے کے مطابق عمل

۱۔ بحار الانوار ۷۸/۶

کوانجام دینے کے لئے تکامل عقلی سے استفادہ کریں۔

گزشتہ روایت کےعلاوہ حضرت امام حسینؑ سےایک اور روایت میں نقل ہے کہ آپ نے فرمایا:

" طول التجارب زیادة فی العقل الشّرف و التقویٰ "(۱)

تجربہ کے زیادہ ہونے سے انسان کی عقل وشرف اورتقویٰ میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

ان ارشادات کی بناء پر درک کرتے ہیں کہ اہم امور اور پروگرام کی مسؤلیت اپنے کندھوں پر لینے والا تجربہ کار ہونا چاہیئے تا کہ اس کے ذریعہ سے وہ عقل ذاتی کے علاوہ عقل تجربی سے بھی استفادہ کر سکےاور اپنی عملی قدرت کوافزائش دے۔

تجربہ،فریب سے نجات کا ذریعہ

ایک اور نکتہ کہ جس کی جانب متوجہ رہیں کہ ہماری آج کی دنیا،دنیاپرستوں،فریبیوں سے بھری پڑی ہے ۔ وہ مختلف انداز سے سادہ لوح افرادکواپنے جال میں پھانس کرفریب دیتےاور گمراہ کرتے ہیں۔لہذاہمیں اس بارے میں علم ہونا چاہیئے تا کہ پھر دوسروں کوبھی اس سے آگاہ کریں۔

ان کےفریب سے نجات کی ایک راہ تجربہ ہے،ہم تجربہ کے ذریعہ ان افرادکوپہچانیں اوراس طرح ان کےفریب سے امان میں رہیں۔

حضرت امیرالمؤمنینؑ فرماتے ہیں:

" من لم تجرّب الا مور خُدع ، و من صارع الحقّ صُرع "(۲)

جوامور کے بارے میں تجربہ نہ کرےوہ فریب کھائے گااور جوحق سےٹکرائے گاحق اسے پچھاڑ دے گا

۱۔بحارالانوار۱۲۸/۷۸

۲۔بحارالانوار۴۲۲/۷۷

تجربہ انسان کو ہوشیار کرتا ہے اور انسان کی معلومات واطلاعات میں اضافہ کرتا ہے تجربہ کار انسان نے دنیا دیکھی ہوتی ہے، لہذا وہ مکار، فریبی اور گمراہ کرنے والوں کے ہاتھوں فریب کھانے سے محفوظ رہتا ہے۔

تجربہ کے ذریعے انسان، راہ اور چاہ میں فرق کرسکتا ہے سعادت صرف اس کی ہے کہ جو صحیح راستہ کو دقیقاً جانتا ہو اور اپنے کو تباہی سے بچا سکے۔شقاوت ایسے افراد کے عمل کا نتیجہ ہے کہ جو تجربات سے نہیں سیکھتے اور اپنے کو دوبارہ گزشتہ مسائل میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

مشکلات میں دوستوں کو پہچاننا

حقیقی دوستوں کو سختیوں اور تلخیوں میں پہچان سکتے ہیں اور ان کی صداقت کے میزان کو جان سکتے ہیں۔اہل بیت علیہم السلام کو درپیش آنے والے مصائب ومشکلات اور اسی طرح امام زمانؑ کی غیبت حقیقی اور واقعی شیعوں کو پہچاننے کا اہم ذریعہ ہے کیونکہ فقط سچے پیروکار، اپنے رہبروں کی شدید مشکلات میں بھی حمایت وپیروری کرتے ہیں اور تجربہ وامتحان میں سرفراز ہوتے ہیں۔

اسی وجہ سے جب حضرت یوسفؑ زندان سے آزاد ہوئے تو انہوں نے زندان میں لکھا:

"هذا قبور الاحياء و بيت الا حزان و تجربة الا صدقاء و شماتة الا عداء"(۱)

زندان، زندوں کی قبور، غموں کا گھر، دوستوں کو آزمانے اور دشمنوں کو سرزنش کرنے کا وسیلہ ہے

اس بناء پر مشکلات ومصائب جیسے بھی ہوں، ان کے ذریعے انسان دوستوں کو آزما سکتا ہے۔حقیقی دشمن وہ ہوتے ہیں کہ جنہوں نے دوستی کا لبادہ اوڑھا ہوا ہو لیکن سخت مشکلات میں دوست کو تنہا چھوڑ دیں اور دشمن سے بڑھ کر نقصان پہنچائیں مشکلات وتکالیف ایسے افراد کو پہچاننے کا وسیلہ وذریعہ ہے۔

۱۔بحارالانوار ۱۲/۲۹۴

تجربہ سے سبق سیکھیں

ہماری زندگی میں اچھے برے، تلخ اور شیرین تجربات ہماری زندگی کو بہتری کی جانب لے جاتے ہیں۔ یہ ہمارے مستقبل کے لئے عبرت کے بہترین درس ہیں تا کہ ہم ان کے ذریعہ گزشتہ اشتباہات کو تکرار نہ کریں اور مستقبل میں مفید برناموں سے مطلع ہوسکیں۔

اگر ہم تجربہ سے سبق نہ سیکھیں تو پھر ہم کس برنامہ سے بہرہ مند ہوسکتے ہیں؟

حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں:

" من لم ینفعه اللّٰه با لبلاء و التجارب لم ینتفع بشی ءِ من العظة "(۱)

خدا جسے مصائب ومشکلات اور تجربہ کے ذریعہ نفع نہ پہنچائے وہ کسی بھی وعظ ونصیحت سے مستفید نہیں ہوسکتا۔

اس بناء پر مشکلات، مصیبتوں اور حاصل ہونے والے تجربے سے بہترین طور پر استفادہ کریں اور اپنے کو بہتر زندگی کے لئے آمادہ کریں۔

دوسروں کے تجربات سے استفادہ کریں

تاریخ بہت سے عظیم واقعات کی شاہد ہے کہ تجربے کے عنوان سے جن سے درس عبرت لیا جائے ماضی میں لوگوں کی اجتماعی یا انفرادی رفتار وکردار سے برآمد ہونے والے اچھے یا برے نتائج سے استفادہ کریں کیونکہ تجربے سے پند ونصیحت اور درس لینا فقط آپ کے انجام دیئے گئے اعمال سے مختص نہیں ہے بلکہ دوسروں کے تجربات سے بھی مستفید ہوسکتے ہیں۔

کبھی بہت زیادہ مشکلات اور موانع انسان کو ہدف تک پہنچنے سے ناامید ومایوس کر دیتے ہیں

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۵

لیکن دوسروں کے تجربات سے استفادہ کرکے ان مشکلات وموانع کو برطرف کرکے ناامیدی کو امید میں تبدیل کرسکتے ہیں ۔

یہ ان بزرگ اور عمر رسیدہ افراد کا انداز ہے کہ جو زندگی کے ہر موسم کو دیکھ چکے ہیں ،انہوں نے اپنے دوستوں اور قرابتداروں کو دوسروں کے تجربات سے استفادہ کرنے کی سفارش کی ہے ۔ان میں سے ایک عوف بن کنانہ ہے ۔اس نے اپنی وصیت میں کہا ہے :

" خُذوا مِنْ اَهْلِ التَّجارِب "(۱)

اہل تجربہ سے استفادہ کریں ۔

کیونکہ جو بھی کسی کام کو انجام دینا چاہتا ہو وہ اس شعبہ میں تجربہ کار افراد سے استفادہ کرے اور ان کے تجربہ سے بہرہ مند ہو۔

دوسروں کے تجربہ سے استفادہ کرنے کا طریقہ

تاریخ کے معالعہ اور تاریخ رقم کرنے والوں کے حالات ،معاشرے میں ان کے نفوذ کرنے کی کیفیت اور ان کے سقوط کے علل و اسباب ،خصوصاً بنی اسرائیل کی تاریخ کے تجزیہ و تحلیل اور ان ستمگر فرعونوں کی حکومت کے مطالعے سے ہم اپنی فردی و اجتماعی زندگی میں بہت زیادہ تجربہ حاصل کرسکتے ہیں ۔

عظیم لوگوں کی شخصیت اور ان کے حالات زندگی کا تجزیہ و تحلیل ،ان کی شخصیت کو پہچاننے کی بہترین راہ ہے ۔ہمیں بزرگوں کی معنوی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہیئے .ان کی رفتار و کردار ہمارے لئے بہترین تجربہ و درس ہے .گزشتہ افراد کے شخصی اعمال میں ہمارے لئے تجربہ کا درس ہے اور ان کے اجتماعی کردار میں ہمارے معاشرے کے لئے درس تجربہ ہے .ہم بزرگوں کے حالات ،گزشتہ زمانے

۱۔ بحارالانوار:۲۴۲/۵۱

میں ان کے فردی واجتماعی تجربات اوران کو درپیش آنے والے واقعات کی بررسی کر کے استفادہ کریں۔

مثال کےطور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ گزشتہ انبیاء کے ظہور وغیبت کے علل کی تحلیل اوران کے ساتھ زمان غیبت میں بعض افراد کے شخصی ارتباط کی بررسی سے ہمارے لئے تجربہ وراہنمائی ہے کہ جو غیبت وظہور امام عصرؑ کے مسئلہ میں ہمارے راہنمائی کرتا ہے۔

شخصی اوردوسروں کےتجربات سےاستفادہ کرنا خدا کی عظیم نعمتوں میں سے ہے کہ جو تمام افراد کو میسر نہیں ہے مختلف تجربات سے حاصل ہونے والے نتائج کو فراموش کرنا انسان کی کم سعادتی اور بدنصیبی کی دلیل ہے۔

حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں:

" انّ الشّقی من حرُم نفع ما اوتی من العقل التجربة "(۱)

یقیناً بدبخت وہ ہے جو عقل وتجربہ کے ہوتے ہوئے بھی اس کے فوائد سے محروم رہے۔

جو تجربہ سے استفادہ نہ کرے وہ ایسے مسافر کی مانند ہے کہ جو کسی راہنما کے بغیر بیابان میں گھومتا رہے اور مدتوں رنج ومشقت برداشت کرنے کے بعد اپنی پہلے والی جگہ پر آجائے۔ایسے افراد کو مسافرت سے حاصل ہونے والا نتیجہ صرف رنج ومشقت ہے۔وہ فوائد ومنفعت حاصل کرنے کی بجائے اپنے کو زحمت میں ڈالتاہے اوراپنی زندگی کو تباہی کی جانب لے جاتا ہے۔

لہٰذا عقل کا یہ تقاضا ہے کہ عاقل انسان تجربات سے استفادہ کرے اپنے اوردوسروں کے اچھے، برے تجربات سے عبرت کا درس لےاور نتیجتاً گزشتہ تجربات آئندہ کے لئے سبق ہوں۔

۱۔نہج البلاغہ مکتوب ۷۸

تجربات فراموش نہ کریں

عقل تجربات کی نگہداری کی اساس ہے۔جن کے پاس کامل قوت عقل نہ ہو وہ زندگی میں حاصل ہونے والے تجربات کو بھلا دیتے ہیں.جن موارد میں ان تجربات سے استفادہ کرنا چاہیئے وہ اصلاً گزشتہ تجربات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔لیکن عقل مند کسی صورت میں بھی تجربہ سے حاصل ہونے والے درس کو فراموش نہیں کرتا۔

حضرت امیر المومنین علیؑ اپنی وصیت میں امام حسن مجتبیٰؑ سے فرماتے ہیں:

"" والعقل حفظ التجارب و خیرما جرّبت ما وعظک "(۱)

عقل مندی تجربات کے محفوظ رکھنے میں ہے اور بہترین تجربہ وہی ہے جس سے نصیحت حاصل ہو۔

اس بناء پر تلخ یا شیریں،شخصی یا دوسروں سے حاصل ہونے والے،تمام تجربات کو محفوظ رکھنا اور ضروری موارد میں ان سے استفادہ کرنا،انسان کے عقل مند ہونے کی دلیل ہے.کیونکہ تجربات کو محفوظ کرنا اوران سے سبق سیکھنا،قوت عقل سے صادر ہوتا ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ ایک اور روایت میں فرماتے ہیں:

" من التّوفیق حفظ التجربة "(۲)

تجربات کو محفوظ کرنا توفیقات الٰہی میں سے ہے۔

ہر حاصل ہونے والے تجربہ کو محفوظ کرو.اگر چہ وہ دوسروں کے توسط سے ہی حاصل ہوا ہو،اور ضرورت کے وقت اس سے استفادہ کرو۔اس صورت میں توفیق الٰہی انسان کے شامل حال ہوگی،لہٰذا بہترین تجربہ وہ ہے کہ جس سے انسان درس لے،عبرت لے اور اپنے آئندہ کے برناموں میں اس سے استفادہ کرے۔

۱۔بحار الانوار:۱/۱۶۰۔و نہج البلاغہ مکتوب ۳۱

۲۔بحار الانوار:۶۹/۴۱۰

پس اگر تجربہ فراموش کر دیں تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور پھر اس سے مستفید نہیں ہو سکتے جس طرح تاریخ اپنے کو دہرا کے بہت سے بھولے ہوئے مسائل کو زندہ کر دیتی ہے .اسی طرح وقت گزرنے کے ساتھ، زندگی کے اوراق کی ورق گردانی کرنے سے گزرے ہوئے تلخ تجربات بھی تکرار ہوتے ہیں اور گزشتہ تجربہ دوبارہ سے انسان کے ذہن میں نقش ہو جاتا ہے۔

پس زندگی میں منتخب کئے گئے ہدف تک پہنچنے کے لئے حاصل ہونے والے تجربات کو محفوظ کریں اور ان سے پند و نصیحت لیں .نیز ایسا بھی نہ ہو کہ غفلت کی وجہ سے گزشتہ تلخ تجربات آپ کی زندگی میں دوبارہ تکرار ہو اور جس تجربہ و نتیجہ کا سالوں پہلے سامنا ہوا تھا اب سالوں بعد پھر اس کا سامنا کرنا پڑے۔

جی ہاں ! تجربات کو محفوظ کرنا اور ضرورت کے وقت ان سے استفادہ کرنا بزرگان دین کی روش تھی .چاہے انہیں وہ تجربات خود حاصل ہوئے ہوں یا انہوں نے دوسروں سے سیکھے ہوں ۔اس برنامہ سے استفادہ کرتے ہوئے آپ موجودہ فرصت سے بہتر طور پر استفادہ کر سکتے ہیں اور بیشتر توفیقات کو اپنا مقدر بنا سکتے ہیں۔

نتیجہ بحث

جو عظیم اہداف کی جستجو میں ہوں اور اعلیٰ علمی و عملی مقاصد کے حصول کے لئے کوشاں ہوں وہ تجربہ کے ذریعہ اپنی علمی و معنوی قدرت وقوت کو بڑھائیں۔

تجربہ آپ کی علمی و عملی قوت کی افزائش کرتا ہے، کیونکہ تجربہ کے ذریعہ آپ کی عقل تجربی میں اضافہ ہوتا ہے اور آپ پھر اپنے حقیقی دوستوں کو احسن طریقہ سے پہچان سکتے ہیں اور فریبیوں اور مکاروں کے شر سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

تجربہ کے ذریعہ آپ اپنے ماضی کے نقصان وکمی کا جبران اور اپنے آئندہ کو درخشاں بنا سکتے ہیں. ان کے علمی و عملی تجربات کی بنیاد پر ہے. اپنے اور بزرگ شخصیات کے تجربات سے اپنی خوابیدہ قوتوں کو بیدار کریں اور ان سے استفادہ کرتے ہوئے دنیا کی علمی و معنوی فضا میں پرواز کریں۔ اس بناء پر ہم سب تجربہ کے محتاج و ضرورت مند ہیں۔

یك نصیحت بشنو از من کاندر آن نبود غرض

چون کنی رأی مهمی ، تجربت از پیش کن

مصلحت از لفظ دینداری کامل عقل جو

مشورت با رأی نزدیکان دور اندیش کن

جب کسی امر میں اپنی رائے کا اظہار کرو تو اپنے سابقہ تجربات سے کام لو، دینداری اور عقل کامل سے امور کی مصلحتوں کو جاننے کی کوشش کرو ہمیشہ دور اندیش دوستوں سے مشورہ لو۔

نواں باب

نفس کی مخالفت

امام علیؑ نے فرمایا:

"عظمُ مِلکٍ مِلکُ النّفسِ"

عظیم ترین ملکیت نفس کی ملکیت ہے۔

نواں باب

نفس کی مخالفت

مخالفت نفس یا نفس پر حکومت

انسان نفس کی مخالفت اور خواہشات نفسانی پر کنٹرول کرنے سے ذہنوں سے بالاتر روحانی طاقت حاصل کر سکتا ہے اور روح کی عجیب قوت سے بہرہ مند ہو سکتا ہے انسان روحانی قوت کے تشکل اور حصول سے اپنی اور دوسروں کی بہت سی مشکلات کو آسان کر سکتا ہے۔

جس طرح نفس کی مخالفت یا نفس پر حکومت پراکندہ روحانی قوتوں کو جمع کرتی ہے اور انہیں فعال اور کارساز بناتی ہے۔

مخالفت نفس کو پانی کے سامنے باندھے گئے بند سے تشبیہ دے سکتے کہ جو نہ صرف اسے ضائع ہونے سے بچاتا ہے بلکہ پانی کے جمع ہونے کی صورت میں بجلی کی پیداوار کا بہترین ذریعہ بھی ہے کہ جس سے شہر روشن اور بڑے بڑے کارخانے آباد ہوتے ہیں۔

اسی طرح نفس کی مخالفت انسان کی روحانی اور آسمانی قوتوں کو ضائع ہونے سے بچاتی ہے بلکہ روحانی قوت کے جمع ہونے کی صورت میں یہ ایک عام اور معمولی انسان کو صاحب ارادہ اور باشخصیت انسان میں تبدیل کر دیتی ہے۔

عقل اسی بند کی مانند ہے خداوند تعالی نے جسے انسان کی ذات میں قرار دیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ نفس کو لگام ڈال سکے اور روحانی قوتوں کو متمرکز کر سکے۔

کیا آپ نفس کی مخالفت سے اس عظیم روحانی طاقت سے استفادہ کرنے کو تیار ہیں جسے خداوند کریم نے آپ کے وجود میں قرار دیا ہے؟

جس طرح زمین کی گہرائیوں میں بہت سے قیمتی خزانے موجود ہیں ،اسی طرح ہماری نفسانی خواہشات کے پس پردہ بھی عجیب روحانی طاقتیں موجود ہیں ۔جس طرح خاک اور مٹی کو ہٹانے کے بعد خزانے تک پہنچ سکتے ہیں،اسی طرح نفسانی خواہشات کو کنٹرول کر کے روح کی قوت حاصل کر سکتے ہیں ۔

جس طرح نفس کی موافقت روحانی قوت وطاقت کو نابود کر دیتی ہے اسی طرح نفس کی مخالفت اور خواہشات نفسانی کو ترک کرنے سے آپ میں روحانی طاقت ظاہر ہوگی اور آپ کا دل صاحبِ حیات بن جائے گا۔اس صورت میں آپ ایسی بزرگ طاقت کے مالک بن جائیں گے کہ جس کے وجود کی وجہ سے آپ خود تعجب کریں گے۔

حضرت رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

" بِمَوتِ النَّفسِ یَکُونُ حَیَاۃُ القَلبِ "(۱)

نفس کی موت سے دل کو حیات ملتی ہے۔

جب نفس سے حیوانی خصلت ختم ہو جائے تو رحمانی حالات اس میں مستقر ہو جاتے ہیں اور قلب کی حیات کا وقت آ جا تا ہے ۔اس روایت کے ضمن میں رسول اکرمؐ نے انوار معارف سے بیکراں دریا کو بیان فرمایا ہے حیات قلب سے روحانی ومعنوی توانائی ایجاد ہوتی ہے اور بے مثال معنوی قدرت حاصل ہوتی ہے۔

۱۔بحارالانوار،ج۷۰ ص۱۹۳،مصباح الشریعہ،۷۱

عقل پر نفس کا غلبہ

قوت نفس اس قدر قوی وسرکش ہے کہ جو انسان کے فطری مسائل کو بھی تبدیل کرسکتا ہے اور اسے اپنے عزیز ترین اور قریبی ترین فرد کو قتل کرنے کے لئے آمادہ کرسکتا ہے۔ حالانکہ قرابتداروں سے محبت انسان کی فطرت وطبیعت میں شامل ہے۔ لیکن نفس ان کی محبت کو دل سے نکال کر اس کی جگہ بغض وعداوت ڈال سکتا ہے۔

قابیل وہ پہلا فرد ہے کہ جس سے یہ جنایت سرزد ہوئی اس بارے میں خداوند متعال فرماتا ہے۔

"**فَطَوَّعَت لَه نَفسَه قَتلَ اَخِیه فَقَتَلَه فَاَ صبَحَ مِن الخَاسِرِینَ**"(۱)

پھر اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل پر آمادہ کیا اور اس نے قتل کردیا اور وہ خسارہ والوں میں شامل ہوگیا۔

اس بناء پر نفس نہ صرف انسان کی صفات کو تغییر دے سکتا ہے بلکہ وسوسہ کہ ذریعہ انسان کے فطری مسائل کو بھی بدل سکتا ہے۔ جس طرح قابیل نے اپنے دل میں ہابیل کی محبت کے بجائے اس کے لئے بغض وعداوت اور دشمنی کو جگہ دی اور اسے قتل کرکے اس کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کیا۔

ایسے موارد میں نفس عقل پر حکومت کرتا ہے۔ کیونکہ کبھی نفس اتنا قوی ہوتا ہے کہ عقل اپنی تمام تر توانائی وطاقت کے باوجود ارشاد اور راہنمائی سے قاصر ہوتی ہے۔

حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں:

"**وَکَم مِن عَقلٍ اَسِیر تَحتَ هَویٰ اَمِیرٍ**"(۲)

عقل کا نفس کے تابع اور نفس کا حاکم ہونا بہت زیادہ ہے۔

۱۔ سورہ مائدہ آیت ۳۰

۲۔ نہج البلاغہ کلمات قصار ۲۱۱

بہت سے افراد بہت زیادہ عقلی قوت سے آراستہ ہوتے ہیں اور ذاتاً اعلیٰ اہداف تک پہنچنے کے لئے آمادہ و تیار ہوتے ہیں۔لیکن وہ نہ صرف اس پر ارزش معنوی سرمایہ سے استفادہ کرتے ہیں بلکہ نفس امارہ کی پیروی سے عقل کو نفس کے تابع کرتے ہیں اور عقل کی ارشاد و راہنمائی کی قدرت کو نابود کر دیتے ہیں،اسی بناء پر اپنے نفس کا علاج کریں اور عقل کو اس کی اسارت سے نجات دیں۔

نفس کا معالجہ

نفس ایک عجیب موجود مخلوق ہے کیونکہ یہ انسان کو انسانیت کے بالاترین درجات تک لے جا سکتا ہے جس طرح یہ اسے رذالت کے خوفناک دڑوں میں قرار دے سکتا ہے انسان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے نفس کو آزاد نہ چھوڑیں اور اس کی چاہت کو آزاد نہ چھوڑیں۔

حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

" لَا تَدَعِ النَّفسَ وَ هَوَاهَا" (۱)

نفس اور خواہشات کو آزاد نہ چھوڑیں۔

کیونکہ نفس ایک عظیم قوت ہے لیکن سرکش اور نافرمان ہمیں اس پر غالب آنا چاہیئے تا کہ اس کی قدرت سے استفادہ کرسکیں۔

امام صادقؑ ایک روایت کے آخر میں نفس کی دوا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" وَ کَفُّ النَّفسِ عَمَّا تَهوِی دَوَاهَا"

نفس کو اس چیز سے روکنا کہ جس کی وہ ہوس یا خواہش کرے،نفس کی دوا ہے۔

نفس کے معالجہ سے اسے ایک سالم و رحمانی قدرت میں تبدیل کریں اور آپ کے وجود میں موجود اس روحانی قوّت سے بہرہ مند ہوں۔

۱۔ اصول کافی ۲۔۳۳۶

نفس کی مخالفت سے اپنے وجود میں بالقوۃ موجود قدرت اور عظیم قوّت کو فعلیت کی منزل پر لاکر آپ اس سے بہتر طریقہ سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

جو اپنے مستقبل کو روشن و درخشاں کرنا چاہیں وہ ولایتِ معصومینؑ کے تابناک انوار سے منوّر ہوکر نفسانی حالات کو ختم کرکے ان میں تحول ایجاد کریں۔ جب انسان اپنے نفسانی حالات کو تغیر دے تو اس کے معنوی حالات بھی تبدیل ہوجائیں گے۔

خداوند متعال قرآن مجید میں فرماتا ہے:

" **اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِاَنْفُسِهِمْ**" (۱)

خدا کسی قوم کے حالات کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے کو تبدیل نہ کرے۔

اس بناء پر معاشرے کی سرنوشت، نیک بختی اور بدبختی کی بنیاد ان کے نفسانی خواہشات ہیں۔

اصلاح نفس کے لئے دعا

ہوس نفسانی اور خواہشات نفسانی سے نجات کے لئے خدا کی بارگاہ میں دعا اور اہل بیت عصمت علیہم السلام سے متوسل ہوں ایسا کرنا بہت مؤثر ہے۔ اسی وجہ سے ائمہ اطہار علیہم السلام بہت سی روایات میں ہماری راہنمائی فرماتے ہیں کہ خواہشات نفسانی کے برطرف ہونے کے لئے دعا کریں۔

نمونہ کے طور پر ہر شب چہارشنبہ پڑھی جانے والی دعا میں وارد ہوا ہے:

" **اللهم..........اَصلِح مَا بَينِي وَ بَينَكَ وَاجعَل هَوَايَ فِي تَقوَاكَ**" (۲)

پروردگارا: میرے اور اپنے درمیان اصلاح فرما اور میری خواہشات کو اپنی مخالفت سے پرہیز کی

۱۔ سورہ رعد آیت ۱۱

۲۔ بحار الانوار ۹۰/۱۹۳، البلد الامین ۱۲۷، المصباح ۱۲۳

صورت میں قرار دے۔

مہذب نفس کی خواہشات نفسانی تقوی الٰھی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتی۔لھذا اگر ہم پست نفسانی خواہشات سے دور رہنا چاہیں تو تہذیب نفس واصلاح نفس اور خودسازی کی دعا کریں۔

مخالفت نفس کی عادت

جو عمل بھی نفس کی خاطر انجام پائے ،اگر چہ وہ بہت چھوٹا کام ہو تو وہ عمل روحانی طاقت کی کچھ مقدار کو زائل کر دیتا ہے نفس کی مخالفت سے انسان میں یہ قوت متمرکز ہوتی ہے کہ جس سے نورانیت ایجاد ہوتی ہے جس قدر نفس کی مخالفت زیادہ ہو اسی قدر روحانی قوت بھی بیشتر ہو جاتی ہے ۔نفس کی مخالفت کے ہمراہ بہت سی مشکلات اور سختیاں بھی آتی ہیں کہ بہت سے لوگ ان ہی مشکلات کی وجہ سے اس کام سے ہاتھ روک لیتے ہیں دوسرا اگر وہ خواہشات نفسانی کے ساتھ مبارزہ آرائی کرتا ہے لیکن استقامت اور ثابت قدم نہ ہونے کی وجہ سے کچھ مدت کے بعد وہ اپنے کو آزاد چھوڑ دیتا ہے اور پھر وہ اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے چل پڑتا ہے۔

ایک نکتہ کی جانب توجہ کرنے سے آپ ایسے افراد کو روحانی اعتبار سے تقویت دے سکتے ہیں اور جو اس راہ کو دامہ نہیں دے سکے، ان میں امید کی شمع روشن کر سکتے ہیں۔وہ نکتہ نیک کاموں کی عادت ڈالنے کی اہمیت سے عبارت ہے نفس کی مخالفت سے وجود میں آنے والی سختیاں اور زحمات نیک کاموں کے عادی ہو جانے سے برطرف ہو جاتی ہیں کہ پھر مخالفت نفس کو ترک کرنا مشکل ہو جائے گا، اسی وجہ سے حضرت امام باقرؑ کا فرمان ہے:

" عَوِّدُوا اَنفُسَکُم اَلخَیرَ"(۱)

اپنے نفوس کو نیک کاموں کی عادت ڈالو۔

۱۔بحار الانوار۷۸/۲۴۷، الخرائج ۲۲۹

کیونکہ نیک کاموں کی عادت سے نہ صرف انسان برے کاموں سے ہاتھ اٹھالیتا ہے بلکہ نیک کاموں کی مزید عادت ڈالتا ہے اگر چہ وہ کام بہت مشکل اور پر زحمت ہی کیوں نہ ہوں کسی بھی چیز کی عادت انسان کی ذات کا حصہ اور فطرت ثانیہ بن جاتی ہے، پھر انہیں انجام دینا مشکل نہیں ہوتا بلکہ انہیں ترک کرنا رنج والم کا باعث بنتا ہے۔

لہٰذا کار خیر کو انجام دینے اور ان کی عادت سے آپ نہ صرف بہت آسانی سے نفس کی مخالفت کر سکتے ہیں، بلکہ ان کی عادت ہو جانے سے ان کو ترک کرنا آپ کے لئے رنج آور ہوگا۔

جب کوئی خائن شخص پہلی بار چوری یا کوئی اور خیانت انجام دے تو اس کا ضمیر شرم و گناہ محسوس کرے گا، اس کا ضمیر قبول کرلے گا کہ اس کے نفس نے زشت و ناپسندیدہ کام انجام دیا ہے لیکن گناہ کو تکرار کرنے سے آہستہ آہستہ اس میں سے احساس شرم و ندامت ختم ہو جائے گی پھر گناہ کو انجام دینے سے اسے نہ گناہ و شرم کا احساس ہوگا بلکہ اس کی عادت پڑ جانے سے اس کو چھوڑنا بھی بہت مشکل ہو جائے گا۔

جس طرح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ گناہ کو بارہا تکرار کرنے سے بعض اس کے عادی ہو جاتے ہیں پھر ان کے لئے ترک کرنا مشکل ہو جاتا ہے اسی طرح اولیاء خدا اور اہل بیتؑ کے تقرب کی راہ میں جستجو کوشش کرنے والوں کے لئے سخت عبادی برنامہ کو انجام دینے میں کوئی مشکل و زحمت نہیں ہوتی۔

بلکہ انہیں اس سے لگن ہو جاتی ہے کہ پھر وہ کسی صورت بھی اسے ترک نہیں کر سکتے مخصوصاً جب وہ اپنے اور برنامہ کے مہم آثار کو جانتے ہوں تو اس طرح بعض افراد کے لئے مخالفت نفس مشکل ہوتی ہے، اسی طرح ان کے لئے موافقت نفس مشکل ہوتی ہے۔

بعض افراد کو مخالفت نفس کی عادت ڈالنے اور خواہشات نفسانی کو ختم کرنے کے لئے مرور زمان کی ضرورت نہیں ہوتی وہ ناگہانی تغییر سے اپنے نفس میں تحول ایجاد کرتے ہیں اور ایک نئی شخصیت

کے مالک بن جاتے ہیں۔ پوریا ولی ان ہی افراد میں سے ایک ہیں۔

پوریا ایک پہلوان تھا کہ اس کے شہر میں کوئی بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا وہ دوسرے شہروں میں جا کر بھی تمام پہلوانوں کو مغلوب کر دیتا۔ پھر اس نے دار الخلافہ جانے کا قصد کیا تا کہ وہاں جا کر بھی تمام پہلوانوں کو شکست دے اور خود ان کی جگہ بیٹھے۔

اس کی طاقت کا چرچا بہت دور دور تک ہو رہا تھا اسی وجہ سے جب اس نے دار الخلافہ جانے کا قصد کیا تو وہاں کے پہلوانوں کے دل میں اس کا بہت رعب بیٹھ گیا اور وہ مہوم و متفکر ہو گیا اس کی ماں نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو اس نے اپنی پریشانی کی علت بیان کی۔

اس کی ماں ایک صالحہ اور با اعتقاد عورت تھی وہ متوسل ہوئی اور ہر روز نذر کرتی وہ حلوا پکاتی اور شہر کے دروازے پر بیٹھے فقراء و مساکین میں تقسیم کرتی۔

پھر ایک دن پوریا اس شہر کے دروازے پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ایک عورت بیٹھی ہے جس کے سامنے کچھ حلوا پڑا ہے وہ قریب آیا اور پوچھا اس کی کتنی قیمت ہے؟ عورت نے کہا کہ فروخت کرنے کے لئے نہیں بلکہ نذر کی ہے؟

عورت نے کہا: میرا بیٹا دار الخلافہ کا پہلوان ہے اور اب کسی پہلوان نے یہاں آ کر اسے شکست دینے کا ارادہ کیا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو ہمارا مال اور اعتبار دونوں برباد ہو جائیں گے۔ پوریا نے دیکھا کہ وہ عورت حضرت حق سے متوسل ہوئی ہے یہاں اسے قرآن کی یہ آیت یاد آ گئی:

"یَا اَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا کُونُوا اَنصَارَ الله" (۱)

اس نے سوچا کہ اس جوان کو پچھاڑ دوں تو سلطان کے دار الحکومت کا پہلوان بن سکتا ہوں اور اگر اپنے نفس کو شکست دے دوں تو خدا کے دار الحکومت کا پہلوان بن جاؤں گا پس اس نے اپنے آپ سے کہا کہ رضائے خدا کے لئے اس بوڑھی عورت کو نا امید نہیں کروں گا۔

۱۔ سورہ صف آیت ۱۴

پھر اس نے عورت کی طرف دیکھ کر کہا کہ ماں تمہاری نذر قبول ہوگئی ۔اس نے اپنے چالیس حامیوں میں حلوا تقسیم کیا اور شہر میں وارد ہوگئے ۔

معین دن میں دارالحکومت کا پہلوان، ہواس باختہ پوریا کے ساتھ کشتی لڑنے کے لئے حاضر ہوا۔

پوریا کے حامیوں نے اس سے کہا کہ ہم میدان میں جا کر اس کو سبق سکھاتے ہیں ۔انہوں نے بہت اصرار کیا لیکن پوریا نے قبول نہ کیا اور کہا کہ یہ میرا کام ہے اور کسی دوسرے کو اس سے سروکار نہیں ۔

پوریا میدان میں گیا وہ اپنے نفس کو ہرانے کی ہمت رکھتا تھا دارالحکومت کا پہلوان اس سے لڑنے کے لئے آیا ۔پوریا نے اپنے آپ کو سست کرلیا اور اس کے حریف نے دیکھا کہ وہ بہت سست ہے اس کا دل قوی ہوگیا اس نے پوریا کو اٹھا کر زمین پر دے مارا اور اس کے سینہ پر بیٹھ گیا ۔جب پوریا کی پیٹھ زمین پہ لگی تو اس کے لئے بہت سے راز منکشف ہوگئے ۔

افتادگی آموز اگر قابل فیضی　　هر گز نخورد آب زمینی که بلند است

اگر چہ اس جوان نے پوریا کو پچھاڑ دیا ۔لیکن خدا نے اسے اولیاء پاک میں سے قرار دیا یہ شعر پوریا ولی کے سرود میں سے ہے ۔

گر بر نفس خود امیری مردی　　وربر دگری نکته نگیری مردی

مردی نبود فتاده را پای زدن　　گر دست فتاده ای بگیری مردی

اگر تمہیں اپنے نفس پر اختیار رہو اور دوسروں پر نکتہ چینی نہ کرو تو تم مرد ہو، گرے ہوئے کو ٹھوکر مارنا مردانگی نہیں ہے بلکہ گرے ہوئے کو تھامنا مردانگی ہے ۔

آپ بھی پوریا کی طرح پختہ عزم وارادہ اور خدا کی امداد اور مہربانی سے نفس کی مخالفت کرسکتے ہیں اور مختصر مدت میں اس پر قابو پاسکتے ہیں ۔

اصلاح نفس کے ذریعہ روحانی قوت سے استفادہ کرنا

نفس کے بارے میں بحث بہت اہم ہے جالب اور قابل توجہ ہے جس کی تفصیل کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے ۔لیکن ہم خلاصتا کہتے ہیں کہ جس طرح نفس ہمیں اپنے فطری مقام سے حیوانات کے درجہ پر گرا دیتا ہے اسی طرح یہ ہمیں نورانی ، روحانی اور ملکوتی ملکوت کے بلند مقام پر پہنچا سکتا ہے ۔

حضرت امیرالمؤمنینؑ فرماتے ہیں:

" مَنْ اَصلَحَ نَفسَہ مَلَکَھا "(۱)

جو اپنے نفس کی اصلاح کرے وہ اس کا مالک ہے ۔

جو اپنے نفس کا مالک ہوا وہ اس کی قوت وقدرت سے بہرہ مند ہوتا ہے ۔کیونکہ اصلاح وتہذیب نفس سے نفس عقل کے تابع ہوجاتا ہے ۔اس وقت پست نفسانی خواہشات کنٹرول ہوجاتی ہیں حتی کہ نفسانی خطورات بھی آسانی سے صفحۂ ذہن کو آلودہ نہیں کرسکتے ۔

اب اس وقت نفسانی خواہشات نیز گرائش رحمانی حاصل کرلیتی ہیں ۔پھر آہستہ آہستہ نفس عقل کے ہمراہ اور ہمقدم ہوجائے گا پھر وہ عقل سے مبارزہ نہیں کرے گا بلکہ قوت عقلی کی پشتیبانی کرے گا جب آپ کی نفسانی قدرت مکمل طور پر قوہ عقلی کے ماتحت وتابع ہوجائے تو حالت (تروّح) ایجاد ہوتی ہے اس دوران آپ اپنے جسم سے مادیت کے آثار کو نکال سکتے ہیں اور مادہ کے اثرات کو ختم کرکے خوبصورت اور جذاب ترین حالات ایجاد کرسکتے ہیں ۔

۱۔شرح غرر الحکم ۱۶۰/۵

قدرت نفس: (اگر اسے کنٹرول کریں)

بزرگوں میں سے ایک بزرگ نفس کی قدرت یوں بیان کرتے ہیں۔

نفس اپنے مقام میں خلاّقیت سے خالی نہیں ہے کیونکہ انشاءِ صور کرتا ہے اور اس وجہ سے خلاقیت حق کی صفت کا مظہر ہے۔

اے عزیز! تم میں بھی یہ مظہریت ہے لیکن تمہارا اثر مطلوب ضعیف ہے، چونکہ تمہارا وجود ضعیف ہے۔ تم آگ کا دریا خلق کرتے ہو حالانکہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ صور خیالیہ اگر قوی ہو جائیں تو اثر پیدا کرتی ہیں انبیاء کے معجزات میں سے ایک قوت نفس تھی کہ جسے محض ارادہ کرنے سے خلق کر دیتے تھے لیکن چونکہ ہمارا نفس ضیّق ہے جو اس سے بڑھ کر توان قوت نہیں رکھتا اسی وجہ سے بہشت میں نفوس قوت پائیں گے پس ایسا کام کرو کہ یہ نفس اسی دنیا میں کامل ہو جائے۔

کیونکہ جب انسان کا نفس اصلاح و تکمیل کے ذریعہ خلاّقیہ قدرت سے آراستہ ہو گا محض فکر و خطور سے جس چیز کا ارداہ کرے اسے خارج میں متحقق کر سکے گا۔

جی ہاں! جس طرح حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

" مَن قَوِیَ عَلیٰ نَفسِہ تَناھٰی فِی القُدرَۃ. " (۱)

جو اپنے نفس پر قوی ہو جائے وہ قدرت کے لحاظ سے انتہاء کو پہنچ جاتا ہے۔

آپ بھی پختہ، سنجیدہ عزم و ارادہ کے ذریعہ خداوند متعال سے مدد طلب کر کے اپنے نیک رفتار و کردار سے اپنے مستقبل میں عظیم تحول ایجاد کریں اور ایک جدید اور ممتاز قدرت و شخصیت حاصل کریں۔

۱۔ شرح غرر الحکم ۵/۱۵۴

نتیجہ بحث:

خداوند کریم نے انسان کو اس طرح خلق کیا ہے کہ جو اپنے اندر موجود عظیم روحانی قدرت سے استفادہ کر سکتا ہے لیکن انسان کا نفس اسے نابود اور برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نفس کی مخالفت خود سازی کے اساسی عوامل و شرائط میں سے ہے اپنے نفس کو کنٹرول کریں تا کہ عقلی قوت رشد و پرورش پائے آپ اپنے نفس کی مخالفت سے اپنی عقل کو قوی بنائیں اور نہ صرف اس قوت کو نابودی کے خطرے سے بچائیں بلکہ اسے فعال بنا کر خلاقیت بخشیں۔

روحانی قوت کے لحاظ سے پیشرفت کر کے تکامل تک پہنچیں بلکہ کاملاً نفس کی مہار اپنے ہاتھوں میں لیں اور خواہشات نفسانی کی مخالفت کر کے اس کی اصلاح کریں تا کہ آپ کے وجود میں عجیب اور ذہنوں سے بالاتر قدرت فعال ہو جائے اور پھر اس سے استفادہ کریں اور بزرگان کی طرح روحانی قوت کے ذریعہ دین اور مکتب اہل بیتؑ کی بہترین طریقے سے خدمت کریں۔

زد سحر طایر قدسم ز سر صدرہ صفیر کرد که در این دامگه حادثه آرام مگیر

بال بگشا و صفیر از شجر طوبی زن حیف باشد چو تو مرغی که اسیر قفسی

طائر قدسی ہمہ وقت یہ آواز دے رہا ہے کہ خبردار اے جال میں پھنسے پرندے آرام سے نہ بیٹھو بلکہ دام سے نکل جانے کی بھرپور کوشش کرو، اور ہمیشہ بال و پر مارتے رہو تا کہ قفس سے آزاد ہو جاؤ لیکن صد افسوس کہ تم جال میں پھنس چکے ہو۔

دسواں باب

صبر واستقامت

حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں:

" مَرَارَةُ الصَّبرِ تَذهَبهاَ حَلاوَةُ الظَّفرِ"

صبر کی تلخی کامیابی کی حلاوت وشیرینی ختم کردیتی ہے۔

دسواں باب

صبر واستقامت

صبر اسرار کے خزانوں کی کنجی

جن تلخیوں میں صبر سے کام لیں تو پھر انسان ان تلخیوں کو بھول جاتا ہے اور انسان کے لئے سختیاں آسان ہوجاتی ہیں۔

بزرگان الٰھی شیریں نتائج تک پہنچنے کے لئے صبر سے کام لیتے اور صبر کو اسرار کے خزانوں کی چابی سمجھتے۔وہ معتقد تھے کہ ان خزانوں تک پہنچنے کے لئے ان کی چابی یعنی صبر کا ہونا ضروری ہے۔

حضرت امام حسنؑ اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں:

فَلَستُم اَیُّھاالنّاس نَائِلِین مَا تُحِبُّونَ اِلّا بِالصَّبرِعَلیٰ مَا تُکرِھُونَ ....(۱)

اے لوگو! تم جسے چاہتے ہو اس تک نہیں پہنچ سکتے مگر یہ کہ جس چیز سے تمہیں کراہت ہو اس پر صبر کرو۔

اس فرمان میں امام حسن مجتبیٰؑ ہدف تک پہنچنے کے لئے صبر کو مستقیم راہ قرار دیتے ہیں۔مورد نظر اہداف تک پہنچنے کے لئے شرط موانع اور مشکلات کے مقابلہ میں صبر کرنا ہے کیونکہ صبر قوت وارادہ کی ہمت میں اضافہ کا باعث ہے۔

۱۔ بحارالانوار:۴۴/۵۰

صبر و استقامت ارادہ کی تقویت کا باعث

ارادہ کی بحث میں ہم نے اس کے مثبت اثرات کو ذکر کیا اور ہم نے عرض کیا کہ کہ ہر بلند اہداف رکھنے والے کے لئے ارادہ کا وجود ضروری ہے نیز ہم نے ارادہ کو ایجاد اور اسے تقویت دینے کے طریقے بھی ذکر کئے اب ہم مورد بحث موضوع میں اس کی اہمیت کو بیان کریں گے۔

صبر ارادہ کی مؤثر ترین راہ ہے اس کی وجہ سے صبر کرنے والے شخص کی قدرت ارادہ قوی ہو جاتی ہے۔ قدرت ارادہ کے قوی ہونے سے مشکلات اور سختیاں آسانی سے حل ہو جاتی ہیں خداوند متعال قرآن مجید میں فرماتا ہے:

" وَاصبِر عَلیٰ مَا اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِن عَزمِ الاُمُورِ"(۱)

اس راہ میں جو مصیبت پڑے اس پر صبر کرو یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے۔

اگر ز سهم حوادث مصیبتی رسدت
درین نشین حرمان که موطن خطر ست
مکن به دست جزع دام صبوری چاك
که آه وناله دراینجا مصیبت دگر ست

اگر تمہیں زمانے کے حوادث میں سے کوئی مصیبت پیش آئے تو اس کی وجہ سے مایوس نہ ہو جانا کیونکہ دنیا مصیبتوں کا گھر ہے مصیبتوں پر واویلا کر کے صبر کا دامن چاک نہ کرنا کیونکہ یہاں آہ و واویلا کرنا ایک اور مصیبت ہے۔

جو مصیبتوں سختیوں اور مشکلات کے سامنے صبر و استقامت کا مظاہرہ کریں تو مشکلات کو تحمل کرنے سے ان میں عزم و ارادہ قوی اور راسخ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ صابر انسان جب مشکلات و مصائب

۱۔ سورۂ لقمان آیت ۱۷

کو برداشت کرتا ہے تو اس سے اس میں قوت ارادہ تقویت پاتی ہے اور اسے دیگر موانع کے سامنے بھی صبر واستقامت کے لئے آمادہ کرتا ہے۔

کبھی قوت مقاومت اس قدر زیادہ ہو جاتی ہے کہ اس کا دل لوہے کی طرح مضبوط ہو جاتا ہے۔

پھر وہ ہر قسم کے شیطانی وسوسہ اور خواہشات نفسانی کے مقابلے میں مقاومت کر سکتا ہے ایسا انسان اپنی توانائی کے مطابق امر ولایت آل اللہ کو قبول کرتا ہے اور خاندان وحی کے عقائد و معارف کو دل وجان سے قبول کرتا ہے اور خدا کے امتحان سے عہدہ برآمد ہوتا ہے۔

صبر حضرت ایوبؑ

حضرت ایوبؑ وہ شخصیت ہیں کہ جنہوں نے مشکلات ومصائب کے سامنے صبر کیا اور خداوند متعال کے سخت امتحان سے بخوبی عہدہ برآمد ہوئے۔

وہ مختلف گرفتاریوں اور مصائب میں مبتلا ہونے سے پہلے چالیس سال تک انہیں خدا کی عظیم نعمتیں میسر رہیں۔ ہر دن ہزار افراد ان کی نعمتوں کے دسترخوان سے استفادہ کرتے اور ان کی زراعتی زمین اس حد تک تھی کہ انہوں نے امر فرمایا تھا کہ ہر انسان یا حیوان ان کی زراعت سے جس چیز سے بھی چاہے استفادہ کر سکتا ہے چار سو غلام ان کے اونٹوں کے ساربان تھے۔

پھر ایک دن حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا! اے ایوبؑ تمہاری نعمتوں کا زمانہ ختم ہو گیا اب مصیبتوں اور گرفتاریوں کا وقت آپہنچا ہے، اب ان کے لئے آمادہ وتیار رہو۔

حضرت ایوب مصیبتوں کے آنے کے منتظر تھے۔ ایک دن نماز صبح کے بعد اچانک ایک آواز آئی یہ پر دردناک آواز تھی جس کی طرف آپؑ متوجہ ہوئے، یہ شبان کی آواز تھی۔

ایوب نے پوچھا شبان کیا ہوا ہے؟ شبان نے کہا پہاڑوں کے دامن سے آنے والے سیلاب میں تمام گلّہ بہہ گیا ہے اسی وقت ساربان اپنی گریبان چاک کر کے آیا اور کہا آسمانی بجلی گرنے سے

تمام اونٹ ہلاک ہوگئے ۔

اسی وقت باغبان ہراسان ہوکر آیا اور کہا آندھی چلنے سے تمام درخت گر گئے ۔

حضرت ایوبؑ یہ سب سن رہے تھے اور ذکر خدا میں مشغول تھے کہ ان کے بیٹوں کا معلم آہ وفغاں کرتا ہوا آیا اور کہا کہ آپ کے بارہ بیٹے آپ کے بڑے بھائی کے گھر مہمان تھے اچانک گھر کی چھت ان پر گری اور تمام کے تمام اس دنیا سے چلے گئے ۔

اس وقت حضرت ایوبؑ کی حالت تھوڑی تبدیل ہوگئی لیکن وہ جلد ہی متوجہ ہوگئے اور سجدہ میں گر کر کہا:

پروردگارا! جب تم میرے ساتھ ہو تو گویا میں ہر چیز رکھتا ہوں جب ان کا تمام مال اور اولاد ختم ہوگئے تو پھر ان پر طرح طرح کی بیماریوں نے حملہ کیا وہ کئی سال تک بدترین وضعیت و کیفیت میں رہے لیکن انہوں نے اسی طرح صبر و استقامت کا دامن نہ چھوڑا اور خدا کے سخت ترین امتحان میں کامیاب ہوئے یہاں تک کہ امتحان کا وقت تمام ہوا۔

انہوں نے سالوں بعد خدا کی بارگاہ میں عرض کیا:

"اِنِّی مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنتَ اَرحَمُ الرَّاحِمِین"(۱)

مجھے بیماری نے چھولیا ہے اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے ۔

پھر ان کی دعا مستجاب ہوئی اور انہیں مشکلات و مصائب سے نجات ملی ۔(۲)

ترسم بہ عجز حمل نماید و گرنہ من شرمندہ می کنم بہ تحمل زمانہ را

میں اپنے عجز و ناتوانی سے خائف ہوں کہ کہیں وہ مجھے اپنی لپیٹ میں نہ لے ورنہ میں زمانے کی سختیوں کو برداشت کر کے شرمندہ کر سکتا ہوں ۔

۱۔سورہ انبیا ءآیت ۸۳

۲۔معراج السعادۃ،مرحوم نراقی:۲۴۷

اپنے نفس کو صبر و استقامت کے لئے آمادہ کرنا

بعض لوگ مصائب ومشکلات کے مقابل میں صبور و بردبار ہوتے ہیں اور بعض لوگ زندگی کی تلخیوں اور مصائب اور مشکل امور کے مقابل میں تحمل و برداشت کی طاقت نہیں رکھتے ۔

ایسے افراد کچھ ایسی مشکلات جنہیں صبر و استقامت کے ذریعہ ختم کر سکتے ہیں ۔ان کو ختم کرنے کے بجائے کچھ اور مشکلات ایجاد کرتے ہیں جو ان کی زندگی کو برباد کر دیتی ہیں ۔

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

" وَ عَوِّدْ نَفسَکَ بِالتَّصَبُّر "(۱)

اپنے نفس کو صبر و استقامت کی عادت ڈالو۔

کیونکہ نفس آرام پسند ہے جو کہ سختیوں اور تلخیوں سے بھاگتا ہے ۔

جو انہیں تحمل کرنے کی تاب نہیں رکھتا وہ کبھی بھی بلند مقامات تک نہیں پہنچ سکتا ۔ اگر چاہتے ہیں کہ نفس مشکلات ودشواریوں کو تحمل کر سکے تو صبر کا درس سیکھیں اور اپنے نفس کو صبر کرنے کی عادت ڈالیں تا کہ عظیم و اعلی اہداف تک پہنچ سکیں کیونکہ کہ کسی بھی کام میں اکراہ و اجبار کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ بہت سے موارد میں اس کے منفی اثرات ہوتے ہیں، حتی کہ صبر و استقامت بھی اس صورت میں نافع ہے کہ نفس اسے قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو ۔اسی وجہ سے حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا:

" وَ طِّنْ نَفسَکَ عَلی الصَّبرِ " (۲)

اپنے نفس کو صبر کے لئے آمادہ کرو۔

جب انسان صبر و استقامت سے کام لے تو وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے ۔

۱۔ نہج البلاغہ مکتوب ۳۱

۲۔ بحار الانوار ۳۴/۶۱

صبر وظفر هردو از دوستان قدیمند بر اثر صبر ، نوبت ظفر آید

یعنی صبر اور کامیابی دونوں قدیم دوست ہیں صبر سے کام لینے کے بعد پھر کامیابی کی باری آتی ہے ۔اسی طرح ان کے ارشادات میں سے ہے:

" رَضِّ نَفسَکَ عَلی الصَّبرِ تُخَلّص مِن الاِثم"(۱)

اپنے نفس کو صبر پر راضی کرو تا کہ گناہوں سے نجات پاسکو۔

کیونکہ جب آپ نے اپنے نفس کو صبر کے لئے آمادہ وراضی نہ کیا تو باطنی اکراہ اور نفس کی بے میلی برے اثرات کا موجب بنے گی ۔پھر نفس کی طغیانی اور سرکشی آپ کی شکست کا باعث بنے گی ۔

جی ہاں !اہل بیتؑ عصمت وطہارتؑ نے ہمیں صبر و استقامت کا امر فرمایا اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ صبر امتحانات الٰھی میں کامیابی کا وسیلہ ہے صبر کے ذریعہ انسان آزمائش کے طور پر آنے والے مشکلات ومصائب کے مقابلے میں اپنے اعمال واعتقادات پر ثابت قدم رہتا ہے تمام اولیاء خدا کو یہ امتحانات درپیش آئے اورانہوں نے شدید مشکلات میں بھی مشیت خدا کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔

مرحوم علی کنی اوران کے صبر کا نتیجہ

جنہوں نے مشکلات کے مقابلہ میں صبر سے کام لیا اوراپنے راسخ عزم اورایمان کو ثابت کیا ان میں سے ایک ملاّ علی کنی ہے ۔وہ نجف اشرف میں انتہائی فقر واحتیاج کے عالم میں زندگی بسر کررہے تھے وہ ہر ہفتہ میں ایک رات مسجد سہلہ میں جاتے اور دوسروں کو متوجہ کئے بغیر مسجد کے اردگرد کناروں میں ڈالے گئے روٹی کے ٹکڑوں کو جمع کرتے اور مدرسہ لے جاتے اور ایک ہفتہ اسی پر گزر بسر کرتے وہ مدتوں اسی طرح کرتے رہے اورصبر استقامت کو اپنی عادت بنالیا پھر وہ نجف اشرف سے عازم کربلا ہوئے انہوں نے وہاں بھی انتہائی سختی اور تنگدستی میں زندگی گزاری لیکن کبھی صبر کا دامن نہ چھوڑا ،اور

۱۔بحار الانوار/۱/۲۲۷

استقامت سے کام لیتے رہے پھر وہ اپنی مشکلات سے نجات پانے کے لئے حضرت حر سے متوسل ہوئے یہ رسم تھی کہ تنگدست افراد چہارشنبہ کے چند ہفتے حضرت حر کی زیارت کو جاتے اوران سے متوسل ہوتے۔ جناب حرؒ سے متوسل ہونے سے ان کی مادی مشکلات حل ہوجاتیں مرحوم علی گنی چہار شنبہ کی رات حضرت حر کی زیارت کو جاتے اورایک رات حضرت حرؒ نے خواب میں ان سے فرمایا میرے آقا نے تمہیں تہران کا آقا قرار دیا ہے۔

اگلے روز ایک مومن ملا اوراسے پانی کا مشکیزہ عطا کیا دوسرے شخص نے اس سے وہ مشکیزہ ایک سال کے لئے ۲۵ تومان پر اجارہ پہ لے لیا ۔مرحوم علی ان پیسوں کے ذریعہ تہران پہنچ گئے دوسرے سال وہ مشکیزہ چارسوتومان پر اجارہ دیا آہستہ آہستہ ان کا حکم مانا جانے لگا۔ یہاں تک کے ناصرالدین شاہ ان سے خائف ہونے لگا۔

کہتے ہیں کہ شاہ کے حکم پہ تہران میں ایک خیابان بنائی گئی کہ جس کی وجہ سے ایک چھوٹی سی مسجد کوخراب کیا گیا چونکہ یہ شاہ کا حکم تھا لہٰذا تہران کے علماء اس کی مخالفت نہ کرسکے۔انہوں نے ارادہ کیا کہ اس مسجد کے عوض دوسری جگہ ایک بڑی مسجد بنائی جائے مرحوم کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے شاہ کو ایک خط لکھا جس کی ابتداء میں لکھا تھا۔

"بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ اَلَم تَرَ کَیفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصحَابِ الفِیلِ"

شاہ مسجد کوتوڑنے سے بازرہا اورخیابان کا راستہ تبدیل کردیا ایک دن ناصرالدین شاہ اپنے خدام کے ہمراہ شکار کے قصد سے شہر کے دروازے سے باہر گیا شہر سے نکلنے کے بعد تہران کا نظارہ کیا اور کچھ دیر فکر کرنے کے بعد اپنے ارادہ پر پشیمان ہوا اور واپس شہر چلا گیا اس کے بعض قرابت داروں نے اس کی وجہ پوچھی تو شاہ نے یہ جواب دیا جب شہر سے باہر نکلا تو میری نظر شہر کے دروازوں پر پڑی تھی تو مجھے خیال آیا کہ اگر حاجی علی نے حکم کیا کہ شہر کے دروازوں کو بند کردو اور پھر نہ کھولیں تو میں کیا کروں گا؟ اس خوف ووحشت سے میں نے سوچا بہتر یہی ہے کہ واپس شہر چلا جاؤں مرحوم علی کنی کہ تجملات ایسے تھے کہ جو شہزادوں کے لئے بھی مورد توجہ تھے۔ کہتے ہیں کہ ناصرالدین شاہ کی بیٹی عراق

گئی اور نجف اشرف میں مرحوم شیخ انصاری کی زیارت سے شرفیاب ہوئی اس نے زہد عیسوی اور ورع یحیوی کی علائم شیخ میں پائے ۔ شیخ کے کمرے کے آدھے فرش پر ایک بوریا بچھا ہوا تھا حصیر کا ایک دستر خوان دیار پر آویزان تھا اور ایک چراغ تھا کہ جس سے نصف کمرے میں روشنی تھی جب اس نے کمرے کی یہ حالت دیکھی تو اس سے رہا نہ گیا اور کہا کہ اگر مجتہد وملاّ ایسے ہیں تو پھر ملاّ علی کیا کہتا ہے؟

ابھی اس کی بات مکمل نہ ہوئی تھی کہ مرحوم شیخ انصاریؒ اس حد تک غضبناک ہوئے کہ وہ رونے لگی اور کہا آقا میں توبہ کرتی ہوں مجھے علم نہیں تھا ۔ مجھے معاف فرمائیں ۔ شیخ نے اس کی غلطی سے در گذر فرمایا اور کہا جناب علی کنی کو حق ہے کہ وہ ویسی زندگی گذاریں ۔ کیونکہ وہ تمہارے باپ کے سامنے ویسی ہی زندگی گزارے لیکن میں طلاّب کے درمیان رہتا ہوں لہٰذا میری زندگی بھی طلاّب کی طرح ہونی چاہئے (۱) اگر مرحوم علی مشکلات کے مقابل میں صبر واستقامت کا مظاہرہ نہ کرتے تو انہیں یہ تمام محبوبیت ،قدرت وعظمت کیسے حاصل ہوتی ۔

صبر قوت وقدرت کا باعث

خداوند تعالٰی صبر کو مدد اور استعانت کا وسیلہ قرار دیتا ہے اور قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَاستَعِينُوا بِا الصَّبرِ وَ الصَّلٰوۃِ "(۲) صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگو۔

خداوند متعال نے صبر کو نماز کے ساتھ بلکہ اس پر مقدم فرمایا ہے جو اس بات کا اشارہ ہے کہ صبر کی وجہ سے انسان میں ایجاد ہونے والی قوت بخش آثار سے بخوبی مدد لے سکتے ہیں انسان صبر کی وجہ سے خدا کی غیبی امداد سے بھی بہرہ مند ہوتا ہے یہ غیبی امداد ملائکہ صبر کرنے والوں تک پہنچاتے ہیں قرآن نہ صرف صبر واستقامت کو انسان وظیفہ قرار دیتا ہے بلکہ اس کے علاوہ یہ حکم بھی دیتا ہے کہ

۱۔ زندگانی وشخصیت شیخ انصاری: (حوالہ) ۴۲۷

۲۔ سورہ بقرہ آیت ۴۵

دوسروں کو بھی صبر کا امر کرو۔

خداوند متعال قرآن میں فرماتا ہے:

" یَا اَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اِصبِرُوا وَ صَابِرُوا وَ رَابِطُوا "(۱)

اے ایمان والو صبر کرو صبر کی تعلیم دو۔

انسان صبر واستقامت کے ذریعہ بیشتر قوت وقدرت حاصل کرتا ہے جس سے وہ مشکلات اور سختیوں کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ مشکلات کو تحمل کرنے کے لئے آمادگی اور مخالف قوت کے سامنے مقاومت میں مہم نقش رکھتا ہے۔

خداوند متعال قرآن مجید میں فرماتا ہے:

" اِن یَکُن مِنکُم عِشرُونَ صَابِرُونَ یَغلِبُوا "(۲)

اگر ان میں سے بیس بھی صبر کرنے والے ہوں تو دوسو پر غالب آجائیں۔

کیونکہ صبر انسان کی جسمانی قوت میں اضافہ کرتا ہے اور اسے دشمن کے سامنے مقاوم اور ثابت قدم رکھتا ہے۔

پافشاری واستقامتِ میخ   سزد از عبرتِ بشر گردد

بر سرش هرچه بیشتر کوبی   پافشاریش بیشتر گردد

یعنی استقامت اور ثابت قدمی میخ کی شان ہے جس میں انسانوں کے لئے سبق ہے کیونکہ میخ کے سر پر جتنا زیادہ مارو وہ اتنا ہی زیادہ محکم اور ثابت قدم ہو جاتا ہے۔

۱۔ سورہ آل عمران آیت ۲۰۰

۲۔ سورہ انفال آیت ۶۵

نتیجۂ بحث

عظیم مقاصد تک رسائی حاصل کرنے کی شرائط میں سے ایک اہم شرط صبر واستقامت ہے اپنے نفس کو صبر واستقامت پر تیار کرو تا کہ بڑی سے بڑی مشکل بھی آپ کے لئے آسان ہو جائے ۔صبر واستقامت سے آپ کی قوت ارادہ میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

صبر واستقامت پانی کے ایسے بند کی مانند ہے جو پانی کو ضائع ہونے سے روکتا ہے یہ آپ کی توانائی کو متمرکز کرتا ہے۔

بزرگوں نے بڑے سے بڑے موانع کو بھی صبر واستقامت سے برطرف کیااور اپنی دیرینہ آرزو کو پورا کیااس وقت زندگی کی تمام تلخیاں ،نا کامیاں صبر کی وجہ سے لذائذ میں تبدیل ہوجاتی ہیں آپ بھی صبر واستقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے دیں اور بڑی بڑی مشکلات اور مصائب کے سامنے ثابت قدم رہیں تا کہ آپ بھی کامیاب بزرگان کی طرح اپنے اعلیٰ اور باارزش مقاصد کے حصول میں کامیاب ہوسکیں۔

باغبان گر پنج روزی صحبت گل بایدش

بر جفا ی خارِ هجران ، صبر بلبل بایدش

اگر باغبان پانچ دن پھول کی صحبت میں رہے تو کانٹوں کی جفا سے رونما ہونے والی جدائی میں وہ بلبل کی مانند صبر سے کام لے۔

گیارہوں باب

اخلاص

امیرالمومنینؑ نے فرمایا:

''عِندَ تَحَقُّقِ الاِخلَاصِ تَستَنِیرُ البَصَائِرُ''

جب اخلاص متحقق ہوجائے تو بصیرت نورانی ہوجاتی ہے۔

گیارہوں باب

اخلاص

اہمیت اخلاص

اخلاص، یعنی انسان کے کردار و رفتار کا ریا، تظاہر اور تمام شرک آمیز امور سے پاک ہونا یہ بہت اہم اور با ارزش صفات میں سے ہے کہ خداوند کریم نے اپنے بعض بندوں کو عطا کی جو عالی مراتب رکھتے ہیں۔ خداوند متعال حضرت موسیٰ کے بارے میں فرماتا ہے:

" وَ اذکُر فِی الکِتابِ مُوسیٰ اِنَّه کَانَ مُخلِصاًوَ کَانَ رَسُولاً نَبِیّاً "[۱]

اور اس کتاب میں موسیٰ کا ذکر کیجئے وہ یقیناً برگزیدہ نبی مرسل تھے۔

اور حضرت یوسفؑ کے بارے میں فرمایا:

"اِنَّه مِن عِبَادِنَا المُخلِصِین "[۲]

کیونکہ یوسف ہمارے برگزیدہ مخلص بندوں میں سے تھے۔

امام جوادؑ اخلاص کو امام زمانہؑ کے تین سو تیرہ سپاہیوں کی صفات میں سے ایک قرار دیتے ہیں اور انہیں اس صفت و خصلت سے آراستہ ہونے کا حکم دیتے ہیں۔

۱۔ سورہ مریم آیت ۵۱

۲۔ سورہ یوسف آیت ۲۴

حضرت امام محمد تقیؑ فرماتے ہیں:

" فَاِذا اجتَمَعَت لَه هذه العِدَّةُ مِن اَهلِ الاِخلَاصِ اَظهَر اَمرَه "(۱)

جب اہل اخلاص میں سے یہ گروہ حضرت مھدیؑ کی خدمت میں آئے تو امام زمانؑ اپنے امر کو ظاہر فرمائیں گے۔

کیونکہ وہ بزرگان غیر معمولی توانائی اور غیر عادی قدرت سے بہرہ مند ہیں ، اخلاص ان کی ضروری صفات میں سے ہے تا کہ وہ اپنی روحانی طاقت سے کاملاً امام زمانؑ کی ولایت وحکومت کے تحت استفادہ کریں۔

اخلاص کا نتیجہ

اگر ہمارا کردار و رفتار نفس کی پیروی کی بنیاد پر ہو تو ہماری زندگی تباہ ہو جائے گی۔اور آخرت میں نقصان کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوگا لیکن ہمارے اعمال میں خدا کے لئے اخلاص ہو تو ہماری زندگی پر ثمر ہو جائے گی اور دنیا و آخرت میں بہترین نتیجہ حاصل ہوگا

حضرت امام صادقؑ اپنی گفتار میں فرماتے ہیں:

" اَلاِخلَاصُ یَجمَعُ حَوَاصِلَ الاَعمَال "(۲)

اخلاص اعمال کے نتیجہ کو جمع کرتا ہے۔

جب انسان کے کردار کے ثمرات و نتائج جمع ہوتے ہیں تو اس اجتماع سے ایک عظیم قوت وطاقت تشکیل پاتی ہے جس طرح پانی کا قطرہ قطرہ دریا بن جاتا ہے ۔اخلاص بھی انسان کے رفتار و کردار کے ثمرات کو جمع کرتا ہے اور نفس میں ایک عظیم قوت کو ایجاد کرتا ہے۔

۱۔ بحار الانوار ۵۲/۲۸۳

۲۔ بحار الانوار ۷۰/۲۴۵

صاحب جواہر الکلام کا اخلاص

تاریخ کے صفحات کی ورق گردانی سے اس حقیقت کے بہت سے شواہد ملیں گے نمونہ کے طور پر صاحب جواہر الکلام کا تذکرہ کرتے ہیں۔

مرحوم محدث قمی لکھتے ہیں:

اسلام میں حلال وحرام کے متعلق جواہر الکلام جیسی کتاب نہیں لکھی گئی۔صاحب جواہر الکلام نے پچیس سال کی عمر میں شرح شرائع یعنی جواہر الکلام کو تحریر کرنا شروع کیا۔

وہ فقر و تنگدستی کے باعث ضروری کتب خرید کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تھے لہذا انہوں نے جواہر الکلام لکھنا شروع کی تا کہ یہ نسخہ ان کے سفر میں ہمراہ ہو اور جب لوگ ان سے کوئی مسئلہ دریافت کریں تو وہ ضرورت کے وقت اس کی طرف رجوع کریں۔

انہوں نے وہ کتاب اپنے لئے لکھی تھی نہ کہ دوسروں کے لئے ان میں کسی قسم کا ریا و تظاہر نہیں تھا۔ان کے زمانے میں بیس علماء شرح شرائع لکھنے میں مشغول تھے۔لیکن ان میں سے نہ تو کوئی منتشر ہوئی اور نہ ہی مکمل ہوئی۔

مرحوم صاحب جواہر الکلام کے ایک فرزند تھے کہ جن کا نام شیخ حمید تھا کہ جو ان کے کام اور دیگر امور انجام دیتے اور وہ اپنی کتاب کے تکمیل میں مصروف رہتے۔لیکن شیخ ناگہانی موت سے اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور صاحب جواہر الکلام کو داغ مفارقت دے گئے۔

وہ خود فرماتے تھے کہ اپنے فرزند کی موت کے بعد مجھے دن رات چین وقرار نہیں تھا۔میں ہمیشہ مضطرب و متفکر رہتا۔

ایک رات میں کسی مجلس سے گھر جانے کے لئے نکلا تو میں راستہ میں فکر کے عالم میں جا رہا تھا کہ کسی ہاتف نے میرے پیچھے سے آواز دی:

" لَا تَفکِر ،لَکَ اللّٰہ "

فکر نہ کرو خدا تمہارے ساتھ ہے۔

جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا اس وقت خدا کی حمد کی اور خدا کی طرف متوجہ ہوگیا ۔اس رات کے بعد خدا نے اپنی رحمت کے دروازے مجھ پر کھول دیئے ۔میرے امور منظم ہوگئے اور حالات بھی بہتر ہوگئے ۔اس آواز کو سننے کے بعد اطمینان قلب کے ساتھ صاحب جواہر الکلام کتاب کو لکھنے میں اور اسے تمام کرنے میں مصروف ہوگئے ۔

یہ ان کے مخلصانہ عمل کا نتیجہ تھا سخت ترین حالات میں ان کی مدد کی گئی ایک ندائے غیبی کو سننے کے بعد وہ ایک علمی و پرارزش کتاب جواھرالکلام کو تکمیل کرنے میں کامیاب ہوئے ۔

اگر ہاتف غیبی سے ان کی مدد نہ ہوتو ایک مفصل ترین فقہی کتاب یعنی جواہرالکلام کی تالیف مکمل نہ ہوتی ۔مرحوم صاحب جواہرالکلام ،حضرت علیؑ کے فرمان کے روشن مصداق ہیں ۔

حضرت امیرالمؤمنین فرماتے ہیں:

"طُوبیٰ لِمَن اَخلَصَ لله العِبَادَةُ وَ الدُّعاءَ"(۱)

خوش بخت ہے وہ شخص کہ جو خدا کے لئے عبادت اور دعا کو خالص کرے ۔

وہ اپنے اس اخلاص کے ذریعہ نہ صرف اس دنیا میں سعادتمند ہوئے بلکہ آخرت میں بھی کامیاب وسرفراز ہیں ۔

ہم کیا صاحب اخلاص بن سکتے ہیں؟

فرمودات اہل بیت علیہم السلام میں اخلاص کے لئے مہم وقیمتی آثار ذکر ہوئے ہیں ۔اخلاص

۱۔بحارالانوار ۲۲۹/۷

اس حد تک اہمیت کا حامل ہے شاید کچھ لوگ گمان کریں کہ اخلاص کا حصول، سب کا وظیفہ نہیں ہے بلکہ یہ صرف ممتاز شخصیات اور اولیاء خدا کے لئے ضروری ہے فقط وہ ہی اخلاص کی نعمت سے بہرہمند ہوں ۔لیکن قرآن مجید ایک عمومی دعوت میں فرماتا ہے:

" فَادعُوا اللہ مُخلِصِینَ لَہ الدّینَ وَ لَو کَرِہَ الکافِرُونَ" (۱)

پس دین کو صرف اسی کے لیے خالص کر کے اللہ ہی کو پکارو اگر چہ کفار کو برا لگے۔

اس آیت سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ ہر انسان کے دینی اعمال ریاء سے پاک ہوں اور انہیں اخلاص اور خشوع اور خضوع سے بجا لائے۔ بلکہ اس طرح روایات میں آیا ہے کہ انسان اپنے تمام اعمال اور رفتار و کردار میں تظاہر ریاء اور خودنمائی سے پرہیز کرے۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں:

" اِخلِص حَرَکَاتِکَ مِن الرِّیَاءِ"(۲)

اپنی حرکات کو ریاء سے پاک کرو۔

کیونکہ انسان کی رفتار و کردار اس وقت ارزشمند ہوتی ہے جب اس میں ریاء و تظاہر نہ ہو۔

می فروشد زاھد خود بین به دنیا دین خویش

گشته معلومش که در عقبی متاعش باب نیست

جب متکبر اور خود پسند عبادت گزار کو یہ معلوم ہوا کہ آخرت میں اس کے لئے کوئی متاع نہیں ہے تو اس نے دنیا کے مقابل میں اپنے دین کو فروخت کر دیا۔

پس اخلاص ایک عمومی وظیفہ ہے ہم سب کو اس کے حصول کی کوشش کرنی چاہیئے لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ غفلت کی وجہ سے خدا کو صرف سخت مشکلات میں مخلصانہ یاد کرتے ہیں۔

۱۔سورہ غافر آیت ۱۴

۲۔ بحار الانوار ۱/۷۷ ۲۱۶

قرآن مجید میں ارشاد قدرت ہے:

"هُوَ الَّذِی يُسَيِّرُكُم فِی البَرِّ وَالبَحرِ حَتّىٰ اِذَا كُنتُم فِی الفُلكِ وَ جَرَينَ بِهِم بِرِيحٍ وَ فَرِحُوا بِها جَاءَتهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَ جَاءَهُمُ المَوجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَ ظَنُّوا اَنَّهُم اُحِيطَ بِهِم دَعَوُاللّٰهَ مُخلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِن اَنجَيتَنَا مِن هٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشّاكِرِينَ"(۱)

وہی تو ہے جو تمہیں خشکی اور دریا میں چلاتا ہے چنانچہ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور وہ لوگوں کو لے کر موافق ہوا کی مدد سے چلتی ہیں اور وہ ان سے خوش ہوتے ہیں۔ اتنے میں کشتی کو مخالف تیز ہوا کا تھپیڑا لگتا ہے اور ہر طرف سے موجیں ان کی طرف آنے لگتی ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ (طوفان میں) گھر گئے ہیں تو اس وقت وہ اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کر کے اس سے دعا کرتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس مصیبت سے بچایا تو ہم ضرور بضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے۔

دوسرے مورد میں خداوند تعالی ارشاد فرماتا ہے:

"فَاِذَا رَكِبُوا فِی الفُلكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجّٰهُم اِلَى البَرِّ اِذَا هُم يُشرِكُونَ" (۲)

پھر جب لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو ایمان وعقیدہ کے پورے اخلاس کے ساتھ خدا کو پکارتے ہیں پھر جب وہ نجات دے کر خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو فورا شرک اختیار کر لیتے ہیں۔

زاهد که ترس روز جزا را بهانه ساخت

بیمش ز خلق بود، خدا رابهانه ساخت

جو زاہد روز قیامت کو بہانہ بنا کر زہد اختیار کرے حقیقت میں لوگوں سے ڈرتا تھا مگر اس نے خدا سے ڈرنے کا بہانہ کیا۔

۱۔ سورہ یونس آیت ۲۲

۲۔ سورہ عنکبوت آیت ۶۵

آیات قرآنی سے استفادہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ اخلاص ایک عمومی وظیفہ ہے۔ ہر عبادی برنامہ میں اخلاص ہونا چاہیئے، لیکن بہت سے لوگ خدا کو صرف شدید مشکل میں یاد کرتے ہیں۔

زحمت اخلاص

ایک عجولانہ قضاوت سے اپنے آپ کو مخلص شمار نہ کریں۔ بلکہ یہ اعتراف کریں کہ اخلاص کا مالک بننا بہت مشکل و دشوار ہے۔

حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں:

" تَصفِيَةُ مِنَ العَمَل اَشَدُّ مِن العَمَل وَ تَخلِيصُ النِّيةِ مِن الفَسَادِ اَشَدُّ عَلى العَامِلِينَ مِن طُولِ" (۱)

عمل کو خالص کرنا، جو اصل عمل سے سخت تر ہے اور فساد سے نیت کو خالص کرنا اہل عمل کے لئے جنگ کو طول دینے سے زیادہ سخت ہے۔

دوسری روایت میں ہے امام صادقؑ فرماتے ہیں:

" اَلابقَاءُ عَلى العَمَلِ حتّىٰ يَخلِص اَشَدُّ مِن العَمَلِ "(۲)

عمل کو ادامہ دینا، تا کہ وہ خالص ہو جائے، اصل عمل سے سخت ہے۔

ان روایات پر دقت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء خدا، برجستہ شخصیات اور علماء حقہ نے کاموں میں اخلاص کو اختیار کیا اور اپنے اعمال کو مخلصانہ طور پر انجام دیا، انہوں نے کن سختیوں اور دشواریوں کو برداشت کیا اور مرحلہ اخلاص تک پہنچے۔

۱۔ بحارالانوار ۷۷/۲۹۰

۲۔ بحارالانوار ۷/۲۳۰

حضرت امام رضاؑ فرماتے ہیں:

"یَخلِصُونَ کَمَا یَخلِصُ الذَّہَبُ" (۱)

وہ اس طرح خالص ہو جاتے تھے کہ جیسے سونا خالص ہوتا ہے۔

جس طرح سونا ،سونار کے پاس حرارت کی وجہ سے زیادہ خالص ہوجاتا ہے اسی طرح وہ بزرگان بھی بہت مشکلات اور دشواریوں کو تحمل کرنے کے بعد اخلاص کی منزل تک پہنچے۔

قلب روی اندوده نستانند در بازار حشر

خالصی باید که از آتش برون آید سلیم

انسان کا دل بہت سی سختیوں کو برداشت کرنے کے بعد اس قابل ہوتا ہے کہ بازار حشر میں پیش کیا جائے،جس طرح سونا تپش اور حرارت کے بعد ہی خالص ہوتا ہے اور اس میں چمک پیدا ہوتی ہے۔

اسی بناء پر رسول اکرمؐ کے اس فرمان پر تعجب نہ کریں کہ جب رسول اکرمؐ نے فرمایا:

"مَن اَخلَصَ لِلّٰہ اَربَعِینَ یَو ماً فَجّرَ اللّٰہُ یَنَابِیعَ الحِکمَۃِ مِن قلبِہ عَلیٰ لِسَانہ" (۲)

جو بھی چالیس دن اخلاص سے خدا کے لئے عمل انجام دے خداوندکریم اس کے دل سے،اس کی زبان پر حکمت کے چشمے جاری کرتا ہے۔

کیونکہ جو اپنے وجود و جسم کو شیطان کے وجود سے پاک کرے اور خواہشات نفسانی کو ترک کرے ملائکہ کو اپنے دل میں جگہ دے اور اپنے دل کو خدا کا گھر قرار دے تو اس کی خدمت میں مامور ملائکہ اس کے دل پر حکمتیں نازل کریں گے،اس پر الہام ہوگا۔

۱۔ بحارالانوار:۵۲/۱۱۵

۲۔ بحارالانوار:۷۰/۲۴۹

ان مراحل تک پہنچنے کے بارے میں امام صادقؑ فرماتے ہیں:

"اَلقَلبُ حَرَمُ الله فَلا تُسکِن فِی حَرَمِ الله غَیرَ الله"(۱)

دل خدا کا حرم ہے۔پس خدا کے حرم میں غیر خدا کو جگہ نہ دو۔

جو انسان اخلاص کی منزل کو پا لے وہ تمام گناہوں سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے۔کیونکہ اخلاص اس وقت اپنی انتہا کو پہنچتا ہے کہ جب انسان مکمل طور پر گناہوں،اور آلودگیوں سے پاک ہو جائے۔

حضرت امیر المؤمنینؑ اس حقیقت کی یوں تصریح فرماتے ہیں:

"تَمَامُ الاِخلَاصِ تَجَنُّبُ المَعَاصِی" (۲)

اخلاص کی انتہا،تمام گناہوں سے پرہیز کرنا ہے۔

در راہ او شکستہ دلی می خرند و بس

بازارِ خودفروشی از آن سوی دیگر است

اس کی درگاہ میں صرف شکستہ دلوں کو ہی خریدا جاتا ہے۔خودفروشی کے بازار کہیں اور ملیں گے۔

واجبات کو انجام دینے میں پاک نیت کا ہونا اخلاص کی انتہا نہیں ہے بلکہ محرمات کو ترک کرنا بھی اس کی شرط ہے۔بلکہ جو انسان عالم معنیٰ تک پہنچے اور حقائق کی جستجو میں ہو،وہ اپنی سوچ وفکر کو خالص اور پاک کرے۔

جس طرح رسول اکرمؐ ایک روایت میں فرماتے ہیں:

"فَاتَّقِ الله تَعالیٰ وَ اَخلِص ضَمِیرَکَ" (۳)

خدا سے ڈرو اور اپنے ضمیر خالص و پاکیزہ رکھو۔

کیونکہ اگر انسان اپنے افکار و رفتار کو پاک کرے تو وہ راہ نجات تک پہنچ سکتا ہے۔

۱۔بحار الانوار ۷۷/۲۱۵

۲۔بحار الانوار ۷۷/۲۱۵

۳۔بحار الانوار ۷۸/۲۸۰

حضرت امیر المؤمنینؑ فرماتے ہیں:

"بِالاِخلاصِ یَکُونُ الخَلاصَ" (۱)

اخلاص کے ذریعہ رہائی حاصل ہوتی ہے۔

جس طرح بدن کو دھونے سے وہ ہر قسم کی گندگی و آلودگی سے پاک ہوجاتا ہے، اسی طرح اخلاص سے خواہشات نفسانی اور شیطانی سے رہائی پاسکتے ہیں۔

اس وقت آپ کے دل میں حکمتوں کی کے چشمے اور چھپے ہوئے اسرار و رموز آپ کی زبان پر جاری ہوں گے۔ یہ اس صورت میں ممکن ہے جب آپ اپنے کو خدا کے لئے خالص کریں۔ جیسا کہ اس جملہ میں ہے (مَن اَخلَصَ لِلّٰہ) یعنی جو خدا کے لئے اخلاص اختیار کرے نہ کہ حالات و مقامات کو حاصل کرنے کے لئے۔ مراتب و مقامات تک پہنچنے کے لئے اخلاص اختیار کریں اور آپ کا ہدف مجہولات کو کشف کرنا اور حالات و مقامات ہوں تو جان لیں، کہ آپ اپنے آپ کو بہت بڑے خطرات میں مبتلا کر رہے ہیں۔

۱۔ الکافی ۲/۴۶۸

نتیجۂ بحث

اخلاص اولیاءخدا کی اہم صفات میں سے ہے۔اگر آپ کے تمام اعمال وحرکات خالصتاً خدا کے لئے ہوں تو آپ باعظمت زندگی سے بہرہ مند ہوں گے۔کیونکہ اخلاص انسان کے کردار کے اثرات کوجمع کرتا ہےاوراس کےاجتماع سے بہت بڑےاثرات حاصل ہوتے ہیں۔

اگراخلاص کےحصول کے لئے اپنے کردار ورفتارحتٰی کہ اپنی افکاروحرکات میں بھی سعی وکوشش کریں تو آپ فلاح ونجات کی راہ تک پہنچ سکتے ہیں۔

اخلاص کوادامہ دینے کی صورت میں آپ کے دل میں حکمت کے چشمے جاری ہوں گے اور رحمانی الہامات آپ کےجسم وروح کومنورکریں گے۔آپ اس وقت اولیاءخدا کی مخصوص ہدایت سے بہرہ منداورمستفیدہوں گےاوراس عظیم نعمت کے ذریعہ آب وسرآب کی پہچان کےعلاوہ آپ گمراہی وضلالت اورمشکلات سے با آسانی نکل پائیں گے۔بلکہ آپ اپنے اوپر ہونے والی عنایات کی بدولت دوسروں کی راہنمائی بھی کرسکیں گے۔

ای یك دله صددله ، دل یك دله کن　　مهر دگرانرا زدل خود یله کن

یك صبح ز اخلاص بیا بر در ما　　بر ناید اگر کام تو از ما گله کن

یعنی ایک دل میں سینکڑوں محبوب بسا رکھے ہیں۔اس میں صرف ایک ہی محبوب کی جگہ ہے، دوسروں کی محبت کواپنے دل سے نکال کرایک دن خلوص دل سے میرے در پر آؤاگر میں تمہیں تمہارے ہدف ومقصد تک نہ پہنچادوں تو پھر مجھ سےشکوہ وگلہ کرو۔

بارہوں باب

علم و دانش

حضرت امیرالمؤمنینؑ نے فرمایا:

اَعوَنُ االاَشیَاءِ عَلیٰ تَزکِیَۃِ العَقلِ التَّعلِیمُ

تزکیہ نفس کے لئے تمام دیگر چیزوں کی بنسبت تعلیم زیادہ مددگار ثابت ہوتی ہے۔

بارہوں باب

علم ودانش

علم ارتقاء کا ذریعہ

علم و دانش نہ صرف علمی بلکہ روحانی ومعنوی اعتبار سے بھی انسان کو کمال کے اعلیٰ مراتب تک پہنچاتا ہے۔خداوند تعالی ،قرآن مجید میں علم کو اعلیٰ معنوی مقامات و درجات تک پہنچنے کے لئے ارتقاء کا ذریعہ شمار کرتا ہے اور صاحبانِ علم و دانش کو بلند درجات کے مالک قرار دیتا ہے اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

" يَرفَعُ اللهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنكُم وَالَّذِينَ اُوتُوا العِلمِ دَرَجَات "(۱)

خدا صاحبان ایمان اور جن کو علم دیا گیا ہے،ان کے درجات کو بلند کرنا چاہتا ہے۔

علم انسان کے نفس میں تحول ایجاد کر کے نفسانی حالات کو مضطرب کرتا ہے۔علم و دانش کی وجہ سے نفس میں ایجاد ہونے والا تحول،انسان کو کمال کے درجات تک پہنچاتا ہے۔علم و دانش اور اعلیٰ مراتب پر فائز ہونا،دانشمندوں کو جاہلوں سے ممتاز کرتا ہے۔خداوند متعال اس بارے میں قرآن مجید میں ارشاد کرتا ہے:

" قُل هَل يَستَوِى الَّذِينَ يَعلَمُونَ وَ الَّذِينَ لَا يَعلَمُون" (۲)

۱۔سورہ مجادلہ آیت ۱۱

۲۔سورہ زمر آیت ۹

کہہ دیجئے کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں، ان کے برابر ہو جائیں گے جو نہیں جانتے۔

ز دانش زنده مانی جاودانی   ز نادانی نیابی زندگانی

بود پیدا بر اهل علم اسرار   ولی پوشیده گشت از چشم اغیار

نه بهر خورد و خوابی همچون حیوان   برای حکمت و علمی چو انسان

تم علم و دانش ہی سے زندہ و جاوید رہ سکتے ہو نادانی و جہالت میں تمہیں زندگی نہیں ملے گی، اہلِ علم پر وہ اسرار بھی کھل جاتے ہیں کہ جو جہلا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ حیوان کی طرح کھانے پینے اور سونے میں مصروف نہ رہو بلکہ انسان کی طرح علم و حکمت کے حصول کی کوشش کرو کیونکہ علم ہی انسان کو حیوان سے ممتاز کرتا ہے۔

ہم جو کام انجام دیتے ہیں، ہمارے نفس پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ اسی طرح علم و دانش ہمارے نفس میں تحول ایجاد کرتا ہے اور نفس پر مرتب ہونے والے اثرات کی وجہ سے یہ اعلیٰ درجات تک پہنچتا ہے۔

دین کی نظر میں علم و دانش کا حصول انتہائی اہم ہے۔ جس کی وجہ اہمیت ہمارے اذہان سے بالاتر ہے، البتہ کچھ شرائط کو ضرور مدنظر رکھیں کہ جنہیں خاندانِ عصمت و طہارتؑ نے اپنے ارشادات میں بیان فرمایا ہے۔ علم نہ صرف انسان کی معلومات میں اضافہ کرتا ہے، بلکہ یہ عبادات کی نوع بھی ہے۔ حضرت امام باقرؑ فرماتے ہیں:

"تَذَكُّرُ العِلمَ سَاعَةً خَير مِن قِيَامِ لَيلَةٍ" (۱)

علمی گفتگو میں گزارنے والا ایک گھنٹا ایک رات کی عبادت سے بہتر ہے۔

یہ بدیہی ہے کہ ایک گھنٹہ علمی گفتگو میں گزارنا، اس صورت میں ایک رات عبادت میں گزارنے سے بہتر ہے کہ تعلیم و تعلم سے تقرب الٰہی کے علاوہ کوئی قصد نہ ہو۔ اگر طالبعلم کا مقصد عوام کالانعام

۱۔ بحار الانوار ۱/۴/۲۰۴

پر حکمرانی ہوتو یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہوگا۔

"اُولٰئِکَ کَالاَنعَامِ بَل ھُم اَضَلُّ "(۱)

وہ چوپایوں جیسے ہیں۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

علم کی فضیلت کے بارے میں رسول اکرمؐ کا فرمان ہے:

" قَلِیلُ مِن العِلمِ خَیرُ مِن کَثِیرِ العِبَادَۃِ "(۲)

کچھ علم حاصل کرنا، بہت زیادہ عبادت کرنے سے افضل ہے۔

تحصیل علم میں ارادہ کی اہمیت

علم کے ذریعہ روحانی ومعنوی قوت کو حاصل کرنے کے لئے تحصیل علم میں ارادہ بہت اہم ہے تا کہ آپ کا نفس علمی واعتقادی مسائل کو قبول کرنے کیلئے تیار رہے۔ کیونکہ جن طالبعلموں کا کوئی ارادہ وہدف نہ ہو، ان کا مستقبل درخشاں نہیں ہوتا۔ وہ اپنے وقت اور فرصت کے لمحات سے استفادہ نہیں کرتے۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جو طالبعلم علمی ومعنوی مقامات کے حصول کے لئے بے ہدف وبے ارادہ ہوں، تاریک مستقبل، ان کا منتظر ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے خداوند عالم کی حضرت داؤدؑ پر کی گئی وحی میں آیا ہے:

" اَلمُتَعَلِّمُ یَحتَاجُ اِلیٰ رَغبَۃٍ وَ اِرَادۃٍ." (۳)

متعلم کو شوق وارادہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس بناء پر علم دانش حاصل کرنے کیلئے شوق کے ساتھ اگر ارادہ نہ ہوتو یہ علم حاصل کرنے اور سیکھنے

۱۔سورہ اعراف آیت ۱۷۹

۲۔بحارالانوار/۱/۱۸۵

۳۔بحارالانوار/۲/۳۲

کے لئے مؤثر نہیں ہوگا۔

پس اگر آپ حصول علم کی طرف مائل ہوں اور آپ کو علم حاصل کرنے کا شوق اور آرزو ہو تو اپنی منزل ومقصد کی طرف پختہ ارادہ کے ساتھ گامزن ہوں۔

حصول علم کے لئے گناہوں کو ترک کرنا

علم کی حصول کی راہ میں قابل توجہ اور مہم مسائل میں سے ایک گناہوں کو ترک ہے۔جس طرح گناہوں کا ارتکاب،ہم سے بہت سی عبادات کی توفیق کو سلب کرتا ہے،اسی طرح یہ حصول علم کے لئے بھی مانع ہے۔بہت سے لوگ گناہوں کو انجام دینے کی وجہ سے نہ تو نور علم سے منور ہیں اور نہ ہی وہ عقائد اور معارف اہل بیت عصمت وطہارتؑ سے زیادہ آگاہ ہیں۔

کیونکہ خداوند عالم کبھی اپنے بندوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے علم کی نعمت سے محروم کردیتا ہے۔

حضرت امیرالمؤمنینؑ فرماتے ہیں:

"اِذَا اَرذَلَ اللہ عَبداً حَظَرَ عَلَیہ العِلمُ"(۱)

جب پروردگار کسی بندے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اسے علم ودانش سے محروم کردیتا ہے۔

اس فرمان کے رو سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے موارد میں خاندانِ عصمت وطہارتؑ کے معارف سے بے بہرہ اور علم ودانش سے محروم ہونے کی وجہ انسان کی پستی ہے کہ جو اس کے گناہوں کا نتیجہ ہے۔

اسی بناء پر تشنگی علم رکھنے والے ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ علوم ومعارف کے حصول اور اس میں

۱۔نہج البلاغہ،کلمات قصار،۲۸۰

پیشرفت کے لئے اپنے کو گناہوں سے محفوظ رکھے اور اپنے کو اطاعت خدا اور زیور عبادت سے آراستہ کرے۔

کون سا علم روحانی تکامل کا باعث ہے؟

تحصیل علم کی شرائط کے بارے میں گذشتہ مطالب سے روشن ہوتا ہے کہ روایات کی رو سے حصول علم با ارزش اور اہم آثار علوم کی تمام انواع کو شامل نہیں کرتے۔ اگر چہ بعض افراد لفظ علم سے عمومی معنی کو مراد لیتے ہیں یعنی وہ علم کہ آج کی دنیا میں جس کا حصول رائج ہو۔ لیکن روایات کی نظر میں علمی مسائل سے آگاہ بہت سے افراد کو صاحبان فضل (نہ کہ علم) شمار کیا گیا ہے۔ لہذا مکتب عصمت و طہارتؑ کی نظر میں ہر قسم کے مطالب کو علم کے عنوان سے سیکھنا واجب نہیں ہے۔

ایک مشہور روایت میں پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے کہا:

" طَلَبُ العِلمِ فَرِيضَةٌ عَلىٰ كُلِّ مُسلِمٍ وَ مُسلِمَةٍ "

علم کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے۔

اس روایت کی تفسیر میں امام صادقؑ فرماتے ہیں:

" اَیُّ عِلمُ التَّقویٰ وَالیَقِین" (۱)

یعنی پیغمبرؐ کے نزدیک جس علم کو حاصل کرنا ہو مرد اور عورت پر واجب ہے وہ ایسا علم ہے کہ جس سے انسان کے تقویٰ و یقین میں اضافہ ہو۔

اس بناء پر علم و دانش کی مدح میں وارد ہونے والی روایت کا مقصود ایسے علوم ہیں کہ جو انسان کو تکامل تک پہنچائیں نہ کہ ہر قسم کا علم بعض ایسے علوم بھی ہیں کہ جو ظاہراً علم کی صورت میں جلوہ گر ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ خیالی مسائل سے زیادہ نہیں ہیں۔

۱۔ بحارالانوار ۲/۳۲

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

اِنَّ مِن البَیَانِ سِحراً وَ مِن العِلمِ جَهلاً وَ مِن القَولِ عَیّاً

بعض خطبات وبیانات سحر،بعض علوم جہل اور بعض اقوال میں درماندگی ہوتی ہے۔

کچھ لوگ خطاب کرنے سے عاجز ہوتے ہیں اور بعض خطاب کرنے میں اس حد تک مہارت رکھتے ہیں کہ اگر چہ ان کی باتیں باطل ہی کیوں نہ ہوں،لیکن اندازِ خطابت سے لوگوں پر سحر طاری ہوجاتا ہے۔

اگر ایسے افراد دنیا کی علمی محافل میں بعض خرافات علمی تھیوری کے نام پر پھیلائیں تو کیا انہیں حاصل کرنا واجب ہے؟

بطلمیوس نے ہیئت کے بارے میں ایک غلط عقیدہ پھیلا کر دنیا کے تین ہزار سال تک کے دانشمندوں حتیٰ کہ ابوعلی سینا جیسے شخص کو اشتباہ میں ڈال دیا اور انہیں اپنا ہم عقیدہ اور ہم رائے بنالیا۔یہاں تک کہ بطلمیوس کے باطل مفروضہ پر علمی پیشرفت ہونے لگی۔

ایک زمانے میں ڈارون نے تنازع بقاء کے مسئلہ کو مطرح کیا۔اور اس نے اس خرافی فرضیہ کو اس طرح سے علمی رنگ دیا کہ کچھ دانشمندوں نے اس نظریہ کو قبول کیا۔کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ ان کا یہ غلط مفروضہ فریب سے قائم کیا گیا تا کہ بعض دوسرے لوگوں کو دھوکہ دے سکے۔لیکن ان دانشمندوں کی خیانت سے پردہ اٹھ گیا،اور ان کا فریب آشکار ہوگیا۔اب ہم یہاں چند سطور کے ذکر کرنے سے ان کے فریب سے پردہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

گذشتہ صدی کے اوائل میں ماہرین کو کھوپڑی اور نچلے جبڑے کے کچھ نمونے ملے۔ان ماہرین میں انگلینڈ کے مشہور ماہر آثار قدیمہ ''چالز ڈیوس'' بھی شامل تھے۔ان نمونوں سے ایسا لگتا تھا کہ یہ ڈارون کے نظریہ کے مطابق بندر اور انسان کے درمیان مفقود حلقہ سے متعلق ہے۔نومبر ۱۹۱۲ کو منچسٹر گارڈن میں اس کی خبر شائع ہوئی۔یہ نمونے ''ساسکن'' میں واقع ''پیلٹ ڈاون کمن'' کے مقام پر

ایک نشیبی علاقے میں دریافت ہوئے اور اسے پیلٹ ڈاون کا نام دیا گیا۔بعض ماہرین کا شک تھا کہ کھوپڑی اور جبڑے کے ٹکڑے ایک ہی چیز کے ہیں۔جب ۱۹۱۷ء میں یہ اعلان ہوا کہ دو سال پہلے بھی ایسا ہی ایک نمونہ دریافت ہوا ہے تو اکثر شکاک خاموش ہوگئے۔

۱۹۵۳ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ''وائنز'' نے اس قضیہ کے بارے میں تحقیق شروع کی تو وہ اس وقت شک میں مبتلا ہو گیا کہ جب اس کو یہ پتہ چلا کہ ابھی تک یہ معلوم نہیں ہے کہ پیلٹ ڈاون کا دوسرا نمونہ کس مقام سے دریافت ہوا تھا۔اس نے آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ''سر ویلمو ڈ ڈیگراس کلار'' اور برطانیہ کے عجائب گھر میں آثار قدیمہ کے ماہر ''کنٹ آکلی'' سے مدد کا تقاضا کیا۔کچھ مدت کے بعد ان کی کوششوں کے نتائج انگلینڈ کے میوزیم کی گزارشات میں شائع ہوئے۔اب اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ انہوں نے جبڑے کے دانتوں کی اصلاح تھی، تا کہ یہ انسان کی شبیہ لگے۔

مختلف تجربات سے پتہ چلا کہ کھوپڑی اور جبڑے کے نمونے بھی مختلف ہیں۔اس سے ثابت ہوا کہ پیلٹ ڈاون کا دوسرا نمونہ خودساختہ اور مصنوعی تھا۔وہاں سے ملنے والی حیوانات کی ہڈیوں کو جمع کر کے پیلٹ ڈاون کی شکل دی گئی۔لیکن ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ کس کی سازش تھی؟

پس معلوم ہوا کہ علم میں بھی دوسری چیزوں کی طرح تقلّب ممکن ہے۔نیز یہ بھی مشخص نہیں کہ عمل میں کس حد تک تقلّب انجام پاتا ہے۔

ایسی سازشوں اور تقلّبات سے بچنے کا واحد راستہ خاندانِ عصمت وطہارت علیہم السلام کی تعلیمات ہیں۔ہم خاندانِ وحی وعصمت وطہارت علیہم السلام کی تعلیمات پرعمل پیرا ہو کر اپنی روح کو تکامل حاصل سکتے ہیں۔

حضرت امیرالمومنین علیؑ ،پیغمبر اکرمؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا:

" وَلکِنِّیَ اَخَافُ عَلَیکُم کُلُّ مُنَافِقِ الجَنَانِ عَالِمِ اللّسانِ یَقُولُ مَا تَعرِفُونَ وَیَفعَلُ مَا تَنکِرُونَ" (۱)

لیکن سارا خطرہ ان لوگوں سے ہے جو زبان کے عالم ہوں اور دل کے منافق ،کہتے وہی ہیں جو تم سب پہچانتے ہو اور کرتے وہی ہیں جسے تم برا سمجھتے ہو۔

بعض دانشمند یہ سوچتے ہیں کہ وہ معاشرے کی خدمت کے لئے جستجو کر رہے ہیں ،لیکن درحقیقت وہ نادانی کی وجہ سے استعمار کے ہاتھوں استعمال ہو رہے ہوتے ہیں ۔استعماری طاقتیں ان کے علم ودانش کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتی ہیں ۔''آئن سٹائن'' بھی ایسے افراد میں سے ایک ہے ۔

اس کا روحانی افسوس وافسردگی اور اس کے ساتھ کام کرنے والے''رابرٹ'' کی پشیمانی اس حقیقت و واقعیت کی گواہ ہے ۔ان دونوں کو روحانی افسوس و پشیمانی اس وقت ہوئی کہ جب انہیں معلوم ہوا کہ ایٹم کی عظیم قوت کو انسانیت کی فلاح وفائدہ میں استعمال کرنے کی بجائے بعض ممالک کی سیاسی شخصیات اسے بعض اقوام وملل اور انسانوں کو نابود کرنے کے لئے استعمال کر رہے ہیں ۔

یونیسکو کے توسط سے منعقد کی جانے والی آئن سٹائن کی دسویں برسی سے خطاب کرتے ہوئے ''آئن سٹائن'' کے قریبی دوست نے کہا:

''آئن سٹائن'' نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں تسلیحاتی مسابقات اور جنگوں سے مایوس ہو کر کہا تھا کہ اگر میں زندگی کو دوبارہ سے شروع کر سکتا تو میں ایک الیکٹریشن بننے کو ترجیح دیتا۔

آئن سٹائن اس تمام علمی شہرت کے باوجود اپنی زندگی کی آخری ایام میں اپنے ماضی پر پشیمان تھا ۔جب اس نے اپنے علم و دانش کو استعماری اور دنیا کو برباد کرنے والی طاقتوں کے ہاتھوں استعمال ہوتے دیکھا، نہ کہ لوگوں کی خدمت میں تو اسے پشیمانی ہوئی ۔

۱۔نہج البلاغہ مکتوب ۲۷

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا استعمار اور دنیا کی ظالم اور ستمگر قوتوں کی خدمت میں استعمال ہونے والا علم روح کی بلندی اور معنوی درجات کے عروج کا سبب بن سکتا ہے؟

جو دانشمند نادانی کے باعث غیروں کی خدمت اور اپنوں سے خیانت کرے کس طرح ممکن ہے کہ وہ اہلبیتؑ کی مدح وستایش کا مستحق ہو۔

ہماری روایات میں ایسا عالم مدح وستائش کا مستحق ہے کہ جو صرف گفتار کی حد تک نہیں بلکہ مقامِ عمل میں بھی دین کا خدمتگذار رہو۔

اسی وجہ سے امام صادقؑ فرماتے ہیں:

"یَعنِی بالعُلماءِ مَن صَدَّقَ قَولَه فِعلُه وَمَن لَم یُصَدّق قولَه فِعلُه فَلَیسَ بِعَالِمٍ" (۱)

عالم سے مراد وہ شخص ہے کہ جس کا کردار اس کی گفتار کی تصدیق کرے اور جس کا کردار، اس کی گفتار کی تصدیق نہ کرے وہ عالم نہیں ہے۔

علم کی ترویج معنوی کمالات کا ذریعہ

جو علم قلب کو حیات بخشتا ہے، اس کی فضیلت فقط اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ عالم کے نفس میں تحولات ایجاد کرتا ہے۔ بلکہ یہ دوسروں کو سکھائے تو یہ معاشرے میں تحولات ایجاد کرنے کے لحاظ سے بھی فضیلت رکھتا ہے۔ کیونکہ علم کا لازمہ، اس کی نشر واشاعت اور دوسروں کو سکھانا ہے۔

تعلیم حاصل کرنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسرے افراد کو بھی تعلیم دیں۔ اس طرح سے اگر چہ علم کم ہو لیکن ایک دوسرے کو تعلیم دینے سے یہ ہزاروں افراد میں فروغ پائے گا۔ اب ہم جو واقعہ بیان کرنے جارہے ہیں اس سے آپ علم کی نشر واشاعت کی فضیلت کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

۱۔ بحارالانوار ج ۲، ص ۳۶

مرحوم مجلسی اولؒ بزرگ شیعہ علماء میں سے ہیں ۔وہ اپنی پوری زندگی ریاضت،مجاہدہ،تہذیب اخلاق اورلوگوں کی خدمت میں مشغول رہے ۔وہ اپنی ایک تحریر میں بیان کرتے ہیں:

میں زیارت کے لئے گیا،جب نجف اشرف پہنچا تو سردیوں کا موسم شروع ہو چکا تھا،میں نے ارادہ کیا کہ سردیاں نجف اشرف میں گزاروں رات کو عالم خواب میں حضرت امیرالمومنینؑ کی زیارت نصیب ہوئی،انہوں نے مجھ پر بہت لطف وکرم کیااور فرمایا:اب تم نجف میں نہ رہو بلکہ واپس اپنے شہر (اصفہان) چلے جاؤ کیونکہ وہاں تمہاری زیادہ ضرورت ہےاوروہاں کے لئےتم زیادہ مفید ہو۔چونکہ مجھے نجف اشرف رہنے کازیادہ اشتیاق تھامیں نے بہت اصرار کیا کہ کسی طرح مولا مجھے وہاں رہنے کی اجازت دے دیں لیکن حضرت امیرالمومنینؑ نہ مانےاورفرمایا:اس سال شاہ عباس وفات پا جائیگااور شاہ صفی اس کا جانشین بنے گا،ایران میں سخت فتنہ برپا ہوگا،خدا چاہتا ہے کہ تم اس فتنہ کے دوران لوگوں کی ہدایت کرو(۱)۔

مہم نکتہ یہ ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ نےفرمایا کہ تم خود تنہا خدا کی طرف آنا چاہتے ہو،لیکن خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہدایت سے ستر ہزار افراد خدا کی طرف آئیں،پس تم واپس چلے جاؤ۔اس خواب کی وجہ سے میں واپس اصفہان چلا گیا۔میں نے اپنے ایک نزدیکی دوست سے یہ خواب بیان کیا،اس نے یہ خواب شاہ صفی کو بتایا کہ جوان دنوں مدرسہ صفویہ میں تھا۔چند دن گذرنے کے بعد شاہ عباس مازندران کےسفر کےدوران چل بسااورشاہ صفی اس کا جانشین بن گیا۔

اس خواب کی وجہ سے مرحوم علاّمہ مجلسی اول اصفہان چلے آئے اورلوگوں کوعلوم ومعارف اہلبیتؑ کےتابناک انوار سے آشنا کروایا۔

جی ہاں ۔۔غیبت کے دوران دانشمندوں اور خاندان عصمت وطہارتؑ کے عقائد ومعارف

۱۔ فوائدالرضویہ مرحوم محدث قمی ۴۴۰

سے آگاہ افراد پر لازم ہے کہ ایک مہربان وشفیق باپ کی طرح دوسروں کی مدد کریں اوران کی رہنمائی کی کوشش کریں۔

اس حقیقت سے آگاہ امام حسن عسکریؑ کی ایک روایت ہے کہ جوانہوں نے پیغمبرؐ سے نقل فرمائی ہے:

" اَشَدُّ مِن یُتمِ الیَتِیمِ الَّذی اِنقَطَعَ عَن اَبِیهِ،یُتمُ یَتِیمِ اِنقَطَعَ عَن اِمَامِه، وَلَایَقدِرُالوُصُولُ اِلَیه وَلَا یَدرِی کَیفَ حُکمُه فِیمَایَبتَلِی بِه مِن شَرَایِعِ دِینِه اَلَا فَمَن کَانَ مِن شِیعَتِنَا عَالِما بِعُلومِنَاوَهَذا الجَاهِلُ بِشَرِیعَتِنَا،اَلمُنقَطِعُ عَن مُشَاهِدَتِنَا،یَتِیمٌ فِی حِجرِه۔ اَلَا فَمَن هَدَاهُ وَاَرشَدَهُ وَ عَلَّمَهُ شَرِیعَتَنَا کَانَ مَعَنَا فِی الرَّفِیقِ الاَعلیٰ " (۱)

اپنے باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے والے یتیم سے بڑھ کر بے سرپرست وہ یتیم ہے کہ جواپنے امام سے دور ہواور امام تک پہنچنے کی قدرت نہ رکھتا ہو وہ نہیں جانتا کہ اسے درپیش آنے والے شرعی احکامات میں اس کا کیا وظیفہ ہے؟

آگاہ ہوجاؤ کہ ہمارے شیعوں میں سے جو ہمارے علوم سے آشنا ہیں،ان میں سے جو بھی ایسے شخص کی ہدایت کرے اوراسے شریعت کے احکام بتائے کہ جو ہماری شریعت سے جاہل ،ہمارے دیدار سے محروم اور ہمارے حجر میں یتیم ہوتو وہ بہشت میں بلند مقام پر ہمارے ساتھ ہوگا۔

اس روایت میں پیغمبر اکرمؐ علوم کی ترویج اور نا بلدو نا آشنا افراد کی ہدایت کرنے کو تکامل معنوی کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

جو لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی کرے گا وہ بہشت برین میں ہمارے ساتھ ہوگا۔اسی وجہ سے بہت سے علماء نے علم و دانش کو کسب کرنے کی بہت کوششیں کی،ان میں سے بعض تو اس طرح علمی صلاحیت ومسائل میں کھو جاتے کہ وہ کھانے پینے اور سونے کو ہی بھول جاتے۔

۱۔بحارالانوار:۲/۲

مرحوم حاج کریم فرّاش کہ جو حضرت امام حسینؑ کے حرم کے خدام میں سے تھے وہ کہتے ہیں: میں حرم مطہر میں خدمتگذاری میں مصروف تھا خدّام نے زوّاروں کو حرم کے دروازے بند ہونے کی اطلاع دی، میں نے دیکھا کہ وحید بہبہانی اور آقا شیخ یوسف بحرانی ایک ساتھ حرم سے باہر آئے اور برآمدے میں آکر علمی مسائل پر بحث کرنے لگے، پھر خدام نے زائرین کو برآمدے کے دروازے بند ہونے کی اطلاع دی تو ان دونوں بزرگواروں نے صحن میں آکر بحث کو جاری رکھا، یہاں تک کے صحن کے دروازے بند ہونے کے بارے میں بھی زائرین کو مطلع کیا گیا۔

وہ دونوں بزرگوار صحن سے نکل کر دروازے کے پیچھے اپنی علمی گفتگو میں مصروف رہے، میں حرم کے صحن میں تھا سحری کے وقت حرم کے دروازے کھولنے گیا، جب میں نے حرم کے دروازے کھولے تو دیکھا کہ وہ دونوں بزرگوار ابھی تک کھڑے ہیں اور علمی بحث کر رہے ہیں۔

جب میں نے دیکھا تو ان کے قریب کھڑا ہو گیا اور ان کی بحث سننے لگا، لیکن انہوں نے اپنے مباحثہ کو جاری رکھا، یہاں تک کہ مؤذن نے صبح کی اذان دی تو اس وقت آقا شیخ یوسف بحرانی حرم مطہر کی طرف چلے گئے کیونکہ وہ حرم مطہر میں امام جماعت تھے، پھر ان کی بحث تمام ہوئی۔(۱)

پوری شیعہ تاریخ میں علماء حقہ نے جن زحمات و تکالیف کو برداشت کیا، ان کی زحمات لوگوں کو بتائیں اور ان کے احترام کی کوشش کریں، ان کی بدگوئی اور استخفاف سے گریز کریں۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں:

" من اَفسَدَ بِالعُلَماءِ اَفسَدَ دِینَہ" (۲)

علماء کی اہانت کرنے والا اپنے دین کو فاسد کرتا ہے۔

۱۔فوائد الرضویہ مرحوم محدث قمی ۴۰۶

۲۔بحار الانوار:۲۳۳/۷۸

یہ فرامین ان علماء کے بارے میں صادر ہوئے ہیں کہ جنہوں نے دین خدا کی خدمت میں اپنی زندگی بسر کی۔ایسے علماء کی اہانت ،دین اور خدا کے دستورات کی اہانت ہے۔کیونکہ ایسے علماءعلم ودانش کو کسب کرنے کی جستجو وکوشش اوراسے معاشرے میں فروغ دینے کی وجہ سے خدا کی بارگاہ اوراہلبیت عصمت وطہارتؑ کے مقربین میں سے ہیں۔

اس بناء پر جوان کی اہانت کرے،حقیقت میں وہ دین کی اہانت کرتا ہے،اور جو خدا کے دستورات کی اہانت کرے وہ اپنے دین کو تباہ کرتا ہے۔

نتیجۂ بحث

علم و دانش کے حصول کیلئے شوق اور ارادہ بہت اہم کردار کے حامل ہیں ۔لہٰذا اپنے اندر ان دونوں صفات کو ایجاد کریں اور انہیں تقویت دیں ۔اس علم کو حاصل کرنے کی کوشش کہ جس کا سر چشمہ مکتب وحی ہو،اور اپنے وجود کو ان کے تابناک انوار سے منوّر کریں ۔

ان علوم کو حاصل کرنے سے آپ کے نفس میں عظیم تحولات جنم لیں گے ۔کیونکہ علم و دانش شعور پر اثر انداز ہوتے ہیں اور آپ کے افکار کو بلند مقام پر پہنچاتے ہیں ۔

ان روحانی تحولات کا نتیجہ جاویدانی حیات اور اغیار سے پوشیدہ اسرار تک رسائی ہے ۔اس صورت میں آپ کو بلند درجات کا وسیلہ فراہم ہو جائے گا ۔

آپ ان عالی اور علمی مقامات کو کسب کرنے سے معاشرے اور امت کی ہدایت اور راہنمائی کریں اور انہیں ضلالت اور گمراہی نجات دے کر مکتب اہل بیتؑ سے آشنا کروائیں ۔

چو علمت هست خدمت کن که زشت آید بر دانا

گرفته چینیان احرام و مکی خفته در بطحا

تمہارے پاس علم ہے تو خدمت کرو کیونکہ عالم کے لئے زشت ہے کہ وہ دوسروں کو اپنے علم سے مستفید نہ کرے ہماری غفلت کا یہ حال ہے کہ اہلِ چین نے احرام بھی باندھ لیا اور ہم مدینہ میں بیٹھے سو رہے ہیں ۔

تیرہواں باب

توفیق

حضرت امیر المومنین علیؑ نے فرمایا:

"لَا یَنفَعُ اِجتِهادٌ بِغَیرِ تَوفِیق"

توفیق کے بغیر کوشش کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

تیرہواں باب

توفیق

انسان کی ترقی میں توفیق کا کردار

نیک کام انجام دینے کے لئے انسان کو خداوند متعال کی جانب سے توفیق اور عنایت کی ضرورت ہوتی ہے، جب تک توفیق الٰہی شامل حال نہ ہو تب تک وہ کسی بھی خدا پسندانہ کام کو انجام دینے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اپنے اہداف تک پہنچنے اور اپنے امور زندگی میں کامیابی کے لئے خداوند عالم سے دعا کرنا ضروری ہے کہ اے پروردگار ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم اہم اور عالی اہداف و مقاصد تک پہنچ سکیں اور ان کا حصول ہمارے لئے آسان فرما۔

حضرت جواد الائمہ امام محمد تقیؑ فرماتے ہیں:

"اَلمُؤمِنُ یَحتاجُ اِلی تَوفیقٍ مِن اللّٰہ وَ وَاعِظٍ مِن نفسہ وَ قَبُول مِمَّن یَنصَحہ"(۱)

مومن تین چیزوں کا محتاج ہے:

۱۔ خدا کی طرف سے حاصل ہونے والی توفیق۔

۲۔ اپنے نفس کے ذریعہ خود کو وعظ کرنے والا ہو۔

۳۔ جو اسے نصیحت کرے اس کی نصیحت قبول کرے۔

۱۔ تحف العقول مرحوم حرانی ص ۴۵۷

اس فرمان کی رو سے توفیق الٰہی ہر مومن شخص کی ضرورتوں میں سے ہے تا کہ اس کی مدد سے وہ اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنائے، زیارت سے مشرف ہوتے وقت جس دعا کو پڑھنا مستحب ہے، اس دعا میں کہتے ہیں:

"اَللّٰھُمَّ صِل۔۔۔نِیَّتی بِالتَّوفِیق" (۱)

پروردگارا میرے ارادہ کو توفیق کے ساتھ متصل فرما۔

کیونکہ جس خدا پسندانہ اور نیک کام کی نیت وارادہ میں توفیق الٰہی شامل نہ ہو، وہ کام کبھی بھی موثر نہیں ہوتا۔

لہٰذا انسان کی نیت وارادہ توفیق الٰہی کے ہمراہ ہونی چاہئے تا کہ کام پایہ تکمیل تک پہنچ سکے۔ لیکن اگر نیت کے ساتھ توفیق الٰہی شامل نہ ہو تو اس کام کا کوئی عملی اثر نہیں ہوگا، اگر چہ انسان وعدہ دیئے گئے ثواب سے بہرہ مند ہو جائے گا۔

اس بناء پر خدا کی توفیق ہر مؤمن کی ایک اہم ترین ضرورت ہے۔ کیونکہ کسی نیک کام کو انجام دینے کی قدرت اور نیت، اس کام کے وقوع پذیر ہونے کی علت تامہ نہیں ہے۔

کارِ خیر کو انجام دینے کے لئے نیت اور توانائی کے علاوہ توفیق الٰہی کی بھی ضرورت ہوتی ہے، اگر خدا کی توفیق آپ کے شامل حال نہ ہو تو نیک کام انجام دینے کا امکان ہی نہیں ہے۔

خداوند متعال قرآن میں حضرت شعیبؑ کے قول کو یوں بیان فرماتا ہے، جو انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا تھا:

" اِن اُرِیدُ اِلَّا الاِصلَاحَ مَا اَستَطَعتُ وَ مَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللّٰہ " (۲)

میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں، جہاں تک میرے امکان میں ہو میری توفیق صرف اللہ سے وابستہ ہے۔

۱۔ بحار الانوار: ۱۰۲/۱۶۲

۲۔ سورہ ہود آیت ۸۸

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نیک کام کوانجام دینے کے لئے فقط استطاعت اورقدرت کافی نہیں ہے بلکہ خدا کی توفیق بھی مورد نیاز ہے۔

پروردگار کی توفیق اور لطف انسان کی قوت اورقدرت کی تکمیل کرتی ہے ورنہ صرف انسان کی توانائی مشکلات کوحل کرنے سے قاصر ہے۔

اس بیان کی رو سے نہ صرف عام افراد بلکہ اولیاءِ خدااوربزرگانِ دین بھی اسی صورت میں نیک کاموں کوانجام دینے میں کامیاب ہوسکتے ہیں کہ جب خدا کی جانب سےتوفیق شاملِ حال ہو۔

اس نکتہ کی جانب توجہ نہ صرف لازم اورضروری ہے، بلکہ اس کے بہت اہم اثرات بھی ہیں۔

اس نکتہ پر اعتقاداورتوجہ کہ تمام افراد کے لئے خداپسندانہ امورکوانجام دینے میں توفیق الٰہی کا حاصل ہونا نہ صرف لازم اورضروری ہے بلکہ اس کے بہت مہم اثرات بھی ہیں اوروہ یہ کہ اس سے انسان میں غروراورتکبر پیدانہیں ہوتا۔اولیاءِخدااوربزرگان دین اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ ان کے تمام نیک کاموں میں خدا کی توفیق شامل ہے،لہٰذاان میں غروراورتکبر پیدانہیں ہوتا۔

وہ اس دنیامیں خودکوکچھ بھی نہیں سمجھتے،اس اعتقاد سے ان کے اخلاص میں اضافہ ہوتا ہے۔جو انہیں خودپسندی اورانانیّت سے باز رکھتا ہے۔

صبر بردرد،نه از همت مردانه ماست

درد از او، صبر از او، همت مردانه از اوست

دگری را به جز او،راه به ویرانه دل

نتوان داد، که این گوشه ویرانه از اوست

شمع و پروانه از او سوختن آموخته اند

شعله شمع از او ،سوزش پروانه از اوست

مصیبتوں پہ صبر ہماری مردانگی کی علامت نہیں ہے ،صبر درداورہمتِ مردانہ اسی کی عطا ہےلہذا

اپنے دل میں اس کے علاوہ کسی اور کو نہ بٹھاؤ کیونکہ یہ دل اسی کا گھر ہے، شمع اور پروانے نے جلنا اسی سے سیکھا شمع کا شعلہ اور پروانے کا جلنا بھی اسی سے ہی ہے۔

سعادت کے چار بنیادی ارکان

نیت، قدرت، توفیق، منزل تک پہنچنا۔

توفیق کے مطابق عمل کرنے والا انسان سعادتمند ہوتا ہے، یعنی جو نیت و ارادہ اور قدرت و توفیق کے علاوہ توفیق الٰہی کو عملی صورت میں لائے اور شیطان کے فریب و وسوسہ سے توفیق کو نہ کھودے۔ بہت سے لوگ کامیابی کی تمام شرائط کے باوجود منفی و شیطانی افکار کی وجہ سے کام کو انجام دینے سے گریز کرتے ہیں اور یوں توفیق کھودیتے ہیں۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں:

"مَا کُلُّ مَن نَویٰ شَیئا قَدَرَ عَلَیه وَ لَا کُلُّ مَن قَدَرَ علیٰ شئی وُفِّقَ له وَلا کُلُّ مَن وُفِّقَ لِشَئی اَصَابَ له فَإذا اِجتَمَعَت النِّیَّةُ وَالقُدرَةُ وَالتَّوفیقُ وَالاِصَابَةُ فَهُنَالِک تَمَّت السَّعَادَةُ"(۱)

ایسا نہیں ہے کہ جو شخص کسی کام کو انجام دینے کا ارادہ کرے وہ اسے انجام دینے کی قدرت بھی رکھتا ہو اور جو قدرت بھی رکھتا ہو وہ اسے انجام دینے کی توفیق بھی رکھتا ہو، نیز ایسا بھی نہیں ہے کہ جو کسی کام انجام دینے کی توفیق بھی رکھتا ہو وہ اس تک پہنچ جائے، پس جب نیت، قدرت، توفیق اور مقصد تک پہنچنا ایک ساتھ جمع ہو جائیں تو انسان کی سعادت مکمل ہوتی ہے۔

۱۔ بحارالانوار ۵/۲۱۰

توفیق نیکیوں کی طرف ہدایت کا ذریعہ

روایت سے لائے گئے نکتہ سے استفادہ کرتے ہیں کہ توفیق کے مسئلہ میں اجباری طور پر اجراء کی قدرت کا وجود نہیں ہے، کیونکہ سعادت تک پہنچنے کے لئے توفیق کے علاوہ مقصد تک پہنچنے کی بھی ضرورت ہے۔

توفیق، ایک ایسی قوت ہے کہ جو انسان کی خوبیوں اور پسندیدہ امور کی طرف ہدایت کرتی ہے۔حقیقت میں توفیق نیک کاموں کو انجام دینے کے لئے راہنمائی کرتی ہے۔اس مسئلہ میں جبر کا کوئی عمل دخل نہیں ہے کیونکہ کامیاب فرد اسے انجام دینے کے لئے مجبور نہیں ہے البتہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس قوت سے استفادہ کرے اور اسے ضائع نہ کرے۔

اس بناء پر توفیق نیک اعمال کے لئے فقط راہنمائی کرتی ہے۔اس میں کسی قسم کا اجبار اور اکراہ موجود نہیں ہوتا۔

اسی وجہ سے حضرت امیر المؤمنینؑ فرماتے ہیں:

" لا قَائِدَ خَيرٌ مِن التَّوفِيقِ" (۱)

توفیق سے بہتر کوئی راہنما موجود نہیں ہے۔

حضرت امیر المؤمنینؑ توفیق کو بہترین راہنما کے عنوان سے متعارف کرواتے ہیں۔کیونکہ جس طرح ہم نے کہا کہ اعطاءِ توفیق میں کوئی اجباری قدرت پوشیدہ نہیں ہوتی،لہٰذا کبھی خدا ہمیں توفیق عنایت کرتا ہے لیکن ہم اسے ضائع کرتے ہیں۔

حضرت امیر المؤمنینؑ نے جو تعبیر فرمائی ہے وہ ان افراد کے لئے جواب ہے کہ جو نیک اور پسندیدہ کاموں کو انجام دینے سے گریز کرتے ہیں۔اگر ان سے اس بارے میں پوچھا جائے اور ان پر

۱۔بحار الانوار:۱/۹۴

اعتراض کیا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالی نے ہمیں توفیق عطا نہیں کی ۔اس بیان کی رو سے واضح ہو جاتا ہے کہ بہت سے موارد میں توفیق الٰہی ہماری مدد کرتی ہے ۔لیکن ہم اسے ضائع کر دیتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے اس بناء پر حتمی کامیابی اور ہدف تک رسائی کی شرائط میں سے ایک شرط توفیق الٰہی کے مطابق عمل کرنا ہے۔

کامیاب اشخاص

مرحوم سید محمد باقر قزوینی بزرگ شخصیت کے مالک تھے ۔وہ عظیم و بیکران توفیق سے بہرہ مند تھے ۔یہ مرحوم بزرگ علماء شیعہ میں سے اور خلق خدا کے گزار تھے، یہ سید بحر العلوم کے بھانجے تھے۔

ان کے بھتیجے مرحوم سید مہدی قزوینی (جو خود بھی بزرگ علماء میں سے تھے)نقل کرتے ہیں کہ عراق میں طاعون کی وباء پھیلنے سے دو سال پہلے اس بزرگ نے اس کے آنے کی خبر دی تھی اور اپنے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں میں سے ہر ایک کو دعا لکھ کر دی اور فرمایا حضرت امیر المؤمنینؑ نے خواب میں مجھ سے فرمایا ہے "وَ بِکَ یَخْتِمُ یا وَلَدی "طاعون کی بیماری تم پر ختم ہو جائے گی ۔اس سال انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی ایسی خدمت کہ جس سے عقل دنگ رہ جاتی ہے ۔انہوں نے شہر اور شہر سے باہر ہر میت کی نماز پڑھی ،وہ ہر بیس تیس یا اس سے کم یا زیادہ افراد پر ایک نماز پڑھتے ۔طاعون کے مرض سے اتنی زیادہ ہلاکتیں ہوئیں کہ ایک دن ہزار افراد کے لئے ایک نماز بجا لائی گئی ۔وہ ۱۲۴۶ھ کو عرفہ کی رات نماز مغرب کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے ۔وہ طاعون کے مرض سے ہلاک ہونے والے آخری شخص تھے۔

ایک بار وہ دسیوں علماء و صلحاء کے ہمراہ کشتی میں سوار تھے ،طوفان کی وجہ سے وہ سب غرق ہونے کے قریب تھے ،لیکن اس بزرگوار نے اپنی غیر معمولی معنوی قوّت سے طوفان کو ٹال دیا اور کشتی کو غرق ہونے سے بچالیا ۔ان کے بھتیجے کا کہنا ہے کہ علماء و صالحین کے ایک گروہ کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر

کربلا سے آ رہے تھے کہ اچانک بہت تیز ہوا چلنے لگی کہ جس سے کشتی کے الٹنے کا خطرہ لاحق ہوا، ہمارے ساتھ ایک شخص بہت خوفزدہ اور مضطرب ہوگیا اور اس کی حالت متغیر ہوگئی، وہ کبھی روتا تھا اور کبھی حضرت امیر المؤمنینؑ سے متوسّل ہوتا، لیکن اس دوران مرحوم سید اپنی عادی حالت میں بیٹھے رہے، جب وہ شخص خوف کے مارے بہت زیادہ رونے لگا تو اس سے فرمایا: تم کس چیز سے ڈر رہے ہو؟ ہوا، آندھی، اور رعد و برق یہ تمام خدا کے امر کے مطیع ہیں، پھر انہوں نے اپنی عباء کو اکٹھا کیا اور ہوا کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: آرام کرو اسی وقت طوفان تھم گیا اور کشتی بھی طوفان سے بچ گئی۔

یہ بزرگوار اس توفیق کی وجہ سے ایسے عظیم علوم حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے کہ عام حالات اور شرائط میں جن کا حصول ممکن نہیں ہے۔

اس مرحوم کی شخصیت اور غیر معمولی عظمت کو بیان کرنے والے اس واقعہ کو مرحوم محدث نوری یوں بیان کرتے ہیں۔ امام زمانؑ نے اس بزرگوار کو بشارت دی تھی کہ مستقبل میں تمہاری روزی علم توحید ہوگا۔ مرحوم فرماتے ہیں کہ اس بشارت کے بعد ایک رات خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے نازل ہوئے، ان میں سے ایک کے ہاتھ میں کچھ لوح تھے جن پر کچھ لکھا تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں ایک میزان تھا، ان فرشتوں کے دونوں لوح ترازو کے دونوں پلڑوں میں رکھے اور انہیں تولنے لگے، پھر انہوں نے وہ لوح مجھے دیئے اور میں نے ان پر لکھی ہوئی تحریر کو پڑھا، پھر انہوں نے تمام لوح میرے سامنے رکھے اور میں نے انہیں پڑھا، ان میں سے بعض لوح پر اصحاب پیغمبر ﷺ اور اصحاب ائمہ اطہارؑ (سلمان، ابوذر، سے نواب اربعہ تک) کے علوم وعقائد لکھے تھے اور بعض دیگر پر علماء شیعہ جیسے کلینی، صدوقؒ، تا بحر العلوم اور ان کے متاخرین علماء کے علوم وعقائد درج تھے، وہ دونوں فرشتے پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ اطہارؑ کے اصحاب اور بزرگ شیعہ علماء کے علوم وعقائد کو ترازو میں رکھ کر تول رہے تھے۔ اس خواب کی وجہ سے میں علوم کے بہت سے اسرار سے آگاہ ہوا کہ اگر مجھے نوحؑ کی عمر بھی مل جاتی اور میں جستجو کرتا تو اس کا ایک فیصد بھی حاصل نہ ہوتا۔

توفیق حاصل کرنے کے ذرائع

ا۔ کسبِ توفیق کے لئے دعا کرنا

خدا وند متعال سے توفیق کی درخواست و دعا کریں تا کہ بزرگانِ دین کو حاصل ہونے والی توفیقات الٰہی سے ہم بھی بہرہ مند ہوسکیں ،اکثر دعاؤں میں خداوند بزرگ و برتر سے توفیق کا سوال کرتے ہیں ۔

ا۔نمازِ جعفر طیارؑ کے بعد دعا میں پڑھتے ہیں:

"اللّٰھمَّ اِنّی اَسألُکَ تو فِیقَ اَھلِ الھُدیٰ وَ اَعمَالَ اَھل التَّقویٰ......"(۱)

پروردگارا میں تجھ سے اہل ہدایت کی توفیق اور اہل تقویٰ کے اعمال ورفتار کا سوال کرتا ہوں ۔

یہ جملہ اس بات کی تائید کرتا ہے کہ فقط توفیق کا حاصل ہوجانا نیک کام کوانجام دینے کی دلیل نہیں ہے ،اسی وجہ سے اس دعا میں اہل ہدایت کی توفیق طلب کرنے کے علاوہ خدا سے پرہیز گاروں کے اعمال ورفتار کا بھی سوال کرتے ہیں ۔

۲۔آیت قرآن "صِرَاطَ الَّذینَ اَنعَمتَ عَلَیھِم" کی تفسیر میں امام حسن عسکریؑ سے نقل ہوا ہے کہ امامؑ نے فرمایا:

"قُولوا اِھدِنَا الصِّراطَ الَّذِینَ اَنعَمتَ عَلَیھِم باالتَّوفِیقِ لِدِینِکَ وَ طَاعَتِکَ"(۲)

کہو کہ ہمیں ان کے راستے کی طرف ہدایت فرما جن پر تو نے اپنے دین کوقبول کرنے اور تیری اطاعت کرنے کی توفیق کے ذریعہ نعمتیں نازل کی ہیں ۔

اس بناء پر خدا کی اطاعت وفرمانبرداری اور دینداری کی توفیق ،خدا کی طرف سے بندوں کو

۱۔بحارالانوار ۱۹۸/۹۱

۲۔معانی الاخبار ۱۵، بحارالانوار ۲۴/۱۰، تفسیر الامام العسکری ۱۷

عنایت ہونے والا لطف ہے۔ہم سب کو خدا سے دعا کرنی چاہئے کہ پروردگار دنیا کے اس پُر خطر سفر میں توفیق الٰہی کو ہمارا مونس وہمسفر قرار دے تا کہ ہمارا سفر خیریت سے اختتام پذیر ہو۔

۳۔ماہ مبارک رمضان کی تیرہویں دن کی دعا میں آیا ہے:

"اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنِی فِیہ عَلیٰ التُّقیٰ وَ صُحبَۃِالاَبرَارِ" (۱)

پروردگارا! اس دن میں مجھے تقویٰ کی اور نیک ومتقی افراد کی صحبت کی توفیق عطا فرما۔

۴۔ماہ رمضان کی بائیسویں شب کی دعا میں وارد ہوا ہے:

"وَارزُقنی فِیھا التَّوفِیقَ لِماوَفَّقتَ لہ شِیعَۃَ آلِ مُحمَّدٌ" (۲)

پروردگارا! آج کی رات میں مجھے وہ توفیق عنایت فرما کہ جس سے تو نے پیروان آل محمدؐ کو کامیاب فرمایا۔

ایک اہم نکتہ

اگر چہ ممکن ہے کہ سائل مقربین آل محمدؐ اور شیعوں کی توفیقات کو بہت بڑی حاجت سمجھے اور اپنے آپ کو اس عظیم نعمت کے سامنے پست اور نااہل سمجھے، لیکن چونکہ وہ خدا بزرگ وبرتر کے حضور میں ہے اور خالق کائنات کی بارگاہ میں سوال کر رہا ہے، لہٰذا وہ بہترین اور پُر ثمر ترین حاجات طلب کرے۔ کیونکہ خدا کے حضور اور خدا کی بارگاہ میں خدا کی عظمت وبزرگی کو مدّنظر رکھیں نہ کہ فقط اپنی پستی وذلت کو ملاحظہ کریں۔

بعض لوگ معتقد ہیں کہ انسان خداوند متعال سے اپنی حد اور اوقات سے زیادہ طلب نہ کرے، لہٰذا اپنی حیثیت وصلاحیت اور حدود کو مدنظر رکھ کر اپنے ہدف تک پہنچنے کی دعا کریں۔اگر فرض کریں کہ

۱۔بحارالانوار ۳۷/۹۸

۲۔بحارالانوار ۵۳/۹۸

یہ عقیدہ صحیح بھی ہو تو یہ کلیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ بعض مقامات پر اور بعض اوقات انسان خدا کے نزدیک اس قدر عظیم و عالی مقام رکھتا ہے کہ انسان خدا سے ہر قسم کی عظیم حاجت طلب کر سکتا ہے۔

حضرت امیر المؤمنینؑ کی زیارتِ وداع میں پڑھتے ہیں:

"اَللّٰھُمَّ وَفِّقنا لِکُلِّ مَقامٍ مَحمودٍ وَ اَقلِبنی مِن ھذا الحَرَم بِکُلِّ خَیرٍ مَو جودٍ" (۱)

پروردگارا، مجھے ہر قسم کے مقامِ محمود کے حصول کی توفیق عطا فرما اور مجھے اس حرم سے ہر موجود خیر کے ساتھ لوٹا۔

خدا کے نزدیک حضرت امیر المؤمنینؑ کے حرم مطہر کی شرافت و محبوبیت کی وجہ سے زائر کو اجازت ہے کہ وہ خدا سے ہر قسم کی توفیق اور مقامِ محمود کو طلب کر سکتا ہے۔

اسی بناء پر اگر چہ سائل بعض مقامات کو طلب کرنے کی لیاقت و صلاحیت نہ رکھتا ہو لیکن زمان و مکان کی عظمت کی وجہ سے ایسی بزرگ حاجات کو طلب کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

۲۔ ماں باپ کی دعا توفیق کا سبب

ماں باپ کی دعا توفیق کو ایجاد کرنے میں مؤثر کردار کی حامل ہے بعض بزرگان اپنی تمام تر توفیقات کو اپنے والدین کی دعاؤں کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، مرحوم مجلسیؒ جو کہ کثرت تالیفات اور اہلبیتؑ کی خدمت کے لحاظ سے شیعہ علماء میں کم نظیر بلکہ بے نظیر ہیں، وہ اپنی عظیم توفیقات کو اپنے والد بزرگوار کی دعاؤں کے مرہونِ منت سمجھتے ہیں۔

مرحوم مجلسی اولؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات نمازِ شب سے فارغ ہونے کے بعد مجھ پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ جس سے میں یہ سمجھا کہ اگر دعا کروں تو ضرور مستجاب ہوگی، میں ابھی اسی سوچ

۱۔ بحار الانوار: ۱۰۰/۳۸۲

میں مبتلا تھا کہ آخر خدا سے کس چیز کی دعا کروں؟ اچانک جھولے سے سے محمد باقر کے رونے کی آواز بلند ہوئی، میں نے کہا: پروردگار بحق محمد وآل محمد علیہم السلام اس بچے کو شریعت محمدؐ اور دین کا خادم اور مروّج قرار دے اور اسے بے انتہا توفیقات سے بہرہ مند فرما۔ صاحب مراۃ الاحوال کہتے ہیں علامہ مجلسیؒ سے ظاہر ہونے والے غیر معمولی امور مسلماً اسی دعا کے آثار ہیں(۱)۔

۳۔ توفیق کے حصول کے لئے جستجو اور کوشش کرنا

جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ توفیق حاصل کرنے کے ذرائع میں سے ایک خدا سے دعا کرنا ہے۔ دل سے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائیں اور پروردگار بزرگ ومہربان سے نیک مقاصد کے حصول کی دعا کریں، دعا کے بعد ان مقاصد کو حاصل کرنے کی سعی وکوشش بھی کریں ورنہ آپ کی دعا استہزاء اور تمسخر شمار ہوگی۔ حضرت امام رضاؑ فرماتے ہیں:

"مَن سَاَلَه التَّوفِیقَ وَ لَم یَجتَهِد فَقَد اِستَهزَءَ بِنَفسِه" (۲)

جو خدا سے توفیق کا سوال کرے لیکن اس کے لئے کوشش نہ کرے وہ اپنے ساتھ مذاق کرتا ہے۔

کیونکہ توفیق کی دعا کے علاوہ ایک اور بنیاد بھی ہے کی جسے سعی وکوشش کہتے ہیں، اس بناء پر عالی مقاصد اور خدا پسندانہ اہداف کو حاصل کرنے کیلئے توفیق کی دعا کے علاوہ کوشش اور جستجو بھی کریں، جب آپ دعا کے بعد کوشش بھی کریں گے تو خدا کی توفیق آپ کے لئے شامل حال ہوگی۔

۱۔ فوائد الرضویہ محدث قمی ۴۱۱

۲۔ بحار الانوار ۷۸/۳۵۶

۴۔خدا کی نعمتوں میں تفکر،توفیق الٰہی کا سبب

پروردگار کی بے شمار نعمتوں کے بارے میں تفکر کرنا توفیق حاصل کرنے کا اہم ترین ذریعہ ہے۔خدا کی مخلوقات میں تفکر سے آپ خدا کی توفیقات کو جلب کرسکتے ہیں،حضرت امیرالمؤمنینؑ فرماتے ہیں:

"مَن تَفَكَّر فِي آلاءِ الله وُفِّقَ"(۱)

جو خدا کی نعمتوں میں تفکر کرے،وہ کامیاب ہوگیا۔

کیونکہ انسان اس ذریعہ سے اپنے دل میں خدا کی محبت پیدا کرتا ہے۔جب دل میں خدا کی محبت پیدا ہوجائے تو وہ خدا کی طرف جذب ہوجاتا ہے اور خدا کی طرف مجذوب ہونے کے ثمرات میں سے ایک ہے۔اسی وجہ سے امیرالمؤمنینؑ اپنے دوسرے فرمان میں ارشاد فرماتے ہیں:

"التَّوفِيقُ مِن جَذَبات الرَّب" (۲)

توفیق خداوند تعالیٰ کے جذبات میں سے ہے۔

مذکورہ بیان کے رو سے انسان خدا کی بے شمار نعمتوں میں تفکر کے ذریعہ توفیقات کو اپنی طرف جذب کرکے درگاہِ الٰہی کے مقربین سے مخصوص جذبہ ربّانی سے بہرہ مند ہوسکتا ہے۔

البتہ اس امر کی جانب متوجہ رہیں کہ اہلبیت اطہارؑ کا وجود مبارک نہ صرف خدا کی مہم ترین نعمت ہے۔بلکہ ہم پر نازل ہونے والی ہر نعمت ان ہی مقدس ہستیوں کے طفیل ہے،یہ بزرگ ہستیاں وجہ تخلیق کائنات ہیں،اسی بناء پر اہلبیت عصمت وطہارتؑ بالخصوص اس خاندان کی آخری کڑی حضرت امام زمانؑ کے فضائل ومناقب میں تفکر وتأمل کے ذریعہ اپنی توفیقات میں اضافہ کریں۔

اس صورت میں جذبہ رحمانی شامل حال ہوگا،اس صراط مستقیم پر عمل پیرا رہنے اور ان ہستیوں کے نقش قدم پر چلنے سے آپ بلند مقام حاصل کرسکتے ہیں۔

۱۔شرح غرر الحکم ۵/۳۰۸

۲۔شرح غرر الحکم ۱/۱۴۴

نتیجۂ بحث

عظیم مقاصداورعالی معنوی اہداف تک پہنچنے کے لئے ارادہ وتصمیم کےعلاوہ توفیق کی قوت سے بھی بہرہ مند ہوں،توفیق راہنما کی حیثیت رکھتی ہےاسی وجہ سے اگر چہ یہ کامیابی کی علت تامہ نہیں ہےلیکن اس کےمتحقق ہونے سےمؤثر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

آپ کی ذمہ داری ہے کہ توفیق کےحصول کے لئے دعا کریں اور پھر توفیق حاصل ہونے پر اکتفاءنہ کریں بلکہ کوشش کریں کہ یہ حاصل ہونے والی توفیق ضائع نہ ہوجائے۔

خدا کی نعمتوں اور بالخصوص وجوداہلبیت اطہارؑ کی عظیم نعمت کےفضائل ومناقب میں تفکر کرنا، توفیق کےمہم‌ترین عوامل میں سے ہے،اپنی توفیقات میں اضافہ کے لئےحضرت بقیۃ اللہ (ارواحنافداہ) کی عظمت پرتفکر کریں اورامام عصرؑ کی غیبی امداد کواپنے ذہن میں پروان چڑھائیں اس سے آپ کی توفیقات میں اضافہ ہوگا،ضعف،سستی وکاہلی اورگناہوں کے ارتکاب سےفراہم ہونے والی توفیقات کوضائع نہ ہونے دیں۔

راہ جستن ز تو ھدایت از او　　　جھد کردن ز تو عنایت از او

جھد بر تو است و بر خدا توفیق　　　ز آن که توفیق و جھد ھست رفیق

یعنی تم کسی راہ کاانتخاب کرواوروہ تمہاری ہدایت کرے گا۔تم کوشش کرو،خداعنایت کرے گا۔ جدوجہد کرنا تمہاری ذمہ داری ہے جب تم کوشش کروگےتو خداتمہیں توفیق عطا فرمائے گا۔کیونکہ توفیق اورکوشش ہمیشہ سے دوست ہیں۔

چودھواں باب

یقین

حضرت امیرالمؤمنینؑ نے فرمایا:

"بِاالیَقِینِ تُدرَکُ غَایَۃُ القُصویٰ"

یقین کے ذریعہ مقصد کی انتہا حاصل ہوتی ہے۔

چودہواں باب

یقین

یقین کی اہمیت

یقین باعظمت عالم غیب کی طرف جانے کا آسان اور سیدھا راستہ ہے۔یقین عالم ملکوت تک پہنچنے اور نا مرئی دنیا سے ارتباط کے لئے صراط مستقیم ہے۔یقین تہذیب یافتہ اشخاص اور بزرگان کی اہم ترین صفات میں سے ہے، یقین اہلبیت اطہارؑ کے اصحاب اور اللہ کے خاص بندوں کی اہم ترین خصوصیات میں سے ہے۔یقین ،انسان میں قوی ترین روحانی قوّت کو ایجاد کرتا ہے، یقین خاندانِ وحی سے ارتباط کا وسیلہ ہے،دل میں یقین کا وجود معنوی پیوند کے موانع کو برطرف کرتا ہے اور اہلبیتؑ کے تقرب اور ان تک پہنچنے کی راہ کو ہموار کرتا ہے۔یقین کی افزائش سے آپ اپنے دل کو ملائکہ کی قیامگاہ قرار دے کر اسے شیاطین کے شر اور وسوسوں سے نجات دے سکتے ہیں۔شیطان کے شر سے رہائی پانے کے بعد آپ کو بہت سے معنوی فیض حاصل ہوں گے۔اس صورت میں آپ کا دل نورانیت سے سرشار ہو جائیگا۔

اسی وجہ سے حضرت بقیۃ اللہؑ کے ظہور کے دن تمام لوگوں کے دل و جان میں یقین پیدا ہو جائیگا ،کیونکہ اس دن جب تاریخ کی قدیم ترین عبادت گاہ (خانہ کعبہ) سے حضرت قائم آل محمدؑ کی حیات بخش صدا لوگوں کی سماعتوں تک پہنچے گی تو ابلیس اور اس کے پیروکاروں کے دلوں میں خوف طاری ہو جائے گا،حضرت بقیۃ اللہ الاعظمؑ کے ظہور سے سب شیاطین ہلاک ہو جائیں گے۔

اس وقت لوگوں کے دل وسوسہ سے نجات پا جائیں گے اور ان کے دل و جان پر آرام و اطمینان کی حاکمیت ہوگی ۔اس دن لوگوں کے دلوں میں یقین اور ایمان میں اضافہ ہوگا ۔اس دن یقین پیدا کرنے والے سب امور فراہم ہو جائیں گے اور یقین کے ذریعہ سب کے باطن کی اصلاح ہو جائے گی ۔یہ بات ثابت کرنے کے لئے کہ ظہور کے وقت سب اہل یقین بن جائیں گے، ہم مقدمہ کے طور پر کچھ مطالب ذکر کرتے ہیں:

خداوند متعال قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں فرماتا ہے:

" وَ كَذٰلِكَ نُرِی اِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوات وَالاَرض وَ لِيَكُون مِن المؤمنين" (۱)

اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمان اور زمین کے اختیارات دکھاتے ہیں اور اس لئے کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں ۔

صفوان کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ سے پوچھا کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کے بارے فرمایا ہے:

" اَوَ لَم تُؤمِن قَال بلىٰ وَ لٰكِن لِيَطمَئِنَّ قَلبى " (۲)

کیا ابراہیم کو یقین نہیں تھا اور کیا ان کے دل میں شک و شبہہ موجود تھا؟

" قَالَ لَا، كَانَ عَلىٰ يَقِينٍ وَ لٰكِن اَرادَ مِنَ اللّٰه الزِّيَا دَةَ فِى يَقِينِه "(۳)

حضرت امام رضاؑ نے فرمایا: نہیں، انہیں یقین تھا، لیکن اس نے خدا سے چاہا کہ اس کا یقین زیادہ ہو جائے ۔

اس بناء پر حضرت ابراہیمؑ نے ملکوت آسمانی اور زمین کو دیکھا اور ان کے یقین میں اضافہ ہوا ملکوت آسمان و زمین کو دیکھنے کی وجہ سے ان کا یقین زیادہ ہوا، پھر ان میں دوسروں کے دلوں میں بھی یقین ایجاد کرنے کی قدرت پیدا ہو گئی ۔

۱۔سورہ آیت انعام ۷۵

۲۔سورہ بقرہ آیت ۲۶۰

۳۔بحار الانوار ۱۷۶/۷۰

ظہور کے زمانے کے لوگوں کی حالت اور امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی سلطنت پر توجہ کریں کہ آنحضرتؑ صاحب ملکوت ہیں وہ جلوہ ولایت وملکوتی سے زمین وآسمان کا مشاہدہ کر سکتے ہیں کیا اس زمان کے لوگ یقین یقین حاصل نہیں کر سکتے؟ پس عصر غیبت میں بھی ہر کوئی یقین حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ یقین حاصل کرنے سے انسان شیطان پر حاکم بن سکتا ہے اور معنویت کے صراط مستقیم پر گامزن ہو سکتا ہے۔

یقین کے آثار

ا۔ یقین دل کو محکم کرتا ہے

آپ اپنے دل کو پند ونصیحت کے ذریعہ حیات بخش سکتے ہیں اور وعظ کے ذریعہ اس میں تازہ روح پھونک سکتے ہیں۔ جس طرح ایمان کامل اور یقین کو مضبوط وقوی کر سکتے ہیں اسی طرح آپ مشکلات وموانع کے سامنے ایک پہاڑ کی مانند ڈٹ جائیں کیونکہ اگر یقین قوی وکامل صورت میں موجود ہو تو پھر وسوسہ اور تردد کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔ پھر ضعف، سستی اور کاہلی ختم ہو جائیگی۔ اسی وجہ سے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے یقین کو قوی کریں حضرت امیر المؤمنینؑ فرماتے ہیں:

"أَحيِ قَلبِکَ بِالمَوعِظَةِ.......وَ قَوِّهِ بِاليَقِينِ" (۱)

وعظ ونصیحت کے ذریعہ اپنے دل کو حیات بخشو اور یقین کے ذریعہ سے قوت دو۔

گر عزم تو در ره حق، آهنین است

می دان به یقین که راه آن یقین است

اگر راہِ حق میں تمہارا عزم وارادہ پختہ ہو تو یقین جانیئے کہ اس کا راستہ صرف یقین ہی ہے۔

۱۔ بحار الانوار ۷۷/۲۱۹

جب انسان کے دل میں یقین پیدا ہو جائے تو دل محکم واستوار ہو جاتا ہے اور جب تک یقین قوی ہو تب تک شیطانی وسوسہ کے نفوذ کرنے کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔

اسی وجہ سے اس میں اضطراب و وہم پیدا نہیں ہوگا، وہ مصائب و مشکلات کے سامنے سیسہ پلائی دیوار کی مانند قائم رہے گا۔

حضرت امیرالمؤمنینؑ فرماتے ہیں

"مَن قَوِیَ یَقِینُہ لَم یَرتَب" (۱)

جس کا یقین قوی ہو اس میں شک پیدا نہیں ہوتا۔

گر بہ صورت ملکی یا بہ لطافت حوری

تا بہ معنی نرسی، از ہمہ دلہا دوری

اگر فرشتہ صورت یا حور کی لطافت کے مالک ہی کیوں نہ ہو تو مگر جب تک اپنے ہدف اور مقصد تک نہیں پہنچو گے تب تک تم سب کے دلوں سے دور رہو گے یعنی ان کے دلوں میں جگہ نہیں بنا پاؤ گے۔

ہمیشہ اعتقادی مسائل یا دیگر مسائل میں شک وشبہہ اسی شخص کے لئے پیدا ہوتا ہے کہ جسے قوی یقین حاصل نہ ہو۔جن میں یقین کمال کی حد تک نہ پہنچا ہو،اس میں شیطانی وسوسہ منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔لیکن جن کے دل میں یقین کی شمع روشن ہو وہ شیاطین کے شر اور ان کے وسوسہ کے سامنے فولاد کی مانند ثابت قدم رہتے ہیں۔امام باقرؑ فرماتے ہیں:

" فَیَمُرُّ الیَقِینُ بِالقَلبِ فَیَصِیرُ کَاَنَّہ زُبرُ الحَدِید " (۲)

جب دل میں یقین پیدا ہو جائے تو وہ اسے لوہے کے ٹکڑے کی مانند قوی ومحکم کر دیتا ہے۔

دل کو محکم ومضبوط کرنے سے نہ صرف انسان کے دل میں اعتقادی مسائل کے بارے میں

۱۔شرح غررالحکم ۵/۲۳۰

۲۔بحارالانوار ۷۸/۱۸۵

شک وشبہہ پیدانہیں ہوتا ہے بلکہ اسے قدرت عطا ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے ایمان ویقین میں بھی اضافہ کرے ۔اب ہم شیعہ علم کے ایک ستون کے ایمان ویقین کی داستان رقم کرتے ہیں کہ جس نے دوسروں کے دلوں میں مسائل پر اعتقاد میں اضافہ کیا۔

مجلس مباہلہ میں حاضری

شیعہ علماء نے بہت تکلیفیں اور زحمتیں برداشت کر کے خدا کے دین کی پاسداری کی اور اسے انحراف سے بچالیا۔ ہمارے بزرگان نے حریم ولایت کے دفاع اور شیعہ مذہب کو اثبات کرنے کے لئے کسی قسم کی کوشش اور قربانی سے دریغ نہیں کیا۔

اہل بیت عصمت وطہارتؑ کے عالی اور باعظمت مقام پر اعتقاد ویقین کی بناء پر وہ مخالفین اور دشمنوں سے مباہلہ کے لئے بھی حاضر ہوئے ،اس عمل سے انہوں نے ولایت کی راہ میں حائل کانٹوں کو اکھاڑا اور دشمنوں کو نابود کر دیا۔

جلیل القدر عالم دین جناب محمد ابن احمدؒ کا مباہلہ ان فدا کاریوں کا ایک نمونہ ہے ۔انہوں نے دشمنوں کے لئے بھی شیعہ عقائد کی حقانیت کو ثابت کیا،وہ شیعوں کے بزرگ علماء میں سے ہیں اور بعض بزرگ شیعہ علماء جیسے شیخ مفیدؒ،ان سے روایت نقل کرتے تھے۔

انہوں نے شیعہ عقائد کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھیں اور جناب قاسم ابن علاءؒ کے بابرکت محضر سے استفادہ کیا۔

وہ بینائی کھوجانے کے بعد پڑھنے لکھنے کی نعمت سے محروم ہوجانے کے باوجود اپنے سینے میں محفوظ معلومات کو کاتب کے ذریعہ کاغذ کی نظر کرتے ،اس طرح سے انہوں نے مکتب تشیع کو بہت سی گرانبہا اور انمول کتابیں فراہم کی۔وہ سیف الدولہ ہمدانی کے نزدیک اعلیٰ مقام رکھتے تھے ۔انہوں نے سیف الدولہ ہمدانی کے سامنے موصل کے قاضی سے مباہلہ کیا کہ جو جاہلانہ تعصب کی عینک

اتارنے کو تیار نہ تھا مجلس مباہلہ برپا ہوئی اور مباہلہ کے اختتام کے بعد موصل کے قاضی کو اپنی سلامتی سے ہاتھ دھونے پڑے، وہ بخار میں مبتلا ہوگیا، اس نے مباہلہ میں جو ہاتھ بلند کیا تھا وہ بھی سیاہ ہوگیا اور اگلے روز ہلاک ہوگیا۔(۱)

بزرگ شیعہ عالم مرحوم محمد ابن احمد نے اپنے یقین کامل اور اعتقاد کی وجہ سے متعصب دشمن پر غلبہ پایا۔ اس طرح انہوں نے اپنے اس عمل سے سب کے لئے شیعہ عقائد کی حقانیت کو مزید آشکار کیا اور ان کے دلوں میں یقین کو محکم کیا۔ شیعہ تاریخ ایسے نمونوں سے بھری پڑی ہے کہ بزرگان دین نے اپنے یقین کامل اور اطمینان قلب کے ذریعہ دشمن کے ساتھ مقابلہ کیا اور دوسروں کے دلوں میں بھی یقین کا پیدا کیا۔

''میر فندرسکی'' ایسی ہی ایک اور مثال ہیں کہ جنہوں نے اپنے ایمان و یقین کامل کے ذریعہ دشمن کو محکوم و مغلوب کیا اور دوسروں کے دلوں میں یقین کا بیج بویا۔

اس واقعہ کو مرحوم نراقی کتاب ''الخزائن'' میں یوں رقم کرتے ہیں:

''میر فندرسکی'' سیاحت کے ایام میں کفار کے ایک شہر میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے گفتگو کے لئے بیٹھ گئے، ایک دن ایک گروہ نے ان سے کہا کہ ہمارے عقائد کی حقانیت اور آپ کے عقائد کے بطلان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ہماری عبادت گاہیں دو ہزار سال پہلے تعمیر ہوئی ہیں اور ابھی تک ان میں خرابی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ لیکن آپ کی اکثر مساجد سو سال سے زیادہ باقی نہیں رہتی اور خراب ہو جاتی ہیں چونکہ ہر چیز کی بقاء اور حفاظت، اس کی حقانیت کی دلیل ہے، پس ہمارا دین برحق ہے اور آپ کا دین باطل ہے۔

''میر فندرسکی'' نے اپنے یقین و اعتقاد کی بناء پر جواب دیا کہ آپ کی عبادت گاہوں کا باقی نہ رہنا اور ہماری مساجد کے خراب ہونے کی یہ وجہ نہیں ہے، بلکہ اس کا راز یہ ہے کہ ہماری مساجد میں

۱۔ فوائد الرضویہ محدث قمی ۳۸۸

صحیح عبادت انجام پاتی ہے اور مساجد میں خداوند بزرگ و برتر کا نام لیا جاتا ہے کہ وہ عمارت اسے تحمل کرنے طاقت نہ رکھنے کی وجہ سے خراب ہو جاتی ہیں ۔

لیکن آپ کی عبادت گاہوں میں صحیح اور حقیقی عبادت انجام نہیں دی جاتی ، بلکہ کبھی اس میں فاسد اعمال انجام دیئے جاتے ہیں ،لہٰذا ان میں کسی قسم کی خرابی رونما نہیں ہوتی ۔اگر ہمارے پروردگار کی عبادت تمہاری عبادت گاہوں میں انجام دی جائے تو وہ اسے بھی متحمل نہیں کر پائیں گی اور خراب ہو جائیں گی ۔

انہوں نے کہا یہ بہت آسان کام ہے ،آپ ہماری عبادت گاہوں میں جا کر وہاں اپنی عبادت کریں تا کہ ہماری حقانیت اور آپ کا بطلان ثابت ہو جائے ،سید نے قبول کیا اور وضو کرنے کے بعد خدا پر توکل اور اہل بیت عصمت وطہارتؑ سے توسل کیا، پھر وہ ان کی بہت بڑی عبادت گاہ میں داخل ہوئے کہ جو بہت مضبوط بنی ہوئی تھی اور دو ہزار سال پرانی تھی ۔

لوگوں کی بہت بری تعداد اس نظارہ کو دیکھنے کے لئے بیٹھی ہوئی تھی ،سید نے عبادتگاہ میں داخل ہونے کے بعد اذان واقامت کہی اور نماز کی نیت سے بلند آواز سے (اللہ اکبر) کہا اور عبادتگاہ سے باہر کی طرف بھاگ آئے ،اچانک اس عبادتگاہ کی چھت گر گئی اور دیواریں بھی خراب ہوگئی ۔اس کرامت کی وجہ سے بہت سے کفار دین اسلام سے مشرف ہوئے ۔(۱)

''میر فندرسکی'' نے اپنے اعتقاد ویقین اور کامل ایمان کے ذریعہ اپنے دل کو محکم ومضبوط کیا ۔

۲۔یقین اعمال کی اہمیت میں اضافہ کا ذریعہ

اگر کیمیا اور اکسیر کو کسی کم قیمت مادہ کے ساتھ بھی بنائیں تو یہ اس کو با ارزش اور قیمتی ودھات میں تبدیل کر دیتا ہے اور اس کی قیمت کئی گنا بڑھ جاتی ہے، یقین بھی اسی طرح ہے، کیونکہ یقین اعمال کو

۱۔جامع الدرر:۲/۳۷۰،تذکرۃ القبور:۶۰

ارزش عطا کرتا ہے۔اگر قلیل عمل کو یقین کے ساتھ انجام دیا جائے تو خدا کے نزدیک اس کی ارزش شک وشبہہ میں انجام دیئے گئے بہت زیادہ عمل سے زیادہ ہے۔امام صادقؑ فرماتے ہیں:

"اِنَّ العَمَلَ الدَّائِمَ القَلِیلَ عَلی الیَقِینِ اَفضَلُ عِندَاللهِ مِن العَمَلِ الکَثِیرِ عَلی غَیرِ الیَقِینِ" (۱)

خدا کے نزدیک یقین کے ساتھ انجام دیا گیا کم اوردائی عمل یقین کے بغیر انجام دیے گئے زیادہ عمل سے بہتر ہے۔

یہ فرمان واضح دلالت کرتا ہے کہ یقین اعمال وکردار کی اہمیت میں اضافہ کا باعث ہے،یعنی یقین کے ساتھ انجام دیا گیا کم عمل،یقین کے بغیر انجام دیئے گئے زیادہ عمل سے افضل ہے۔اس بناء پر یقین اس کیمیاگری کے اس مادہ کے مانند ہے، کہ جو کم قیمت دھات کو سونے میں تبدیل کرتا ہے۔یقین بھی اسی طرح کیونکہ اس میں یہ قدرت ہے کہ یہ قلیل عمل کو یقین کے ساتھ انجام سے ارزش وقیمت عطا کرتا ہے۔

متوجہ رہیں کہ بہت سے موارد میں خدا کے نزدیک اہمیت رکھنے والے کم عمل کے ظاہراً بھی بہت سے آثار واثرات ہوتے ہیں،اب ہم جو واقعہ بیان کرنے لگے ہیں وہ اس حقیقت کا شاہد ہے۔

مرحوم آیۃ اللہ العظمیٰ خوئیؒ یقین سے کہی جانے والی (بسم اللہ الرحمن الرحیم) کے بارے میں شیخ احمد (یہ استادالفقہاء مرحوم میرزا شیرازیؒ کے خادم تھے) سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں،انہوں نے فرمایا کہ مرحوم میرزا کے ایک اور خادم بھی تھے جن کا نام شیخ محمد تھا کہ جو مرحوم میرزا کی وفات کے بعد لوگوں سے نہ ملتے اور گوشہ نشین ہوگئے تھے۔

ایک دن کوئی شخص شیخ محمد کے پاس گیا تھا اور اس نے دیکھا کہ وہ غروب آفتاب کے وقت اپنے چراغ میں پانی ڈال کر روشن کر رہے ہیں اور چراغ بھی مکمل طور پر روشن ہے۔وہ شخص بہت حیران ہوا اور اس کی علت پوچھی؟ شیخ محمد نے اس کے جواب میں کہا مرحوم میرزا کی وفات سے مجھے بہت صدمہ

۱۔الکافی ۲/۵۷

ہوااوران بزرگوار کی جدائی کے غم کی وجہ سے میں نے لوگوں کے ساتھ میل جول قطع کردیااوراپناوقت گھر میں ہی بسر کرتا، میں بہت ہی غمزدہ تھا۔ایک دن عرب طلاّب کی صورت کاایک جوان میرے پاس آیااورمیرے ساتھ بہت پیار،محبت اورانس سے پیش آیاوہ غروب تک میرے پاس رہا،اس کی باتیں مجھے بہت پسند آئیں اور میرے دل کا کچھ بوجھ اورغم ہلکا ہوگیا،وہ چند دن تک میرے پاس آتا رہااور میں اس سے مانوس ہوگیا تھا۔ایک دن وہ میرے ساتھ باتیں کررہا تھا کہ مجھے یاد آیا کہ آج رات میرے چراغ میں تیل نہیں ہے۔اس وقت دکانیں غروب کےوقت بند ہوجاتی تھیں۔اسی وجہ سے میں یہ سوچ رہاتھااگر میں ان سے اجازت لےکرتیل لینے کے لئے گھر سےنکلوں تو ان کی پُرفیض باتوں سےمحروم ہوجاؤں گااوراگرتیل نہ خریدوں تو آج رات تاریکی میں بسر کرنی پڑے گی۔

وہ میری اس حالت کی طرف متوجہ ہوئے اورفرمایا آج تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ میری باتوں کو دلچسپی سےنہیں سن رہے؟ میں نے کہانہیں ایسی بات نہیں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔انہوں نے فرمایانہیں تم میری باتوں سےنہیں سن رہے۔میں نے کہاحقیقت یہ ہے کہ آج میرے چراغ میں تیل نہیں ہے۔انہوں نے فرمایا بہت تعجب ہے کہ میں نے تمہارے لئے اتنی احادیث بیان کی اور(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کی فضیلت بیان کی،کیاتم ان سے اتنا بھی مستفیدنہیں ہوئے کہ تم تیل کی خریداری سے بے نیاز ہوجاؤ؟ میں نے کہا کہ مجھے یادنہیں کہ آپ نے کوئی ایسی حدیث بیان فرمائی ہو؟ انہوں نے فرمایاتم بھول گئے ہومیں نے بتایا تھا کہ(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کےخواص وفوائد میں سے یہ ہے کہ اگرتم اسے کسی قصد سے کہوتو وہ مقصد حاصل ہوجائے گا۔تم اپنے چراغ کواس قصد کے ساتھ پانی سے بھردو کہ پانی تیل کی خاصیت رکھتا ہو،تم (بسم اللہ الرحمن الرحیم) کہو میں نے قبول کیا اوراٹھ کراسی قصد سے اپنے چراغ کو پانی سے بھر دیااوراس وقت کہا(بسم اللہ الرحمن الرحیم) پھر میں نے اسے جلایا تو وہ روشن ہوگیا۔اس وقت سے آج تک جب بھی یہ خالی ہوجائے تو اسے پانی سے بھرکر(بسم اللہ۔۔۔۔)پڑھتاہوں تو چراغ روشن ہوجاتا ہے۔

مرحوم آیۃ اللہ العظمیٰ خوئیؒ اس واقعہ کونقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: تعجب یہ ہے کہ اس واقعہ کے عام ہو جانے کے بعد مرحوم شیخ محمد کے اس عمل میں ذرّہ برابر فرق نہ آیا۔

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ اعتقاد و یقین کے ساتھ ایک (بسم اللہ ۔۔۔) پڑھی جائے تو اس قدر غیر معمولی اثرات ظاہر ہوتے ہیں، جو اسم اعظم کی معرفت رکھتے ہیں وہ بھی دوسرے لوگوں میں رائج اور متداول اسم سے ہی استفادہ کرتے ہیں لیکن جو چیز ان کے عمل کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے، وہ ان کا یقین ہے کہ جو تلفظ کئے جانے والے اسم کی تاثیر میں مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔

۳۔ یقین آپ کے باطن کی اصلاح کرتا ہے

کبھی انسان محاسبہ کے ذریعہ اپنے ظاہر کو سنوار لیتا ہے، لیکن پس پردہ حقیقت و واقعیت سے آگاہ نہیں ہوتا ۔اسی وجہ سے وہ تشویش و اضطراب میں مبتلا ہوتا ہے ۔انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ کیا اس کی گفتار و کردار مورد رضایت پروردگار ہے یا نہیں؟ کیا اس کا باطن آلودگی سے پاک ہے؟ یا وہ باطناً نفس اور شیطان کے ہاتھوں اسیر ہے اور خود اس سے بے خبر ہے؟ اگر فرض کریں اس کا باطن آلودہ ہو تو وہ کس طرح اپنے باطن کو اس سنگین خطرے سے نجات دلا سکتا ہے؟ کیا اس روحانی رنج و غم سے نجات پانے کا کوئی راستہ ہے؟

ان سوالات کے جواب میں کہتے ہیں مکتب عصمت و طہارتؑ کے عقائد پر یقین سے باطنی و روحانی پاکیزگی حاصل کی جاسکتی ہے ۔کیونکہ یقین باطن کی اصلاح کرتا ہے ۔اتوار کی رات پڑھی جانے والی دعا میں آیا ہے:

" اَللّٰهُمَّ اَصلِح بِالیَقِینِ سَرَائِرَنَا" (۱)

پروردگارا! یقین کے ذریعہ ہمارے باطن کی اصلاح فرما۔

۱بحار الانوار ،۹۰/۲۸۶

اہل یقین نیک سیرت اور پاک ذات کے مالک ہوتے ہیں وہ فساد اور تباہی سے دور ہوتے ہیں۔

جن کے باطن میں بری صفات ہو وہ یقین پیدا کرنے سے اپنے باطن کی اصلاح کر سکتے ہیں۔

یقین نہ صرف آپ کے شعور اور ضمیر کو شیطان کے وسوسہ سے محفوظ رکھتا ہے بلکہ اگر آپ کے باطن میں کوئی فساد موجود ہو تو یہ اس کی بھی اصلاح کرتا ہے اور باطن کی برائیوں کو ختم کرتا ہے۔اسی وجہ سے حضرت پیغمبر اکرمؐ ایک خطبہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

" خَیرُ مَا اُلقِیَ فِی القَلبِ الیَقِین" (۱)

مؤمن کے دل میں القاء ہونے والی بہترین چیز یقین ہے۔

کیونکہ جیسا ہم نے کہا کہ یقین نہ صرف شعور اجاگر کرتا بلکہ یہ باطن کو اخلاقی واعتقادی اشتباہات سے بھی پاک کرتا ہے۔

یقین کو متزلزل کرنے والے امور

۱۔شک وشبہہ

جو انسان شک وشبہہ میں مبتلا ہو وہ نہ صرف اپنی معنوی اہمیت کو کھو دیتا ہے، بلکہ جب تک وہ شک وشبہہ اور وسواس کا اسیر رہے تب تک وہ متوقف اور جمود کی حالت میں رہے گا۔وہ کبھی بھی معنوی ترقی نہیں کر سکتا۔وہ اپنی نجات کے لئے اپنے صفحۂ دل سے شک وشبہہ کو ہمیشہ کے لئے نکال دے۔امام صادقؑ فرماتے ہیں:

" اُلقُوا عَن نُفُوسِکُم الشُّکُوکَ " (۲)

اپنے نفوس سے شکوک کو برطرف کریں۔

۱۔بحار الانوار ۲/۲۱۱/۲

۲۔بحار الانوار ۱/۵/۱۴۷

اس بناء پر روحانی و معنوی ارزشوں کو حاصل کرنے اور انہیں محفوظ کرنے کے لئے اپنے دل سے شک اور وسوسہ کو نکال دیں اور ایمان و یقین کامل پیدا کرنے کے بعد اپنے عقائد کے استحکام کی کوشش کریں۔ایسا نہ کرنے کی صورت میں صرف آپ کے اعتقادات ہی متزلزل نہیں ہوں گے بلکہ آخری زمانے کے آشوب میں بھی شریک ہوں گے۔کیونکہ شک وشبہہ ایک طرف سے آشوب، پریشانیاں اور آزمایشات الٰہی کا سامان فراہم کرتا ہے تو دوسری طرف سے شک وشبہہ میں گرفتار افراد اس امتحان میں بھی ناکام ہوتے ہیں۔

خاندان عصمت وطہارتؑ کے فرامین و دستورات میں ہمیں اپنے دل سے شک وشبہہ کو برطرف کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ صرف آزمائشات الٰہی کو قبول کرنے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ فتنہ اور آشوب کے اسباب کو ختم کرنے کے لئے بھی شک وشبہہ کو برطرف کرنے کا امر کیا گیا ہے۔کیونکہ شک وشبہہ اور بے مورد گمان فتنہ وفساد اور مشکلات کو ایجاد کرنے کے اسباب فراہم کرتا ہے۔

مناجات مطیعین میں خدا سے عرض کرتے ہیں:

"وَاَثبِت الحَقَّ فِي سَرَائِرِنَا فَإِنَّ الشُّكُوكَ وَ الظُّنُونَ لَوَاقِعُ الفِتَن" (۱)

پروردگارا! میرے باطن میں حق کو ثابت فرما، کیونکہ شکوک وظنون فتنہ ایجاد کرتے ہیں۔

تاریخ کے مطالعہ سے اس حقیقت کا مشاہدہ کرسکتے ہیں کہ صدر اسلام سے آج تک جن فساد و فتنہ نے مسلمان معاشرے کو گمراہ کیا، ان میں سے اکثر ایسے افراد تھے کہ جو صراط مستقیم سے متعلق اپنے یقین کو کھو کر شک وشبہہ میں گرفتار ہو چکے تھے۔

حقیقت میں شک وشبہہ گمراہ کرنے والے فتنوں اور بلاؤں میں گرفتار ہونے کا وسیلہ ہے۔ شک وشبہہ سے انسان فتنوں اور مصائب میں مبتلا ہونے کے علاوہ شکاک اور متزلزل افراد کے لئے بھی مشکلات اور فتنوں کے اسباب فراہم کرتا ہے۔

۱۔ بحار الانوار ۹۴/ ۱۴۷

۲۔ گناہ

گناہوں کا مرتکب ہونا، اہل بیت عصمت وطہارتؑ کے دستورات کے منافی ہے۔ یہ شرم آور اور تباہی کا باعث ہے۔ ممکن ہے کہ یہ مردانِ خدا کے بہترین حالات کو ختم کر دے۔ اس بناء پر گناہ کو انجام دینا نہ صرف معنوی حالات کو ایجاد کرنے کے لئے مانع ہے۔ بلکہ یہ اس ایجاد شدہ حالات کو درہم برہم کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ امام صادق فرماتے ہیں:

" قَالَ سَمِعتُ اَبا عَبدِالله .یَقُولُ .اِتَّقُوا الله ،وَ لا یَحسُد بَعضُکُم بَعضاً .اِنَّ عیسیٰ بنَ مَریَمَ کَانَ مِن شَرِیعِهِ السَّیحُ فِی البِلَادِ،فَخَرَجَ فِی بَعضِ سَیحِه وَ مَعَه رَجُل مِن الصَّحابَةِقَصِیر وَ کَانَ کَثِیرُاللُّزُومِ لِعِیسی بنِ مَریَمَ،فَلَمَّا اِنتَهیٰ عِیسیٰ اِلی البَحرِقَالَ بِسمِ الله بِصِحَّةِیَقِینٍ مِنهُ،فَمَشیٰ علیٰ ظَهرِالمَاءِ فَقَالَ الرَّجُلُ القَصِیرُ حِینَ نَظَرَ اِلیٰ عِیسیٰ جَازَه ،بِسمِ الله بِصِحَّةِیَقِینٍ مِنهُ فَمَشیٰ عَلیٰ المَاءِ وَ لَحِقَ بِعِیسیٰ،فَدَخَلَه العَجبُ بِنَفسِه "

"فَقَالَ هذا عِیسیٰ رُوحُ الله یَمشِی عَلی المَاءِ وَ اَنَا اَمشِی عَلی المَاءِ فَمَا فَضلُه عَلَیَّ ؟قَالَ فَرُمِسَ فِی المَاءِ فَاستَغَاثَ بِعِیسیٰ فَتَنَاوَلَهُ مِنَ المَاءِ فَاَخرَجَه، ثُمَّ قَالَ لَه،مَا قُلتَ یَا قَصِیرُ؟قَالَ قُلتُ هذا رُوحُ الله یَمشِی عَلی المَاءِ وَ اَنَا اَمشِی ،فَدَخَلَنِی مِن ذَالِکَ عُجب "

" فَقَالَ لَه عِیسیٰ:لَقَد وَضَعتُ نَفسَکَ فِی غَیرِالمَوضِعِ الَّذی وَضَعَکَ الله فِیه فَمَقَّتَکَ اللهُ علیٰ مَا قُلتَ فَتُب اِلی الله عَزَّوَجَلَّ مِمَّا قُلتَ، قَالَ فَتَابَ الرَّجُلُ وَعَادَ اِلیٰ المَرتَبَةِ الَّتی وَضَعَه اللهُ فِیها،فَاتَّقُوا الله وَلَا یَحسُدَنَّ بَعضُکُم بَعضاً" (۱)

۱۔ بحار الانوار ۲۴۴/۱۴ ،اصول کافی ۳۰۶/۲

داؤد رقّی کہتے ہیں کہ میں نے امام صادقؑ سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا خدا سے ڈرو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم کی شریعت میں شہروں کی سیاحت تھی، ان سیاحتوں میں سے ایک دفعہ چھوٹے قد کا ایک مرد بھی ان کے ہمراہ تھا، وہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے ساتھ بہت نزدیک تھا۔

وہ چلتے ہوئے ایک دریا کے پاس پہنچے حضرت عیسیٰؑ نے اپنے صحیح و کامل یقین سے بسم اللہ کہا اور پانی پر چلنے لگے۔ جب اس مرد نے یہ واقعہ دیکھا تو اس نے بھی صحیح یقین کے ساتھ بسم اللہ کہی اور پانی پر چلتا ہوا حضرت عیسیٰؑ تک پہنچ گیا۔

اسے اس وقت ایک عجیب حالت کا سامنا ہوا اور اس نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ عیسیٰؑ روح اللہ ہے کہ جو پانی پر چلتا ہے۔ میں بھی پانی پر چل سکتا ہوں پس وہ کس بات میں مجھ سے برتر ہے؟ اسی وقت وہ پانی میں ڈوبنے لگا۔ پھر اس نے حضرت عیسیٰؑ سے مدد طلب کی حضرت عیسیٰؑ نے اسے پکڑ کر پانی سے نکالا، اور اس سے فرمایا تم نے اپنے آپ سے کیا کہا تھا؟ اس نے اپنے آپ سے جو کچھ کہا تھا وہ حضرت عیسیٰؑ سے عرض کیا اور کہا کہ اسی وجہ سے میں پانی میں ڈوبنے لگا تھا۔

حضرت عیسیٰؑ نے اس سے فرمایا: خدا نے تمہیں جس جگہ قرار دیا تھا تم نے اپنے آپ کو اس کے علاوہ کہیں اور قرار دیا اور تم نے حسد کی وجہ سے خدا سے دشمنی کی پس خدا کی طرف واپس لوٹ جاؤ اور تم نے جو کچھ کہا اس سے توبہ کرو۔ اس مرد نے اسی وقت توبہ کی اور خدا نے اسے جو رتبہ دیا تھا، اسے دوبارہ لوٹا دیا۔ پس خدا سے ڈرو اور تم ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔

یہ روایت اس واقعیت وحقیقت کی واضح دلیل ہے کہ گناہ اولیاء خدا سے ان کے بہترین معنوی حالات سلب کر سکتا ہے اور انہیں معنویت کی اوج سے گرا سکتا ہے۔

یقین کھو دینا

تاریخ کی طرف رجوع کرنے اور اس کی ورق گردانی سے ایسے افراد ملیں گے کہ جو اپنی زندگی

کے ایک حصے تک یقین واعتقاد رکھتے تھے لیکن استقامت اور ثابت قدم نہ تھے لہذا انہوں نے گناہ کی وجہ سے اپنے ایمان ویقین کو کھودیا۔

ایسے افراد میں سے ایک زبیر تھا جو رحلت پیغمبر اکرمؐ کے بعد حضرت امیر المومنینؑ اور اہل بیت وحی علیہم السلام کے دفاع میں سب سے پیش پیش تھا، وہ امیر المومنینؑ کے دوستوں میں سے تھا لیکن اس کے بیٹوں کے بڑے ہونے سے ان کے شیطانی وسوسوں نے اس کے ایمان ویقین کو شک وشبہہ اور تردید میں تبدیل کردیا اور پھر یہ امیر المومنینؑ سے بغاوت اور جنگ پر اتر آیا حضرت امیر المومنینؑ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ما زال كان الزبير منّا اهل البيت حتّٰى نشاء بنوه فصرفوه عنّا "(۱)

زبیر ہمیشہ ہم اہل بیت علیہم السلام میں سے تھا لیکن جب اس کے بیٹے بڑے ہوگئے تو انہوں نے اسے ہم سے روگرداں کردیا۔

لہذا ہمیں خداوند متعال سے ایسے یقین کے لئے دعا کرنی چاہیئے کہ جس میں کبھی بھی شک وشبہہ اور انکار ایجاد نہ ہو۔ امام صادقؑ سے نقل روز جمعہ کی دعا میں پڑھتے ہیں:

" اللّٰهمّ انّي اسألك ايماناً صادقاً و يقيناً ليس بعده كفر " (۲)

پروردگارا! میں تجھ سے سچے ایمان اور ایسے یقین کا سوال کرتا ہوں کہ جس کے بعد کفر وانکار نہ آئے ۔

ایسی تعبیرات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ گناہ کی وجہ سے یقین کی حالت کا شک وشبہہ یا کفر و انکار میں تبدیل ہونے کا امکان ہے۔ یقین کی سرزمین پر داخل ہونے والوں کو متوجہ رہنا چاہیئے کہ نفس امارہ بہت قوی ہے۔ اگر آپ نے غفلت برتی تو آپ یقین سے ہاتھ دھو کر کفر وانکار میں مبتلا ہوجائیں گے لہذا خداوند کریم سے ایسے یقین کو طلب کریں کہ جس کے بعد کسی قسم کا تزلزل نہ ہو۔

۱۔ بحارالانوار ۳۲۷/۴۸
۲۔ بحارالانوار ۴۲/۹۰

اس بناء پر جو دل یقین کے تابناک نور سے منور ہوا ہو اور جو یقین دل میں اتر چکا ہو گناہ کی صورت میں اس کی نورانیت میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور ایک دیگر حالت ایجاد ہوتی ہے۔اس وجہ سے کبھی بھی معنوی صفات کے مالک افراد اپنے اندر تکبر اور خودپسندی پیدا نہ ہونے دیں.کیونکہ جس خدا نے ان کے دلوں میں یقین کی نعمت القاء کی ہے وہ اسے تکبر اور خودپسندی کی وجہ سے واپس لینے پر بھی قادر ہے۔

تحصیل یقین کے ذرائع

ا۔کسب معارف

اہل بیت عصمت وطہارتؑ کے بہت سے فرامین وارشادات میں یقین کے مقام کی فضیلت واہمیت کو بیان کیا گیا۔اب ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح یقین کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں؟ اس سوال کا جواب بھی خاندان وحیؑ کے فرمودات میں موجود ہے۔

یقین کا مقام حاصل کرنے کا مؤثر ترین ذریعہ معرفت، ہے جب انسان معارف الٰہی سے مستفید ہوتو وہ راسخ اعتقاد سے یقین کی منزل تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔

روایات میں اس حقیقت کی تصریح ہوئی ہے شب معراج خدا نے پیغمبر اکرمؐ سے موعظہ میں فرمایا:

" المعرفة تورث اليقين ، فاذا استيقن العبد لا يبالي ليف اصبح بِعُسرٍ اَم بيُسرٍ "(۱)

معرفت یقین کا موجب ہے پس جب بھی بندے کو یقین حاصل ہو جائے تو پھر اس سے کوئی خوف نہیں ہوتا کہ رات کس طرح سے گزر گئی اور کیسے صبح ہوئی،چاہے یہ تنگی میں ہو یا راحت میں۔

اس بناء پر معلوم ہوا کہ تردد واضطراب یقین کے نہ ہونے سے پیدا ہوتا ہے انہیں رفع کرنے

۱۔ بحارالانوار ۷۷/۲۷

کے لئے اپنے اندر یقین کی حالت پیدا کریں اور یقین کی حالت ایجاد کرنے کے لئے معرفت حاصل کریں کیونکہ معارف اہل بیتؑ حاصل کرنے سے یقین کے بلند مقام تک پہنچ سکتے ہیں ۔

۲۔ دعا اور خدا سے راز و نیاز

خدا کی بارگاہ میں دعا کرنے سے ہمارے اندر یقین پیدا ہوتا ہے اور اس سے یقین میں اضافہ بھی ہوتا ہے؛ حضرت امیرالمومنینؑ اپنے ''معروفہ'' نامی خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

" **عباد اللّٰہ سلوا اللّٰہ الیقین** "(۱)

اے خدا کے بندو! خدا سے سوال کرو کہ تمہیں یقین عنایت فرمائے ۔

اس بناء پر ہمیں یقین پیدا کرنے اور اس میں اضافہ کے لئے بتائے گئے ذرائع میں سے ایک ذریعہ خدا سے یقین کے حصول کی دعا کرنا ہے ۔خاندان وحیؑ نے اپنے فرامین میں ہمیں یقین کی کیفیت کے بارے میں بھی راہنمائی فرمائی ہے۔

جب انسان ہر لحہ سقوط اور ہلاکت کے خطرے میں مبتلا ہو تو ممکن ہے کہ وہ اپنا یقین کھودے اور اس کے ایمان اور عقیدے میں ضعف پیدا ہو جائے لہذا انہوں نے ہمیں صادقانہ یقین حاصل کرنے کے لئے دعا ارشاد فرمائی: صالحین اور متقین دعا کے ذریعے صادقانہ یقین سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں ۔

جو انسان شک وشبہہ اور وسوسہ سے نجات پا کر سچے یقین کی منزل حاصل کرے وہ ایسے انسان کی طرح ہے کہ جو کفر کے بعد دوبارہ تجدید حیات کرے اور کفر کی ظلمت و تاریکی سے نکل کر عالم نور میں قدم رکھے خداوند متعال قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

" **اومن کان میتاً فاَحْیَیْناہُ وَجَعَلنا لَہُ نُوراً یَمشی بِہِ فی النّاسِ کَمَنْ مَثَلُہُ فی الظلماتِ لَیسَ بِخارجٍ منھا** "(۲)

۱۔ بحار الانوار ۷۷/۲۹۳

۲۔ سورہ انعام آیت ۱۲۲

کیا جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور قرار دیا جس کے سہارے میں لوگوں کے درمیان چلتا ہے اور اس کی مثال اس کی جیسی ہو سکتی ہے جو تاریکیوں میں ہو اور ان سے نکل بھی نہ سکتا ہو۔

یہ آیت ان لوگوں کے لئے ایک مثال ہے جو شک وشبہہ اور تردید کی ظلمت سے نکل کر دلوں کو حیات عطا کرنے والے عالم یقین میں داخل ہوتے ہیں کیا ایسے افراد ان کی مانند ہیں کہ جو ابھی تک شک وشبہہ اور وسوسہ کی تاریکی میں گرفتار نہ ہوئے ہوں۔ جس طرح شک دلوں کو سیاہ کرتا ہے اسی طرح یقین دلوں کو نورانی کرتا ہے بلکہ ان افراد کا دل نورانی ترین ہوتا ہے جو یقین کی منزل تک پہنچ چکے ہوں۔

حضرت امام باقرؑ فرماتے ہیں:

" لا نور کنور الیقین " (۱)

کوئی نور بھی یقین کے نور کی طرح نہیں ہے۔

جن افراد کو وسوسہ اور شک وشبہہ نے گھیرا ہوا ہو کیا ان شخصیات کے مانند ہیں جن کی دلوں کو یقین کے نور نے احاطہ کیا ہو؟

جس انسان نے اپنے اندر موجود صفات کو شک کے ذریعہ نابود کیا ہو کیا وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے انوار یقین سے دل کو صاف اور روشن کیا ہو اب جو تازہ حیات اور قدرت کا مالک ہو۔

دل کو یقین کے تابناک نور سے روشن کرنے کے لئے خداوند کریم سے دعا کریں کہ:

خداوندا! ہمیں صادقانہ یقین عنایت فرما؛ کیونکہ اگر یقین صادقانہ و پختہ ہو تو یہ ہر قسم کے سخت امتحانات کو آسان کرنے کے علاوہ وہ ان کے استحکام وقوت میں بھی اضافہ کرتا ہے۔

۱۔ بحار الانوار ۷۸/۱۶۵

صادقانہ یقین فقط اس صورت میں حاصل ہوسکتا ہے کہ جب وہ کسی قسم کے تزلزل کو قبول نہ کرے اور جب اس میں کسی طرح کا ضعف نہ ہو۔نماز ظہر کی تعقیبات میں امام صادقؑ سے منقول دعا میں وارد ہوا ہے کہ خدا سے کس چیز کا سوال کیا جائے:

" اسألک حقایق الا یمان و صدق الیقین فی المواطن کلّها " (۱)

خداوندا! میں ہر جگہ تجھ سے ایمان اور سچے یقین کا سوال کرتا ہوں۔

امام صادقؑ کی نماز ظہر کی تعقیب میں ذکر ہونے والی تعبیر اس نکتہ کو بیان کرتی ہے کہ تمام موارد حتی کہ سخت ترین موارد میں بھی یقین محکم اور صادق ہو کہ جو کسی طرح کے خلل وضعف کو قبول نہ کرے یعنی سخت ترین حالات، دشوار اور مشکل ترین امتحانات میں بھی انسان کے پاؤں متزلزل نہ ہوں۔

ایسے یقین تک رسائی اور اس کا حصول آسان نہیں ہے. ایسے یقین کو حاصل کرنے کے لئے خدا کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائیں۔کیونکہ صادقانہ یقین اولیاء خدا کی صفات میں سے ہے یہ ہر کسی کی دسترس میں نہیں ہے۔

۳۔تہذیب واصلاح نفس

نفس کی اصلاح کے ذریعہ نفسانی اور شیطانی خطرات سے عالم یقین تک پہنچیں اور آب حیات سے سیراب ہونے کے بعد اپنے دل وجان کو اس کی طراوت سے جلا بخشیں۔

کیونکہ یقین انسان کو اصلی منزل وہدف تک پہنچاتا ہے۔آپ اپنے نفس کی اصلاح سے یقین میں اضافہ کرسکتے ہیں۔یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ امام موسی بن جعفرؑ نے اس کی تصریح فرمائی ہے:

" باصلاحکم انفسکم تزدادوا یقینا و تربحوا نفیساً ثمیناً رحم اللّٰہ امرءً همّ بخیرٍ فعمله او همّ بشرٍّ فارتدع عنه ثمّ قال : نحن نؤیّد الرّوح بالطّاعة للّٰه والعمل له " (۲)

۱۔بحارالانوار/۸۶/۷

۲۔بحارالانوار/۶۹/۱۹۶

اپنے نفس کی اصلاح کے ذریعہ اپنے یقین میں اضافہ کریں اور قیمتی سرمایہ و نفع حاصل کریں.

خداوند اس شخص پر رحمت کرے کہ جو اچھے کام کی ہمت کرے اور اسے انجام دے یا برے کام کا ارادہ کرے لیکن اپنے آپ کو اس کے انجام دینے سے روکے ۔ پھر آنحضرت نے فرمایا: ہم اہل بیتؑ خدا کی اطاعت اور اس کے لئے عمل سے روح کی تائید کرتے ہیں ۔

پس نفس کی اصلاح سے انسان کے یقین میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ یقین کا مخالف یعنی شک شیطان کے وسوسہ کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے ۔ اصلاح نفس کے ذریعہ حدیث نفس اور وسوسہ شیطان مغلوب ہو جاتے ہیں ۔

اہل بیتؑ کے ارشادات و فرامین سے یوں استفادہ کرتے ہیں کہ حالت یقین اور اصلاح نفس کے درمیان ملازمہ ہے ۔ یعنی اصلاح نفس کا لازمہ حالت یقین کی افزائش ہے اور یقین محکم کے وجود کا لازمہ اصلاح نفس ہے ۔

پس نفس کی اصلاح سے آپ اپنے یقین میں اضافہ کر سکتے ہیں اسی طرح یقین کو تقویت دینے سے آپ اپنے باطن اور نفس کو پاک بنا سکتے ہیں۔ نفس کی پاکیزگی اور یقین کی پیدائش کے بعد روح کی بزرگ قدرت سے استفادہ کریں ۔

جن افراد سے کرامات اور غیر معمولی امور ظاہر ہوئے وہ یقین کی عظیم نعمت سے بہرہ مند تھے اس حقیقت کی شہادت کے طور پر ہم ایک واقعہ نقل کرتے ہیں: مرحوم شیخ حسن علی اصفہانی نقل سے ہوا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب میں حج کے سفر کے دوران حجاز میں داخل ہوا تو میرے پاس پیسے نہیں تھے مکہ میں خاوہ (ٹیکس) کے عنوان سے ہر مسافر سے کچھ پیسے وصول کرتے تھے کچھ لوگ اس عنوان سے پیسے نہیں دینا چاہتے تھے لہذا ہم مجبوراً جدہ کے راستے عازم مکہ ہوئے ۔ راستے میں حکومت کے مامورین سے سامنا ہوا اور انہوں نے ہم سے کہا کہ جب تک خاوہ یا ٹیکس کو وصول کرنے پر مامور افراد نہ آجائیں تم سب اسی جگہ ٹھہرو اور پیسے دینے کے بعد آگے جاؤ ورنہ آپ مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے ۔

سب لوگ خرما کے درخت کے سایہ میں مامورین کے انتظار میں بیٹھ گئے وہاں پر موجود سب لوگوں نے پیسے جمع کئے اور مجھ سے بھی کہا کہ آپ بھی پیسے دیں میں نے کہا کہ میرے پاس پیسے نہیں ہیں انہوں نے کہا کہ اگر تم یہ طمع کر رہے ہو کہ ہم تمہیں پیسے دیں گے تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے ہم تمہیں پیسے نہیں دیں گے اور اگر پیسے نہیں دو گے تو تم خانہ خدا کی طرف نہیں جا سکتے۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے تم سے کوئی طمع نہیں ہے بلکہ خدا سے طمع کر رہا ہوں کہ جو میری مدد کرے گا۔انہوں نے کہا کہ عرب کے اس بیابان میں خدا کس طرح تمہاری مدد کرے گا؟

میں نے کہا کہ رسولؐ سے ایک حدیث روایت ہوئی ہے کہ جو لوگوں کی خدمت کرے اور ان سے کوئی اجرت نہ لے خداوند بیابان میں گرفتاری کی حالت میں اس کی اس طرح سے مدد کرے گا اور موانع کو برطرف کر دے گا۔

ایک گھنٹہ کے بعد انہوں نے اپنے سوال کو تکرار کیا میں نے بھی وہی جواب دیا تو ان لوگوں نے تمسخر سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے شیخ نے حشیش پی ہو کہ جس کی وجہ سے ایسی باتیں کر رہا ہے۔ورنہ بیابان میں ہمارے علاوہ اور کون ہے کہ جو اس کی مدد کرے لیکن ہم بھی اس کی مدد نہیں کریں گے۔

کچھ دیر گزرنے کے بعد دور سے گرد اڑتی دکھائی دی میں نے اپنے ساتھ موجود لوگوں سے کہا کہ یہ میرے طرف آنے والی خیر ہے۔انہوں نے میرا مذاق اڑایا چند لمحوں کے بعد اس گرد سے دو سوار نمودار ہوئے وہ گھوڑے کو ہاتھ سے کھینچ کر لا رہے تھے اور وہ میرے قریب آ گئے۔

ان میں سے ایک نے کہا کہ تم میں سے شیخ حسن علی اصفہانی کون ہیں؟

میرے ساتھیوں نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ شیخ حسن علی ہیں انہوں نے کہا کہ شریف کی دعوت قبول کریں اور میں گھوڑے پر سوار ہو گیا اور شریف مکہ کی طرف روانہ ہو گئے جب ''شریف'' مکہ میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ مرحوم شیخ فضل اللہ نوری مرحوم شیخ محمد جواد بید آبادی بھی وہاں موجود ہیں شریف مکہ کی کوئی حاجت تھی کہ میں نے خدا کی مدد سے اسے حل کر دیا مجھے بعد

میں معلوم ہوا کہ شریف نے پہلے اپنی حاجت مرحوم شیخ فضل اللہ نوری کی خدمت میں عرض کی لیکن شیخ فضل اللہ نے اس سے فرمایا: تمہاری حاجت کو فلاں شخص انجام دے سکتا ہے تم حکم دو کہ اس شخص کو تلاش کر کے یہاں لاؤ اور یقیناً وہ پیدل ہیں۔ اسی وجہ سے شریف نے حکم دیا کہ مامورین تمام چھوٹے راستوں پر جائیں اور جہاں بھی وہ ملیں انہیں میرے پاس لے آؤ۔

جی ہاں، اولیاءِ خدا سے کرامات اور غیر معمولی امور کے ظہور پر یقین مثبت اثرات رکھتا ہے۔

نتیجۂ بحث

ہمارے افکاراس صورت میں اثر رکھتے ہیں کہ جب ان کے ساتھ یقین کی صفت بھی ہو. جو عالی معنوی مقامات کی جستجو اور معارف الٰہی کی تلاش میں ہوں وہ اپنے اندر یقین پیدا کرنے کے اسباب ایجاد کریں۔

جو عالم غیب کے ساتھ ارتباط رکھتے ہوں وہ اپنے میں یقین کی قوت ایجاد کرتے ہیں اور اسے تقویت دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ یقین عالم معنی تک پہنچنے اور معنوی مقامات کے حصول کی بنیادی شرط ہے۔ یقین پیدا کرنے سے آپ اپنے زنگ آلود دل کو نئی زندگی دے کر روحانی امراض اور فکری آلودگیوں کو ختم کریں اس صورت میں آپ کے باطن کی بھی اصلاح ہو جائے گی اور خدا کے نزدیک آپ کے اعمال کی اہمیت میں بھی اضافہ ہوگا۔

کسب معارف، اصلاح نفس اور بزرگان دین و اولیاء خدا کی صحبت یقین ایجاد کرنے کے بہترین ذرائع ہیں۔ یقین کی حفاظت کی اساسی شرط گناہوں کو ترک کرنا ہے۔ کیونکہ گناہ و معصیت کئی سالوں کی کوششوں سے حاصل ہونے والے یقین کو نابود کر دیتا ہے۔

گر عزم تو محکم و متین آمده است

در پر تو انوار یقین آمده است

تا نور یقین به دل نتابد، کجا؟

سر پنجۂ عزم، از آستین آمده است

تمہارا عزم و ارادہ پختہ اور مضبوط ہو لیکن ارادے کی پختگی یقین کے ہمراہ ہو۔ جب تک دل یقین کے نور سے منور نہ ہو تب تک پختہ عزم و ارادہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

فہرست مطالب

حرف مترجم.......... ۵

پیشگفتار.......... ۷

پہلا باب: فکر

فکر کی اہمیت.......... ۱۱

فکر کی پرواز.......... ۱۲

فکر کی اہمیت کے راز.......... ۱۳

گناہ کے بارے میں فکر کرنے کا آثار.......... ۱۵

تفکر ایمان ویقین میں اضافہ کا باعث.......... ۱۶

تفکر بصیرت اور دور اندیشی کا وسیلہ.......... ۱۸

روزۂ فکر.......... ۲۰

صحیح وسالم فکر کے طریقے.......... ۲۲

نتیجہ بحث.......... ۲۶

دوسرا باب: مشورہ

مشورہ کرنے کی ضرورت.......... ۲۹

مشورہ ترقی اور پیشرفت کا اہم ذریعہ.......... ۳۰

کس کے ساتھ مشورہ کریں؟.......... ۳۱

مشورہ کے بعد اس پر عمل کریں.......... ۳۴

مشورہ نہ کرنے کا انجام ۳۵
نتیجہ بحث ۳۸

تیسرا باب: ہدف

بہترین ہدف کا انتخاب کریں ۴۱
ہدف کے نتیجہ پر توجہ کریں ۴۲
انسان کی تخلیق کا کیا ہدف ہے ۴۳
مقصد وہدف تک پہنچنے کے ذرائع ۴۵
نتیجہ بحث ۵۲

چوتھا باب: بلند ہمت ومضبوط ارادہ

ارادہ کی اہمیت ۵۵
تصمیم وارادہ سے پہلے اخلاص ۵۶
ارادہ کو صحیح سمت دیں ۵۷
بلند حوصلہ رکھیں ۵۸
اپنے تصمیم اور ارادہ پر عمل کریں ۶۰
قوۃ ارادہ کے ذریعہ اپنی طبیعت پر غالب آنا ۶۲
ملّا صالح مازندرانی، ایک پختہ ارادہ کا مالک شخص ۶۴
اپنے ارادے اور نیت کو تقویت دینا ۶۵
ارادہ کو تقویت دینے کے طریقے ۶۷
نتیجہ بحث ۷۰

پانچواں باب: نظم وضبط

نظم وضبط کی اہمیت ۷۴
نظم وضبط آشفتگی کو ختم کرتا ہے ۷۴
نوجوانوں کی صحیح نظم وضبط میں مدد کریں ۷۶
مرحوم شیخ انصاری کا منظم آئین ۷۸
نتیجہ بحث ۸۱

چھٹا باب: وقت سے استفادہ کرنا

علامہ مجلسی کا وقت سے استفادہ کرنا ۸۶
وقت ضائع نہ کریں ۸۸
بیکاری کا نتیجہ ۹۸
اتلاف وقت یا تدریجی خودکشی ۹۰
اپنے ماضی سے عبرت حاصل کریں ۹۱
دوسروں کے ماضی سے سبق سیکھیں ۹۲
فرصت سے استفادہ کریں ۹۳
آخری سانس تک زندگی سے استفادہ کریں ۹۴
نتیجہ بحث ۱۰۰

ساتواں باب: اہل تقویٰ کی صحبت

صالحین سے ہمنشینی کی اہمیت کا راز ۱۰۳

جن افراد کی صحبت روح کی تقویت کا باعث ۱۰۶
اپنے ہمنشینوں کو پہچانیں ۱۰۹
جن افراد کی صحبت ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے ۱۱۰
نتیجہ بحث ۱۲۰

آٹھواں باب: تجربہ

روحانی تکامل کے لئے تجربہ کی ضرورت ۱۲۳
علمی وصنعتی مسائل میں تجربہ ۱۲۴
تجربہ عقل کی افزائش کا باعث ۱۲۵
تجربہ فریب سے نجات کا ذریعہ ۱۲۶
مشکلات میں دوستوں کو پہچاننا ۱۲۷
تجربہ سے سبق سیکھیں ۱۲۸
دوسروں کی تجربات سے استفادہ کرنے کا طریقہ ۱۲۹
تجربات فراموش نہ کریں ۱۳۱
نتیجہ بحث ۱۳۳

نواں باب: نفس کی مخالفت

مخالفت نفس یا نفس پر حکومت ۱۳۷
عقل پر نفس کا غلبہ ۱۳۹
نفس کا معالجہ ۱۴۰
اصلاح نفس کے لئے دعا ۱۴۱

مخالفت نفس کی عادت........۱۴۲
قدرت نفس........۱۴۷
نتیجہ بحث........۱۴۸

دسواں باب :صبر واستقامت

صبر اسرار کے خزانوں کی کنجی........۱۵۱
صبر حضرت ایوبؑ........۱۵۴
اپنے نفس کو صبر واستقامت کے لئے آمادہ کرنا........۱۵۵
مرحوم علی کنی اور ان کے صبر کا نتیجہ........۱۵۶
صبر قوت اور قدرت کا باعث........۱۵۸
نتیجہ بحث........۱۶۰

گیارہواں باب :اخلاص

اخلاص کی اہمیت........۱۶۳
اخلاص کا نتیجہ........۱۶۴
صاحب جواہر الکلام کا اخلاص........۱۶۵
کیا ہم صاحب اخلاص بن سکتے ہے؟........۱۶۶
زحمت اخلاص........۱۶۹
نتیجہ بحث........۱۷۳

بارہواں باب :علم ودانش

علم ارتقاء کا ذریعہ........۱۷۷

تحصیل علم میں ارادہ کی ضرورت.......... ۱۷۹
حصول علم کے لئے گناہوں کو ترک کرنا.......... ۱۸۰
کون سا علم روحانی تکامل کا باعث ہے؟.......... ۱۸۱
علم کی ترویج معنوی کمالات کا ذریعہ.......... ۱۸۵
نتیجہ بحث.......... ۱۹۰

تیرہواں باب: توفیق

انسان کی ترقی میں توفیق کا کردار.......... ۱۹۳
سعادت کے چار بنیادی ارکان.......... ۱۹۶
نیکیوں کی طرف ہدایت کا ذریعہ.......... ۱۹۷
کامیاب اشخاص.......... ۱۹۸
توفیق حاصل کرنے کے ذرائع.......... ۲۰۰
ماں باپ کی دعا توفیق کا سبب.......... ۲۰۲
توفیق کے حصول کے لئے کوشش کرنا.......... ۲۰۳
خدا کی نعمتوں میں تفکر توفیق الٰہی کا سبب.......... ۲۰۴
نتیجہ بحث.......... ۲۰۵

چودہواں باب: یقین

یقین کی اہمیت.......... ۲۰۹
یقین کے آثار.......... ۲۱۱
مجلس مباہلہ میں حاضری.......... ۲۱۳

فہرست

یقین کو متزلزل کرنے والے امور ۲۱۹

تحصیل یقین کے ذرائع ۲۲۴

نتیجہ بحث ۲۳۱

فہرست ۲۳۳